حضرت علامہ سید شرف الدین موسویؒ کی المراجعات کا خلاصہ

تلخیص: علامہ علی اصغر مروج خراسانی

مترجم

سید محمد نجفی

ناشر: مؤسسہ امام المنتظر قم

حضرت علامہ سید شرف الدین موسویؒ کی المراجعات کا خلاصہ

تلخیص: علامہ علی اصغر مروجؒ خراسانی

مترجم

سید محمد نجفی

ناشر: مؤسسہ امام المنتظر قم

نام کتاب	تلاشِ حق (المراجعات)
تألیف	علامہ شرف الدین موسوی
مترجم	سید محمد نجفی
نظر ثانی	سید محمد تقی نقوی
ناشر	مؤسسہ امام المنتظر، قم
تعداد و سالِ اشاعت	۱۰۰۰/ جنوری ۲۰۰۳/ ۱۳۸۱
چاپ و لیتوگرافی	شریعت /جزایری ۷۷۴۳۳۰۰
شابک	۵-۳۱-۷۴۰۸-۹۶۴

مؤسسه امام المنتظر خیابان چهار
مردان کوچه ۱۷ مقابل مسجد گذر قلعه
قم-ایران

فون: ۰۲۵۱:۷۷۳۶۷۶۰ موبائل: ۰۹۱۱۲۱۲۰۹۳۵

گفتار ناشر

فن مناظرہ کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی باتمدن ملتیں۔ یہ فن ان ملتوں میں رائج تھا اس کے بعد اسلامی معاشرے میں بھی نظر آنے لگا۔ قرآن مجید میں اس کیلئے **"مجادله احسن"** (۱) کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔

مناظرہ عموماً دو مختلف نظریات کے حامل افراد کے درمیان ہوتا ہے اگر دونوں چاہتے ہیں کہ مفید اور سودمند ہو تو پھر عدل وانصاف وحق جوئی کا دامن تھامنا ضروری ہے اور اگر عدل وانصاف وحق جوئی جیسی خصوصیات نہ ہوں تو پھر لڑائی جھگڑے اور دوری کے سوا کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔

اس سلسلے میں بے انتہا کتابیں لکھی گئی ہیں ان کے مختلف زبانوں میں ترجمے بھی ہوئے ہیں لیکن المراجعات جیسی عمدہ کتاب کم ہی منظر عام پر آسکی ہے۔

اس کتاب کے مؤلف ممتاز شیعہ عالم دین حضرت آیت اللہ علامہ سید عبدالحسین شرف الدین موسوی کاظمین میں ۱۲۹۰ھ بمطابق ۱۸۷۲ء میں پیدا ہوئے۔ کاظمین اور نجف میں تعلیم حاصل کی اور اس زمانے کے انتہائی بلند مرتبہ عالم دین حضرت آیت اللہ شیخ محمد کاظم خراسانی (صاحب کفایہ) سے شرفِ تلمذ حاصل کیا۔

سورہ نحل (۱۶) آیت ۱۲۵

آپ کی متعدد موضوعات پر نہایت قیمتی کتابیں موجود ہیں۔ مثلاً:

المراجعات ، الفصول المهمه ، اجوبة مسائل موسى جارالله ، الكلمة الغراء فى تفضيل الزهراء ، المجالس الفاخره ، النص والاجتهاد ، فلسفة الميثاق والولاية ، ابوهريره بغية الراغبين ، المسائل الفقهيه ، ثبت الاثبات فى سلسلة الرواة ، الى المجمع العلمى العربى بدمشق ، رسائل و مسائل ، رسالة كلاميه ان کے علاوہ بھی بکثرت تالیفات ہیں جنہیں دشمنان دین نے نذر آتش کر دیا۔ آپ نے ان علمی کاموں کے ساتھ ساتھ دینی و اجتماعی منصوبوں میں بھی خدمات انجام دیں۔ آپ نے ۱۳۷۷ھ بمطابق ۱۹۵۷ء میں رحلت فرمائی۔

جبکہ دوسری طرف جناب شیخ سلیم البشری مالکی مسلک رکھتے تھے۔ آپ ۱۲۴۸ھ بمطابق ۱۸۳۲ء میں ضلع بحیرہ کے محلّہ بشر میں پیدا ہوئے اور جامعۃ الازہر میں تعلیم حاصل کی۔ بعد میں دو مرتبہ اس عظیم الشان یونیورسٹی کے رئیس بھی قرار پائے۔ ایک دفعہ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۴ء تک اور دوسری مرتبہ ۱۹۰۹ء سے ۱۹۱۶ء تک۔

آپ نے جامعۃ الازہر کو پورے نظم وضبط سے چلایا۔ رئیس ہونے کی حیثیت سے جو ذمہ داریاں آپ پر عائد تھیں انہیں عمدگی کے ساتھ نبھایا۔

آپ کی قلمی نگارشات بہت ہیں جن کا زیادہ حصہ قدیم علماء کی کتابوں پر حاشیہ اور گفتار مقدم کے عنوان سے ہے۔ مثلاً:

حاشية تحفة الطلاب لشرح رسالة الآداب ، حاشية على رسالة الشيخ على شرح نهج البرده ، الاستئناس فى بيان الاعلام و اسماء الاحباس. (یہ کتاب نحوی مطالب پر لکھی گئی ہے اور جامعۃ الازہر کے دروس میں اس پر بہت زیادہ اعتماد کیا گیا ہے۔)

آپ ۱۳۳۵ھ بمطابق ۱۹۱۶ء میں داغ مفارقت دے گئے۔

بہرحال!

حضرت آیت اللہ علامہ سید شرف الدین موسوی صاحب جب ۱۳۲۹ھ کو عازم مصر ہوئے تو ان کی الازہر یونیورسٹی کے رئیس شیخ سلیم بشری صاحب کیساتھ ملاقات ہوئی۔ شیخ صاحب کو حضرت علامہ کی بلند نظری اور تاریخ، حدیث اور تفسیر کے وسیع مطالعے نے بہت متاثر کیا۔

انہوں نے خواہش کی کہ ہم خط و کتابت کے ذریعے ایک دوسرے سے سوال و جواب کا سلسلہ جاری کریں تا کہ حقیقت حال واضح ہو جائے۔ لہذا اس طرح ''مناظرات قلمی'' کا سلسلہ شروع ہو کر (چھ ماہ کے اندر) ۱۱۲ خطوط پر اختتام پذیر ہوا۔ جو المراجعات کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

المراجعات عربی زبان میں دسیوں مرتبہ چھپ چکی ہے اور اسکے مختلف زبانوں میں تراجم بھی منظرِ عام پر آئے ہیں۔ حتی کہ اس کا اردو ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔ لیکن اس کتاب کی چند ایسی خصوصیات ہیں جو دوسری کتابوں میں کم نظر آتی ہیں۔ مثلاً:

۱۔ یہ کتاب ''گفت وشنید'' کی طرز پر منظّم کی گئی ہے۔

۲۔ ہر گفتگو سے پہلے اس کا خلاصہ عناوین کی شکل میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

۳۔ تکراری مباحث کو نہیں لکھا گیا۔

۴۔ زیادہ رجالی ابحاث سے صرف نظر کی گئی ہے۔

۵۔ عمدہ حواشی اور بہترین تحقیقی موارد کو حاشیہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

۶۔ ہر بات کو حوالوں سے مزیّن کر دیا گیا ہے۔

۷۔ نوجوانوں کیلیئے اس کتاب کا سمجھنا آسان ہو گیا ہے۔

۸۔ ان تمام خصوصیات کے باوجود اصل کتاب سے مطالب نقل کرنے میں امانت داری کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

اس کتاب کی تلخیص جناب حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ علی اصغر مروّج خراسانی نے فرمائی ہے اور اسکی تحقیق اور حواشی حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ حسین راضی کی کاوش ہے اور اسکا اردو ترجمہ حجۃ الاسلام والمسلمین سید محمد نجفی کے قلم سے ہوا ہے۔ نیز مولانا سید نجم عباس نقوی اور مولانا غلام عباس صاحب نے پروف ریڈنگ کے فرائض انجام دئے۔

ہم اس سلسلے میں ان تمام حضرات کے مشکور ہیں جنہوں نے اس کتاب کے حوالے سے خدمات انجام دیں اور آخر میں بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہیں کہ اس نے ہمیں بھی علوم محمدؐ وآل محمدؐ کی نشر واشاعت کرنے والوں میں شمار فرمایا۔

آمین ثم آمین

مؤسسہ امام المنتظر قم۔

انتساب

میں اس حقیر سی کوشش کو اپنے دادا محترم

سید الاعلام و مروج الاحکام سید حسین بخش نقوی اعلی اللہ مقامہ

اور برادر عزیز مولانا محمد رضا نقوی اعلی اللہ مقامہ کے نام منسوب کرتا ہوں۔

(یہ دونوں محبان اہل بیتؑ جنوری ۲۰۰۳ء کے پہلے عشرے میں داغ مفارقت دے گئے۔)

اناللہ وانا الیہ راجعون

اور بارگاہِ خداوندی میں دعا گو ہوں۔

خدایا!

انہیں جوارِ حضرات معصومینؑ نصیب فرما۔

الٰہی آمین۔

سید محمد نجفی

فہرست

متلاشی

بحث کی اجازت کی درخواست۔

میں سمندرِ علم کے ساحل پر کھڑا ہوں۔ اور آپ سے اسکی موجوں میں اترنے کی اجازت چاہتا ہوں تا کہ قیمتی جواہرات پاسکوں۔ اگر آپ نے مجھے اجازت دی تو مدت دراز سے اپنے سینے میں موجزن باریکیوں اور الجھنوں کو آپ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرونگا۔ اور اگر اجازت نہ دی تو اسکے ذمہ دار آپ خود ہونگے اور میں تلاش گمشدہ کی طرح سرگردان رہوں گا۔ بہر حال میں حقیقت کا متلاشی بن کر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ اگر حق واضح ہوا تو اسکی اتباع ضروری ہے اگر ایسا نہ ہوسکا تو شاعر کے اس قول پر عمل کرنا کہیں نہیں گیا۔

نَحْنُ بِمَا عِنْدَنَا وَأَنْتَ بِمَا عِنْدَكَ رَاضٍ وَالرَّأْيُ مُخْتَلِفٌ.

اگر چہ ہماری رائے مختلف ہے۔ لیکن ہم اپنے مسلک پر اور تم اپنے مذہب پر خوش رہو۔

بہر حال اگر آپ نے اجازت مرحمت فرمائی تو میں دو مسائل پر گفتگو کروں گا۔

(۱) آپ کے مذہب میں اصول اور فروع کے لحاظ سے امامت کا نظریہ۔ یعنی مذہبی مشکلات میں کس کی طرف رجوع کریں؟

(۲) امامت عامہ اور مسلمانوں کی رہنمائی۔ یعنی خلافتِ پیغمبر اسلام ﷺ۔

حق شناس

بحث کی اجازت ہے۔

جو چاہیں دریافت کریں۔ جو کہنا چاہتے ہیں ارشاد فرمائیں۔ فضیلت، برتری، عادلانہ قضاوت اور حق و باطل کا فیصلہ آپ کے سپرد ہے۔

پہلی بحث

مذہبی رہبری

امامت

متلاشی

(۱) شیعہ حضرات مسلمانوں کے مذاہب جمہور کی پیروی کیوں نہیں کرتے؟
(۲) گذشتہ زمانوں کی نسبت آج ہمیں اتحاد و یگانگی کی زیادہ ضرورت ہے۔

(۱) میرا پہلا سوال یہ کہ آپ (شیعہ) وہی مذہب کیوں نہیں اپنا لیتے جو جمہور مسلمانوں کا مذہب ہے؟ یعنی اصول دین میں اشاعرہ کا مسلک اور فروع دین میں آئمہ اربعہ کا مذہب اختیار کر لیں کیونکہ سلف صالحین بھی اسی کی پابند رہے ہیں۔

(۲) آپ بہتر جانتے ہیں کہ آج ہمیں اتحاد و اتفاق اور محبت و الفت کی کس قدر ضرورت ہے۔ اور یہ بھی آپ کے علم میں ہے کہ آج ہم اس صورت حال سے دوچار ہیں کہ دشمنان اسلام اپنے سینوں میں ہمارے خلاف نجانے کتنا بغض و کینہ رکھتے ہیں۔ اور جتنا انکا بس چلتا ہے ہمیں ختم کرنے کی سعی میں مگن ہیں۔ انہوں نے اس کام کیلئے آراء و نظریات کو مد نظر رکھ کر نقشے کھینچ لئے ہیں۔ انکے قلوب اور افکار خواب غفلت سے بیدار ہیں۔ لیکن مسلمان آج بھی اسی طرح غافل اور نادانی و جہالت کے دریا میں غرق ہیں۔ اور اپنے خلاف دشمنوں کی اعانت کر رہے ہیں۔ انہوں نے اپنی ملت کو پراکندہ کیا

ہوا ہے۔ گروہی اختلاف، فرقہ بندی اور تعصّب کی وجہ سے وحدت کے پرچم کو تار تار کر بیٹھے ہیں۔
اتفاق واتحاد کی فضا مکدر ہوگئی ہے اور مسلمان مختلف فرقوں میں بٹ گئے ہیں۔ ایک گروہ دوسرے کو گمراہ کہتا ہے اور دوسرا اس سے اظہار بیزاری کرتا نظر آتا ہے.
گویا ہم بھیڑیوں کا شکار بن گئے ہیں اور کتوں نے للچاتی نگاہوں کیساتھ ہمیں اپنا مطمع نظر بنالیا ہے۔ کیا جو میں نے عرض کیا ہے اس سے آپ کو کوئی اختلاف ہے؟

حق شناس۔

(۱) شرعی دلیلیں مذہب اہلبیت علیہم السلام کی پیروی کوواجب سمجھتی ہیں۔

(۲) ابتدائی تین ادوار کے مسلمانوں کو جمہور مذاھب کی شناخت نہ تھی۔

(۳) مذاھب جمہور کی پیروی کرنے پر کوئی دلیل نہیں ہے۔

(۴) پراکندگی کا خاتمہ مذھب اہلبیت علیہم السلام کو تسلیم کرنے کیساتھ ممکن ہے۔

(۱) شیعہ حضرات کا اصول دین پر اشاعرہ کا ہم خیال نہ ہونا اور فروع دین میں مذاہب اربعہ کے علاوہ مذہب اختیار کرنا کسی گروہی اختلاف فرقہ بندی اور تعصب کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ شرعی دلیلیں (ہمیں) مذہب اہلبیت علیہم السلام کی پیروی اور اتباع کو ضروری قرار دیتی ہیں۔ اور ہمیں مجبور کرتی ہیں کہ گودِ رسالت میں پرورش پانے والوں کے مذہب کو اختیار کریں۔ فرشتوں کی اسی گھر میں آمدورفت

رہی ہے اور یہی گھرانہ وحی اور قرآن کے نازل ہونے کا محل ہے لہذا ان وجوہات کی بناء پر شیعہ مذہبی عقاید، اصول فقہ اور اسکے کلیات وقواعد، قرآن وسنت کے معارف، علم اخلاق اور آداب ورسوم میں ان ہستیوں کا دامن تھامے ہوئے ہیں۔

ہم نے اس راہ کا انتخاب صرف اس لیئے کیا ہے کہ ہم ادلہ وبرھان کے سامنے سرتسلیم خم ہیں اور سنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گرامی قدر کے حضور اظہار عبودیت کیئے ہوئے ہیں۔اور بس۔اگر شرعی دلیلیں ہمیں ذرا برابر اہلبیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی اجازت دیتیں یا ہمارے لیئے دوسرے مذہب کے مطابق اعمال کی انجام دہی میں تقرب الٰہی ممکن ہوتا تو ہم ضرور قدم بہ قدم جمہور کی روش پر چلتے تاکہ دوستی کا پیمان محکم تر اور باہمی رشتۂ اخوت اچھی طرح استوار ہوجاتا لیکن قطعی دلیلیں مؤمن کیلیئے سنگ راہ بنی ہوئی ہیں اور خواہشات میں حدِ فاصل کا کردار ادا کررہی ہیں۔

آپ کا یہ فرمان تو واقعاً باعثِ تعجب ہے۔کہ سلف صالحین بھی (مذاہب اربعہ کے) مسلک پر گامزن رہے ہیں۔شاید آپ نہیں جانتے کہ گذشتہ صالحین اور آنے والے مسلمانوں میں تقریباً آدھی تعداد مذہب اہل بیت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ثقل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل پیرا ہونے والے شیعوں کی ہے۔اور یہ لوگ (اہلبیت علیہم السلام سے) ذرا برابر بھی منحرف نہ تھے، حضرت علی علیہ السلام اور حضرت فاطمہ علیہا السلام کے زمانے سے لیکر آج تک اسی مسلک پر گامزن ہیں۔یعنی جس زمانے میں نہ تو اشعری کا وجود تھا اور نہ ہی ائمہ اربعہ اور انکے آباؤاجداد سے کوئی پیدا ہوا تھا، شیعہ اہلبیت کے مذہب کی اتباع کرتے تھے۔ یہ بات یقیناً آپ پر بھی مخفی نہ ہوگی!!

(۲) علاوہ ازیں ابتدائی تین ادوار(۱) کے مسلمانوں میں کوئی بھی ان مذاہب (اربعہ) پر عمل نہ

---

(۱) ادوار ثلاثہ سے مراد زمانہ پیغمبر، صحابہ اور تابعین ہے ان ادوار میں مذہب اشعری اور مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی و حنبلی) کا نام ونشانی تک نہ تھا.

کرتا تھا۔ یہ مذاہب کجا اور پہلے، دوسرے اور تیسرے سنہری دور کے مسلمان کجا!؟ کیونکہ اشعری ۲۷۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۳۵ھ میں دنیا سے گئے۔ احمد بن حنبل نے ۱۶۴ھ میں آنکھ کھولی اور ۲۴۱ھ میں رخت سفر باندھ بیٹھے، شافعی کا تولد ۱۵۰ھ میں تھا اور ۲۰۶ھ میں دنیا سے کوچ کر گئے، مالک ۹۵ھ میں متولد ہوئے اور ۱۷۹ھ میں انتقال کیا اور ابوحنیفہ ۸۰ ہجری سے ۱۰۵ھ تک اس دنیا میں رہ سکے۔ ہم شیعہ تو صدر اسلام سے ہیں اور گھر کی ہر چیز سے آشنا ائمہ اہلبیت کے پیرو ہیں جبکہ دوسرے مذاہب صحابہ اور تابعین کی روش پر عمل کرنے والے ہیں۔

(۳) لہذا تمام مسلمانوں پر یہ کیونکر واجب ہو گیا کہ ابتدائی تین ادوار کے بعد مسلمان ائمہ اربعہ کے مسلک کو تو اختیار کریں۔ اور اس مذہب کو ترک کر دیں جس پر شروع سے عمل ہوتا رہا!؟۔

(۴) اور یہ بات بھی اظہر من الشمس ہے کہ مذاہب اہلسنت میں جتنے اختلافات موجود ہیں وہ شیعہ سنی اختلاف سے کم نہیں۔ اس مطلب پر ان دونوں گروہوں کی اصول اور فروع پر لکھی جانے والی ہزاروں کتب گواہ ہیں۔ تو پھر مسلمانوں میں یہ رٹ کیوں ہے کہ شیعہ سنی کا مخالف ہے اور یہ کیوں بیان نہیں ہوتا کہ سنی بھی شیعہ کا مخالف ہے۔

اسے کیوں شہرت نہیں دی جاتی ہے کہ اہلسنت کے گروہ بھی ایک دوسرے کے مخالف ہیں!؟ جب چار مذاہب ہونے پر لب کشائی نہیں تو پانچ ہونے میں کیا قباحت ہے!؟ کس عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ چار مذاہب ہونا تو اتحاد و اتفاق کی علامت ہے اور جونہی پانچ ہوئے تو اتحاد و اتفاق جاتا رہے گا اور ہم مسلمان پراکندہ و منتشر ہو جائیں گے۔ اور ہر مسلمان اپنی راہ کا راہی بن جائے گا اور یہ انکے نفاق اور دوری کی علامت بن جائے گی!!؟

کیا وجہ ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر مذہب اہلبیت کی پیروی کی جائے تو اس سے اجتماعیت جاتی رہیگی، پراکندگی رواج پکڑ جائے گی؟ اور دوسرے مذاہب خواہ نظریے اور مشرب کے لحاظ سے جتنے دور ہی کیوں نہ ہوں، ان کی وجہ سے دل ملے رہیں گے، عزائم ایک رہیں گے؟ میں نہیں سمجھتا کہ آپ

اسکے ہم خیال ہیں۔ بلکہ آپ میں خاندان عصمت وطہارت کی محبت ومودّت کو مدنظر رکھتے ہوئے میں اسے ماننے پر تیار نہیں ہوں۔

ہاں! ہم تب ہی متحد ہو سکتے ہیں جب ہم دوسرے مذاہب شافعی، حنفی، مالکی اور حنبلی کے پیرو کاروں کی طرح شیعیان اہل بیت کے پیرو کاروں کو بھی مدنظر رکھیں۔ جب سب کو ایک نگاہ سے دیکھا جائے گا تو خود بخود اتحاد واتفاق ہوگا۔

متلاشی

(۱) حق شناس کی باتوں کا اعتراف۔
(۲) مفصل دلیل کی خواہش۔

(۱) اصول اور فروع میں مذاہب جمہور کی اتباع نہ کرنے کے حوالے سے آپ نے کوئی تشنۂ تکمیل نکتہ نہیں چھوڑا۔

(۲) لیکن میں نے اہل سنت مذاہب سے شیعوں کی دوری کی وجہ دریافت کی تھی، جسے آپ نے ادلہ شرعی قرار دیا. کیا ممکن ہے ان قطعی دلیلوں کو قرآن وسنت سے اس طرح واضح کریں کہ آپ کے اس فرمان کے مطابق ہو جائے کہ قطعی دلیلیں مؤمن کیلئے سنگِ راہ بنی ہوئی ہیں اور خواہشات میں حد فاصل کا کردار ادا کر رہی ہیں۔

برائے کرم ان دلیلوں کو ذرا تفصیل سے ذکر فرمایئے گا۔

حق شناس

(۱) حدیث ثقلین۔

(۲) تواتر حدیث ثقلین۔

(۳) عترت اہل بیتؑ سے تمسک نہ کرنے والا گمراہ ہے۔

(۴) اہلبیت کی کشتی نوح اور باب حطہ سے تشبیہ۔

(۵) کشتی نوح اور باب حطہ سے تشبیہ کیوں؟

خدا نہ کرے آپ کے دل میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے سلسلے میں کوئی شبہ ہو۔ یا دوسروں کو ان پر ترجیح دینے میں آپ کے دل میں کسی قسم کی کوئی چیز حائل ہو۔ اہلبیت کی عظمت وجلالت اظہر من الشمس ہے، کوئی ان کا ہم پلہ نہیں۔ یہ بے نظیر و بے مثال ہیں۔ انہوں نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے تمام گذشتہ انبیاء کے علوم سیکھے اور انہیں دین و دنیا کے احکام سے پیغمبر اسلام نے باخبر کیا ہے ہم نے ابتداء میں جس چیز کی طرف اشارہ کیا تھا اسے ملاحظہ فرمائیے گا۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے خبر اور غافل لوگوں کو بانگ دھل آواز دے کر ارشاد فرماتے ہیں۔

اے لوگو! میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم انھیں

اختیار کیے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتابِ خدا دوسرے میرے اہل بیت علیہم السلام (۲)

نیز یہ بھی ارشاد فرمایا:

میں نے تم میں ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ اگر تم انہیں اختیار کرو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتابِ خدا ہے جو آسمان سے زمین تک کھنچی ہوئی ایک مضبوط رسّی ہے، دوسرے میرے عترت و اہل بیت علیہم السلام۔ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوضِ کوثر پر پہنچیں۔ دیکھنا میرے بعد تم ان سے کیسے پیش آتے ہو۔ (۳)

آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ:

---

(۲) رجوع کریں: صحیح ترمذی ج ۲ ص ۳۰۸ ط. بولاق مصر، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۲۳۲ ط نجف، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۰، ۴۱ و ۳۷۰ ط. اسلامبول، کنز العمال (متقی ہندی) ص ۱۵۳ ط ۲، تفسیر (ابن کثیر) ج ۴ ص ۱۱۳ ط. دار احیاء الکتب العربیۃ مصر، مصابیح السنۃ (بغوی) ص ۲۰۶ ط. قاہرہ، جامع الاصول (ابن اثیر) ج ۱ ص ۱۸۷ ح ۶۵ ط. مصر، المعجم الکبیر (طبرانی) ص ۱۳۷، مشکاۃ المصابیح (خطیب تبریزی) ج ۳ ص ۲۵۸ ط. دمشق، احیاء المیت (سیوطی) در حاشیۂ الاتحاف (شبراوی) ص ۱۱۴ ط. الحلبی، الفتح الکبیر (نبہانی) ج ۱ ص ۵۰۳، ج ۳ ص ۸۳۵ ط دار الکتب العربیہ مصر، الشرف المؤبد (نبھانی) ص ۱۸ ط. مصر وارجح المطالب (عبید اللہ حنفی) ص ۲۳۶ ط. لاہور.

(۳) رجوع کریں: صحیح (ترمذی) ج ۲ ص ۳۰۸ بولاق مصر، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۲۳۱، الدرّ المنثور (سیوطی) ج ۶ ص ۷ و ۳۰۶، ذخائر العقبی (طبری) ص ۱۶، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۸۹ ط المیمنیۃ مصر، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۰، ۳۶، ۱۹۱، و ۲۹۶ ط اسلامبول، المعجم الصغیر (طبرانی) ج ۱ ص ۱۳۵، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر شافعی) ج ۲ ص ۱۲، تفسیر (ابن کثیر) ج ۴ ص ۱۱۳، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱ ص

میں تم میں اپنے دو جانشین چھوڑے جاتا ہوں، ایک کتابِ خدا جو
آسمان سے لے کر زمین تک ایک دراز رسّی ہے۔ دوسرے میرے
عترت واہلِ بیت علیہم السلام۔ یہ دونوں حوض کوثر پر میرے پاس پہنچنے تک کبھی
جدا نہ ہوں گے (۴)

اور جب حضرت آخری حج سے پلٹے اور مقام غدیرِ خم پر پہنچے تو بڑے درختوں کے نیچے رکنے کا اور زمین کو صاف ستھرا کرنے کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

مجھے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ مجھے دعوت دی گئی ہے جسے میں نے قبول کیا
ہے. بہر حال میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جو ایک
دوسرے سے بڑی ہیں۔ کتابِ خدا، اور میرے اہلبیت علیہم السلام دیکھو خیال
رکھنا کہ ان کے ساتھ تم کس طرح پیش آتے ہو۔ یہ دونوں کبھی ایک
دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔

پھر آپؐ نے فرمایا

---

۱۵۴ ط۲، الفتح الکبیر (نبھانی) ج۱ ص۴۵۱، تفسیر الخازن (علاء الدین بغدادی) ج۱ ص۴، مصابیح السنۃ (بغوی) ص ۲۰۶ ط مصر، جامع الاصول (ابن اثیر) ج۱ ص۱۸۷ ح۶۶، منتخب تاریخ (ابن عساکر) ج۵ ص۴۳۶ ط دمشق، مشکاۃ المصابیح (عمری) ج۳ ص۲۵۸، لتاج الجامع للاصول (منصور علی ناصف) ج۳ ص۳۰۸ ط قاہرہ وارجح المطالب (شیخ عبید اللہ حنفی) ص۳۳۶ ط لاہور.

(۴) رجوع کریں: مسند (احمد بن حنبل) ج۵ ص۱۸۲ و۱۸۹ (باسند ہای صحیح)، الدر المنثور (سیوطی شافعی) ج۲ ص ۶۰، احیاء المیت (سیوطی) در حاشیۂ الاتحاف بحب الاشراف (شبراوی شافعی) ص۱۱۶، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۸ و ۱۸۳ ط اسلامبول، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج۹ ص۱۶۲، کنز العمال (متقی ہندی) ج۱ ص۱۵۴ ح۸۷۳ و ۹۴۸ ط۲ الجامع الصغیر (سیوطی) ج۱ ص۳۵۳ ط مصر والفتح الکبیر (نبھانی) ج۱ ص۴۵۱.

خدائے قوی وتوانا میرا مولا وآقا ہے اور میں ہر مومن کا مولا ہوں۔ پھر آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور ارشاد فرمایا کہ: میں جس کا مولا ہوں یہ علی علیہ السلام اس کے مولا ہیں خداوند! اسے دوست رکھ جو اسے دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اسے دشمن رکھے (۵)

(۲) اہل بیت علیہم السلام وقرآن کی پیروی کو واجب جانے والی احادیث صحیحہ متواتر حدیثیں ہیں اور بیس سے زیادہ صحابیوں سے کئی طریقوں سے مروی ہوئی۔ متعدد مواقع پر حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کا علی الاعلان کھلے لفظوں میں اظہار فرمایا۔

کبھی غدیر خم میں اعلان کیا، جیسا ابھی بیان ہو چکا ہے۔ کبھی آخری حج کے موقع پر عرفہ کے دن اعلان کیا کبھی طائف سے واپسی پر اعلان کیا۔ ایک مرتبہ مدینہ میں بر سر منبر اعلان کیا پھر دوسری مرتبہ جب آپ بستر مرگ پر حجرہ میں تھے اور آپ کا حجرہ صحابیوں سے بھرا ہوا تھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! میں عنقریب تم سے رخصت ہونے والا ہوں میں تم سے تمھارے سب عذر کو ختم کر دینے والی بات کہہ دیتا ہوں کہ میں تم میں اپنے پروردگار کی کتاب اور اپنی عترت واہلبیت علیہم السلام کو چھوڑ کر جا رہا ہوں.

---

(۵) رجوع کریں: مستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۰۹ و ۵۳۳ (باسند ہای صحیح)، خصائص امیر المؤمنین (نسائی شافعی) ص ۲۱ ط التقدم مصر، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۹۳، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۱۳۶ ط المیمنیۃ مصر، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۲ ط اسلامبول و کنزل العمال (متقی ہندی) ج ۱ ص ۱۶۷ ح ۹۵۴ و ج ۱۵ ص ۹۱ ح ۲۵۵ ط ۲.

پھر آپ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور ارشاد فرمایا کہ:

یہ علی علیہ السلام قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے۔ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے۔ یہانتکہ حوضِ کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔(۶)

---

(۶) رجوع کریں: الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) آخر فصل ۲ از باب ۹ ص ۷۵ ط المیمنیۃ و ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۸۵ ط اسلامبول.

صحابہ میں سے حدیث ثقلین کے راوی:

۱۔امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہ السلام

۲۔حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام

۳۔سلمان محمدی

۴۔ابوذر غفاری

۵۔ابن عباس

۶۔ابوسعید خدری

۷۔جابر بن عبداللہ انصاری

۸۔ابوالہیثم بن تیہان

۹۔ابورافع

۱۰۔حذیفۃ بن یمان

۱۱۔حذیفۃ بن اسید غفاری

۱۲۔خزیمۃ بن ثابت ذوالشہادتین

۱۳۔زید بن ثابت

۱۴۔زید بن ارقم

۱۵۔ابوہریرہ

۱۶۔عبداللہ بن حنطب

۱۷۔جبیر بن مطعم

۱۸۔ براء بن عازب

۱۹۔انس بن مالک

۲۰۔طلحۃ بن عبداللہ تیمی

۲۱۔عبدالرحمٰن بن عوف

۲۲۔سعد بن ابی وقاص

۲۳۔عمرو بن عاص

۲۴۔سہل بن سعد انصاری

۲۵۔عدی بن حاتم

۲۶۔ابوایوب انصاری

۲۷۔ابوشریح خزاعی

۲۸۔عقبۃ بن عامر

۲۹۔ابولیلی انصاری

۳۰۔ابوقدامہ انصاری

۳۱۔ضمیرۂ اسلمی

۳۲۔عامر بن لیلی بن ضمرۂ

۳۳۔فاطمۃ الزہراء علیہا السلام

۳۴۔ام سلمہؑ زوجہ پیامبرؐ (ص)

۳۵۔ام ہانی خواہر امیر المومنین علی علیہ السلام۔

ان تمام راویوں کی تفصیل کو میر حامد حسین ہندی کی کتاب عقبات الانوار کی پہلی اور دوسری جلد میں حدیث ثقلین کی بحث کے ذیل میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

اہلبیت علیہم السلام طاہرین کے لئے یہی کافی ہے کہ خدااور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک قرآن کے ہم پلّہ ہیں کسی طرف سے بھی باطل اس میں داخل نہیں ہوسکتا۔ لَایَاْتِیہِ البَاطِلُ مِن بَینِ یَدَیہِ وَ لَامِن خَلفِہٖ(۷)

بہرحال یہی واضح دلیل ہے جو ائمہ اطہار کے مذہب پر عمل کرنے کیلئے وادار کرتی ہے کیونکہ کوئی مسلمان یہ نہیں پسند کرتا کہ کتابِ خدا کو چھوڑ کر کسی اور چیز کو اپنا دستور العمل بنائے۔ تو جب کتاب خدا کے بدلے میں کسی دوسری چیز کو اختیار کرنا مسلمان کے لیے ناممکن ہے تو کتاب خدا کے ہم پلّہ و ہم درجہ ہستیوں کا انتخاب کیونکر ممکن ہے!؟

(۳) اس کے علاوہ سرور کائنات کا مفہوم بتاتا ہے کہ ان سے تمسک نہ رکھنے والا گمراہ ہے

اِنّی تَارِکٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا کِتَابَ اللہِ وَ عِتْرَتِیْ.

میں تم میں ایسی چیز چھوڑ جاتا ہوں کہ اگر تم اُسے مضبوطی سے پکڑے رہو تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ ایک کتاب خدا دوسرے میری عترت۔

(۴) نیز ایک اور دلیل جو ہر مسلم کو قہراً اہلبیت علیہم السلام کا پیرو بناتی ہے اور مجبور کرتی ہے کہ دینی معاملات میں بس ان ہی کی پیروی کی جائے وہ سرور کائنات کی یہ مشہور حدیث ہے:

آگاہ ہو جاؤ! تم میں میرے اہلبیت علیہم السلام کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے نوح علیہ السلام کا سفینہ۔ جو شخص اس پر سوار ہوا اس نے نجات پائی اور

(۷(سورہ فصلت (۴۱) آیہ ۴۲.

جس نے گریز کیا وہ ہلاک ہوا۔(۸) نیز آنحضرتؐ کا یہ ارشاد بھی ہے.

تمھارے درمیان میرے اہلبیتؑ کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے بنی اسرائیل میں باب حطّہ جو اس میں داخل ہوا وہ بخش دیا گیا۔(۹)

نیز آنحضرتؐ کا یہ قول کہ ستارے زمین کے باشندوں کے لیے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہلبیت علیہم السلام میری امت کے لیے دینی اختلاف کے وقت امان ہیں۔ پس اگر کوئی گروہِ عرب میرے اہلبیت علیہم السلام کی مخالفت کرے گا تو اس معنی یہ ہوگا کہ وہ احکام الہی میں اختلاف کرتا ہے اور وہ خود ایک گروہ بن جائے گا۔(۱۰)

---

(۸) رجوع کریں: مستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۵۱، تلخیص المستدرک (ذہبی) درذیل مستدرک، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۲۳۵، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۷ و ۳۰۸ ط اسلامبول، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۱۱۱ و ۱۴۰ ط المیمنیۃ مصر، اسعاف الراغبین (صبان شافعی) ص ۱۰۲ ط العثمانیہ وفرائد السمطین (ابواسحاق حموینی) ج ۲ ص ۲۴۶ ح ۵۱۹.

(۹) رجوع کریں: الاربعین (نبہانی) ح ۲۵ ص ۲۱۶، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۳۷۸ ط الحیدریہ، مجمع الزوائد (ہیثمی شافعی) ج ۹ ص ۱۶۸، المعجم الصغیر (طبرانی) ج ۲ ص ۲۲، احیاء المیت (سیوطی) درحاشیۂ الاتحاف (شبروای) ص ۱۱۳، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۸ و ۲۹۸ ط اسلامبول، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۹۱ ط المیمنیۃ مصر و فرائد السمطین (ابواسحاق حموینی) ج ۲ ص ۲۴۲ ح ۵۱۶ و ۵۱۹.

(۱۰) رجوع کریں: مستدرک (حاکم نیشابوری) ج ۳ ص ۱۴۹ (باسند صحیح)، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص ۹۱ و ۱۴۰ ط المیمنیۃ (باسند صحیح)، احیاء المیت (سیوطی) درحاشیۂ الاتحاف (شبروای) ص ۱۱۴، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۹۳، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۲۹۸ ط اسلامبول و جواہر البحار (نبہانی) ج ۱ ص ۳۶۱ ط الحلبی مصر.

(۵) آپ اس سے بخوبی آگاہ ہوں گے کہ سرور کائنات نے اہلبیت علیہم السلام کو سفینۂ نوح سے جو تشبیہ دی ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جس نے اہلبیت علیہم السلام کا مسلک اختیار کیا، اصول وفروع میں ائمہّ اہلبیت علیہم السلام کی پیروی اور اتباع کی وہ عذاب جہنم سے محفوظ رہا اور جس نے ان کی مخالفت کی اس کا حشر وہی ہوگا جو سفینۂ نوح علیہ السلام سے گریز کرنے والے کا ہوا تھا بس فرق یہ ہوگا کہ سفینۂ نوح سے گریز کرنے والا تو پانی میں ڈوبا اور اہلبیت علیہم السلام سے کنارہ کشی کرنے والا جہنم کی آگ میں غرق ہوگا۔ (خدا سے پناہ مانگتے ہیں)

باب حطّہ سے تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے باب حطہ کو عاجزی اور سر نیاز خم کرنے کا مظہر قرار دیا تھا اور اسی وجہ سے اسے بنی اسرائیل کے لئے مغفرت اور بخشش کا ذریعہ بنایا تھا۔ اسی طرح خداوندِ عالم نے امت اسلام کے لیے اہلِ بیتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اتباع واطاعت کو اپنے جاہ و جبروت کے آگے بندوں کی خاکساری وعاجزی اور اپنے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کے مظاہر میں سے ایک مظہر قرار دیا۔ اسی وجہ سے اتباعِ اہلبیت علیہم السلام سببِ مغفرت ہے اور یہی باب حطہ سے تشبیہ دی جانے کی وجہ ہے.

اہل بیت علیہم السلام کی اتباع واطاعت کے واجب ولازم ہونے کے متعلق احادیث متواتر ہیں۔ خصوصاً بطریق اہل بیت علیہم السلام طاہرین تو بے شمار متواتر حدیثیں مروی ہیں۔ اگر آپ کی تھکن کا خیال نہ ہوتا تو انھیں بھی شرح وبسط سے ذکر کرتا لیکن جو کچھ لکھ چکا ہوں وہی آپ کے تقاضے کے لئے کافی ہے۔

متلاشی

مزید نصوص کی خواہش۔

آپ میری تھکن کا خیال نہ کیجیے، میرے کان آپ کے مقروض ہونے کیساتھ ساتھ آپ کے اختیار میں ہیں. مزید تشریح فرمایئے۔ میں ہمہ تن متوجہ ہوں، آپ کے حکیمانہ استدلال نے دل میں فرحت اور طبیعت میں شگفتگی پیدا کر دی ہے۔ میری تھکاوٹ جاتی رہی ہے. میں آپ کی گفتگو سے گمشدہ حکمت کو پا رہا ہوں۔ آپ کی باتیں آبِ طلاء سے بڑھکر ہیں. مزید تشریح فرمائیں. وضاحت فرمائیں.

حق شناس

مزید احادیث۔

آپ کی اس توجہ اور انہماک کا شکریہ۔ بہتر ہے تعمیل حکم میں کچھ اور روشنی ڈالتا ہوں۔

(۱) ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وہ شخص جسے یہ پسند ہو کہ میرا جینا جئے اور میری موت مرے اور باغ عدن میں ساکن ہو وہ علی علیہ السلام کو میرے بعد اپنا ولی بنائے اور علیؑ کے محبّ سے دوستی رکھے اور میرے بعد میرے اہلبیت علیہم السلام کی پیروی کرے کیونکہ وہ میری عترت ہیں اور میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں اور انھیں میرا فہم اور علم عطا ہوا ہے۔ ہلاکت ہو اس کے لیے جوان کے فضل وشرف کو جھٹلائے۔ اور ان کو مجھ سے جو قرابت ہے اس کا خیال نہ کرے۔ خدا ایسے لوگوں کو میری شفاعت نصیب نہ کرے (۱۱)

---

(۱۱) رجوع کریں: کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۲۱۷ ح ۳۸۱۹، منتخب کنز العمال در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۹۴، حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج ۱ ص ۸۶ ط السعادہ، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید معتزلی) ج ۹ ص ۱۷۰ ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۱۴ ط الحیدریہ، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۰۸، ترجمہ الامام علی بن ابی طالب علیہ السلام از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۹۵ ح ۵۹۶، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۲۶ و ۳۱۳ ط اسلامبول و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۵۳.

(۲) زیاد بن مطرف کہتے ہیں کہ:

میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ میرا جینا جیئے اور میری موت مرے اور اس جنت میں داخل ہو جس کا وعدہ مجھ سے میرے پروردگار نے کیا ہے یعنی جنتِ خلد، وہ حضرت علی علیہ السلام کو اور ان کے بعد ان کی اولاد کو اپنا ولی بنائے کیونکہ وہ ہرگز تمھیں ہدایت کے دروازے سے باہر نہیں نکالتے اور نہ گمراہی کے دروازے میں پہنچانے والے ہیں۔(۱۲)

(۳) زید بن ارقم کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

جو شخص میرا جینا جینا چاہتا ہو اور میری موت مرنا چاہتا ہو اور جنّتِ خلد میں رہنا چاہتا ہو جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ علی علیہ السلام کو اپنا حاکم بنائے کیونکہ وہ تمھیں ہدایت سے باہر نہ کریں گے اور نہ گمراہی میں لے جائیں گے۔(۱۳)

---

(۱۲) رجوع کریں:

کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۵ ح ۲۵۷۸، منتخب کنز العمال در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۲، المناقب (خوارزمی) ص ۳۴ ط الحیدریہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۲۶ و ۱۲۷ ط اسلامبول والاصابۂ (ابن حجر عقلانی شافعی) ج ا ص ۵۴۱ ط مصطفیٰ محمد۔

(۱۳) رجوع کریں: مستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۸ (باسند صحیح)، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۵ ح ۲۵۷۷، منتخب کنز العمال در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۲، حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج ۴ ص ۳۴۹ ـ ۳۵۰، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۰۸، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب علیہ السلام از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۹۹ ح ۶۰۲ و فرائد السمطین (حموینی) ج ا ص ۵۵۔

(۴) اسی طرح جناب عمار بن یاسر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی میں اسے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔ جو انھیں ولی بنائے گا تو وہ مجھے ولی بنائے گا اور جو مجھے ولی بنائے گا وہ خدا کو دوست رکھے گا اور جو علی علیہ السلام سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرے گا۔ اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ خدا سے محبت کرے گا اور جو علی علیہ السلام سے بغض رکھے گا تو وہ مجھ سے بغض رکھے گا اور جو مجھ سے بغض رکھے گا وہ خدا سے بغض رکھے گا۔ (۱۴)

(۵) جناب عمار سے یہ حدیث بھی مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

اے اللہ گواہ رہنا؛ مجھ پر ایمان لانے والا اور میری تصدیق کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام کو دوست رکھے۔ کیونکہ ان کو دوست رکھنا مجھے دوست رکھنا ہے اور مجھے دوست رکھنا خدا کو دوست رکھنا ہے۔ (۱۵)

---

(۱۴) رجوع کریں:
کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۴ ح ۲۵۷۱، ترجمۃ الامام علی ابن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر) ج ۲ ص ۹۳ ح ۵۹۴ و ۵۹۵، المناقب (ابن مغازلی شافعی)' ص ۲۳۰ ح ۲۷۷ و ۲۷۹، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۰۸، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۳۷ ط اسلامبول، منتخب کنز العمال در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۲ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۲۹۱.

(۱۵) رجوع کریں:
کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۵ ح ۲۵۷۶ و ترجمہ الامام علی ابن ابی طالب علیہ السلام از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۹۱ ح ۵۹۱.

(۶) ایک مرتبہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔

اے لوگو! فضل و شرف اور منزلت و ولایت خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسکی ذریّت کے لیے ہے لہذا تم لوگ باطل اور بے ہودہ باتوں کی وجہ سے راہ گم نہ کر بیٹھنا۔(۱۶)

(۷) آنحضرتؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

ہر دور میں میری امت کے ہادی میرے اہلبیت علیہم السلام کے عادل افراد ہوں گے جو دین اسلام سے گمراہوں کی تحریف، اہل باطل کی تہمت تراشی اور جاہلوں کی تاویل کا ازالہ کرتے رہیں گے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ تمھارے ائمہ خدا کے حضور تمھارے نمائندہ ہیں۔ لہذا سوچ سمجھ لینا کہ کسے اپنا نمائندہ بنا کر خدا کے حضور بھیجتے ہو.(۱۷)

(۸) یہ بھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ:

دیکھو (قرآن دو رعترت) سے آگے نہ بڑھنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور نہ پیچھے رہ جانا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے اور انھیں نہ سکھانا کیونکہ یہ تم سے خود

---

(۱۶) رجوع کریں:

الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص ۱۰۵ ط المیمنیۃ مصر، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۶۹ و ۳۰۷ ط اسلامبول ونظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۲۰۷-۲۰۸. حضرت کی اس حدیث کے متعلق بہت غور و فکر سے کام لیں اور اس میں پوشیدہ اہم مقصد کی طرف متوجہ رہیں مخصوصاً اس جملے فلا تذھبنّ بکُمُ الاباطیلُ! سے غافل نہ ہوئیں.

(۱۷) رجوع کریں: الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۹۰ ط المیمنیۃ مصر، ینابیع المودّۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۹۱، ۲۷۱، ۲۷۳ و ۲۹۷ ط اسلامبول وذخائر العقبی (محب الدین طبری شافعی) ص ۱۷.

زیادہ جانتے ہیں۔(۱۸)

(۹) یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

میرے اہلبیت علیہم السلام کو ایسا سمجھو جیسا بدن کے لیے سر ہے اور سر کے لیے آنکھیں اور سر آنکھوں ہی کے ذریعے راہ پاتا ہے۔(۱۹)

(۱۰) یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

ہم اہل بیت علیہم السلام کی محبت کو اپنے اوپر لازم سمجھو کیونکہ جو شخص خدا سے ملاقات کرتے وقت ہمیں دوست بھی رکھتا ہو تو خداوندِ عالم اسے ہماری شفاعت کی وجہ سے جنّت میں داخل کرے گا۔اس ذات برحق کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ بندے کو اس کا عمل اس وقت تک فائدہ نہ پہنچائے گا، جب تک وہ ہمارے حقوق نہ پہچانتا ہو۔(۲۰)

---

(۱۸) رجوع کریں: الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص۸۹ و۱۳۶ ط المیمنیہ ،مجمع الزوائد (ہیثمی شافعی) ج۹ ص ۱۶۳، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۸، ۲۹۶ ط۔اسلامبول ، الدّر المنثور (سیوطی) ج ۲ ص ۶۰، کنز العمال (متقی ہندی) ج ا ص ۱۶۸ ح ۹۵۸ ط۲ و اسد الغابۃ (ابن اثیر) ج۳ ص ۱۳۷.

(۱۹) رجوع کریں: اسعاف الراغبین (صبان) در حاشیہ نور الابصار (شبلنجی) ص۱۰۲ ط .العثمانیہ، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۸ ط الحیدریہ، مجمع الزوائد (ہیثمی شافعی) ج۹ ص ۱۷۲ اور الشرف المؤید (نبھانی) ص ۳۱.

یہ حدیث صراحت کیساتھ لوگوں پر ائمہ اطہار کی ولایت اور حکومت کو ثابت کر رہی ہے اور واضح شگاف الفاظ میں بیان کر رہی ہے حق کی ہدایت صرف اور صرف اسی گھر سے ممکن ہے.

(۲۰) رجوع کریں: احیاء المیت (سیوطی شافعی) در حاشیۂ الاتحاف (شبراوی) ص ۱۱۱، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۱۳۸ ط المیمنیۂ مصر، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۴۶، ۲۷۲ و ۳۰۳ ۔ ۳۰۴ ط اسلامبول، اسعاف الراغبین (صبان شافعی) در حاشیۂ نور الابصار (شبلنجی) ص۱۰۳ ط العثمانیہ و مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۷۲.

(۱۱) یہ بھی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ:

آلِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی معرفت عذاب جہنم سے رہائی اور ان کی محبّت پل صراط سے گزر جانے کا پروانہ اور ان کی ولایت عذاب سے امان ہے۔(۲۱)

(۱۲) یہ بھی آپ نے فرمایا کہ:

قیامت کے دن موقف حساب سے کسی شخص کے پیر نہیں ہٹیں گے یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کے متعلق پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنی عمر کن باتوں میں گزاری۔ اپنے جسم کو کس کام میں لائے۔ مال کو کن امور میں صرف کیا اور کہاں سے حاصل کیا۔ اور ہم اہلبیت علیہم السلام کی محبت کے متعلق بھی اس سے سوال کیا جائے گا۔(۲۲)

(۱۳) یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

اگر کوئی شخص رکن و مقام کے درمیان اپنے دونوں قدم جما کر عمر بھر نماز پڑھتا رہے اور روزے رکھتا رہے مگر آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بغض رکھتا ہو تو وہ

---

(۲۱) رجوع کریں:

الشفاء (قاضی عیاض) بخش دوّم ص ۴۰ ط آستانہ ۱۳۲۷ھ الاتحاف بحبّ الاشراف (شبراوی شافعی) ص ۴، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۲، ۲۴۱، ۲۶۳، ۳۷۰ ط اسلامبول و فرائد السمطین (حموینی) ج ۲ ص ۲۵۷ ح ۵۲۵۔

(۲۲) رجوع کریں:

مناقب (ابن مغازلی) ص ۱۱۹ ح ۱۵۷، احیاء المیت (سیوطی) در حاشیۂ الاتحاف (شبراوی) ص ۱۱۵، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۳، ۲۷۰ و ۲۷۱ ط اسلامبول، مناقب (خوارزمی) ص ۵۳-۵۶، مقتل الحسین (خوارزمی) ج ۱ ص ۴۲، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۰۹ و مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۱۰ ص ۱۴۶۔

جہنم میں جائے گا۔(۲۳)

(۱۴) یہ بھی ارشاد فرمایا کہ:

جو شخص محبتِ آل محمد ﷺ پر مرے گا وہ شہید مرے گا۔ دیکھو جو محبتِ آل محمد ﷺ پر مرے گا وہ مغفور مرے گا۔ سارے گناہ اس کے بخش دیے جائیں گے۔ دیکھو جو محبتِ آل محمد ﷺ پر مرے گا گویا وہ اپنے تمام گناہوں سے توبہ کر کے مرا، دیکھو جو محبتِ آل محمد ﷺ پر مرا وہ مومن اور کامل الایمان مرے گا۔ دیکھو جو محبتِ آل محمد ﷺ پر مرے ملک الموت اسے جنت کی بشارت دیں گے۔ پھر منکر و نکیر جنت کی خوشخبری دیں گے۔ دیکھو جو محبت اہل بیت علیہم السلام پر مرا جنّت میں یوں سنوار کر لے جایا جائے گا جیسے دلہن اپنے خاوند کے گھر لے جائی جاتی ہے۔ دیکھو جو محبت اہل بیت علیہم السلام پر مرا اس کے لیے قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دیے جائیں گے۔ دیکھو جو محبت اہل بیت علیہم السلام پر مرا اس کی قبر کو اللہ ملائکہ رحمت کی زیارت گاہ بنا دے گا۔ دیکھو جو محبت آل محمدؐ پر مرا وہ سنت پیغمبر پر مرے گا۔ دیکھو جو بغض آلِ محمد ﷺ پر مرا وہ قیامت کے دن یوں آئے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان یہ لکھا

---

(۲۳) رجوع کریں: المستدرک (حاکم نیشاپوری) ج ۳ ص ۱۴۹ (باسند صحیح)، تلخیص المستدرک (ذہبی) درذیل المستدرک (حاکم)، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص ۱۰۴ ط المیمنیۂ مصر، احیاء المیت (سیوطی) درحاشیہ الاتحاف (شبروای) ص ۱۱۱، ذخائر العقبی (طبری شافعی) ص ۱۸، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۱۹۲ و ۲۷۷ و ۳۰۵ ط اسلامبول و جواہر البحار (نبھانی) ج ۱ ص ۳۶۱۔

ہوگا کہ یہ رحمتِ خدا سے محروم ہے۔(۲۴)

واضح ہے کہ اگر یہ حجتِ خدا نہ ہوتے تو انہیں یہ مقام ومنزلت حاصل نہ ہوتا.لہذا یہ حضرات خدا کی مکمّل حجّت تھے،اس کے شریعت کے سرچشمہ تھے اورامر ونہی میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہدایت وتبلیغ سے متاثر ہونے کا بہت ہی روشن اور واضح نمونہ تھے

ان کی بزرگی وبلندی فضل وشرف کے لیے بس یہی کافی ہے کہ خدا نے انہیں دوسروں پر مقدم قرار دیا ہے یہاں تک کہ جو نماز میں ان پر درود نہ بھیجے اس کی نماز،نماز ہی نہیں۔یعنی ان پر درود بھیجے بغیر کسی کی نماز قبول نہ ہوگی خواہ نماز صدیق ہو یا فاروق.ذوالنور ہو یا ذوالنورین یا ذوانوار بہر حال جو بھی فرائض خدا بجالاتا ہے اس کے لیے نماز میں ان پر درود وسلام بھیجنا ضروری ہے جیسا کہ شھادتین کہنے کے ساتھ خدا کی عبادت کرتا ہے.

یہ وہ چند دلیلیں تھیں جو اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع اور ان کے قدم بہ قدم چلنے کو واجب بتاتی ہیں احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیش کر کے اپنی بات ختم کرتا ہوں یہی آپ کے لیے کافی ہیں۔

---

(۲۴) رجوع کریں:تفسیر الکشاف (زمخشری حنفی) ج ۳ ص ۴۰۳ ط مصطفیٰ محمد مصر،نورالابصار (شبلنجی) ص ۱۰۳ ط العثمانیہ مصر،تفسیر (فخر رازی) ج ۷ ص ۴۰۵ ط الدار العامرۂ مصر،ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۷،۲۶۳،۳۶۹ ط اسلامبول وفرائد السمطین (حموینی) ج ۲ ص ۲۵۵ ح ۵۲۴.

متلاشی

(۱) مجھے تعجب ہے کہ اتنی زیادہ صریح احادیث ہونے کے باوجود، جمہور کہ رائے کے موافق کیوں نہیں ہیں۔

(۲) قرآنی آیات سے استدلال کی درخواست۔

جب میں نے آپ کے استدلال پر غور وفکر کیا اور آپ کے ادِلّہ و براہین پر گہری نگاہ کی تو میں عجیب تردّد میں پڑ گیا۔ میں آپ کے ادلّہ پر نظر کرتا ہوں تو انھیں بالکل نا قابل ردّ دیکھتا ہوں۔

جب ائمہ اہل بیت علیہم السلام کے متعلق سوچتا ہوں تو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کی وہ منزلت معلوم ہوتی ہے جس کے لئے عاجزی وانکساری سے سر جھکا دینے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں اور جب جمہور مسلمین اور سواد اعظم پر نظر کرتا ہوں تو ان کا طرز عمل ان ادِلّہ کے مفہوم کے بالکل برعکس ہے میں عجب کش مکش میں مبتلا ہوں گویا دو نفسوں کی کھینچا تانی میں پڑ گیا ہوں۔

ایک نفس کہتا ہے کہ ادلّہ کی پیروی کی جائے اور دوسرا کہتا ہے کہ اکثریت اور سواد اعظم کی روش پر چلا جائے ایک نفس نے تو خود کو آپ کے حوالے کر دیا ہے اور آپ کے ہاتھ سے جانے والا نہیں لیکن دوسرا جو ہے وہ اپنے عناد کی وجہ سے آپ کے ہاتھ میں جانے پر تیار نہیں اور نا فرمانی پر تُلا ہوا ہے۔ کیا آپ کیلئے، ممکن ہے آپ کتابِ خدا سے کچھ اور ایسی قطعی دلیلیں پیش کریں جو اس سرکش نفس پر کامیاب ہو جائے اس طرح کہ آیات اس سرکش نفس پر تمام راہیں مسدود کر دے اور یہ عترت اہلبیت علیہم السلام کی طرف راہ نکال سکے۔ اور رائے عامہ کی اتباع کے لئے حائل بن جائے۔

حق شناس

قرآن کریم سے استدلال۔

کیا اور کسی کے متعلق بھی ایسی واضح آیتیں نازل ہوئیں جیسی اہل بیت طاہرین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئیں۔ کیا کلام مجید کی محکم آیتوں نے اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کی طہارت و پاکیزگی کا حکم لگایا۔ (۲۵) کیا دنیا بھر کے لوگوں میں سے کسی ایک کے لیے آیتِ تطہیر نازل ہوئی ہے؟ (۲۶)

---

(۲۵) اس میں (آیۂ تطہیر) یعنی۔ آیۂ ۳۳ سورۂ احزاب کی طرف اشارہ ہے)

(۲۶) رجوع کریں: صحیح (مسلم) کتاب فضائل الصحابہ، باب (فضائل اہل بیت النبی) ج ۱۵ ص ۱۵۴ ط مصر با شرح نووی، صحیح (ترمذی) ج ۲ ص ۲۰۹ و ۳۰۸ و ۳۱۹ ط بولاق، مسند (احمد بن حنبل ج ۱ ص ۳۳۰ ط المیمنیۂ مصر (با سند صحیح) المستدرک (حاکم نیشابوری) ج ۳ ص ۱۳۳، ۱۴۶، ۱۴۷ و ۱۵۸ و ج ۲ ص ۴۱۶، تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (حاکم) وہی صفحات، المعجم الصغیر (طبرانی) ج ۱ ص ۶۵ و ۱۳۵، شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۱۱_۹۲ ح ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۴۴۴، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۵، ۶۷۸، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۶، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۴، ۷۰۷، ۷۱۰، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۲۹، ۷۴۰، ۷۵۱، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، و ۷۷۴ ط بیروت، خصائص امیر المؤمنین علیہ السلام (نسائی شافعی) ص ۴ ط التقدم مصر، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۱۸۵ ح ۲۵۰، ۲۷۲، ۳۲۰، ۳۲۱ و ۳۲۲ ط ۱، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۵۴، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴ و ۳۷۵

کیا قرآن مجید نے اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کی محبت ومودت کے واجب ہونے کا بتایا ہے؟ (۲۷)

(باسند صحیح) و ۳۷۶ ط الحیدریہ، مسند (احمد بن حنبل) ج ۳ ص ۲۵۹ و ۲۸۵ و ج ۴ ص ۱۰۷ و ج ۶ ص ۲۹۲، ۲۹۶، ۲۹۸، ۳۰۴، ۳۰۶ ط المیمنیہ مصر، اسد الغابہ (ابن اثیر شافعی) ج ۲ ص ۱۲ و ۲۰ و ج ۳ ص ۴۱۳ و ج ۵ ص ۵۲۱ و ۵۸۹، ذخائر العقبی (طبری شافعی) ص ۲۱، ۲۳ و ۲۴، اسباب النزول (واحدی) ص ۲۰۳ ط الحلبی مصر، المناقب (خوارزمی) ص ۲۳ و ۲۲۴، تفسیر (طبری) ج ۲۲ ص ۶، ۷ و ۸ ط الحلبی مصر، الدر المنثور (سیوطی) ج ۵ ص ۱۹۸ و ۱۹۹، احکام القرآن (جصاص) ج ۵ ص ۲۳۰ ط عبد الرحمٰن محمد، مناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۰۱ ح ۳۴۵، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰ و ۳۵۱، مصابیح السنۃ (بغوی شافعی) ج ۲ ص ۲۷۸ ط محمد علی صبیح، مشکاۃ المصابیح (عمری) ج ۳ ص ۲۵۴، الکشاف (زمخشری) ج ۱ ص ۱۹۳ ط مصطفیٰ محمد، تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی (حنفی) ص ۲۳۳، احکام القرآن (ابن عربی) ج ۲ ص ۱۶۶ ط مصر، تفسیر (قرطبی) ج ۱۴ ص ۱۸۲ ط قاہرہ، تفسیر (ابن کثیر) ج ۳ ص ۴۸۳، ۴۸۴ و ۴۸۵ ط ۲ مصر، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۸، التسہیل (کلبی) ج ۳ ص ۱۳۷، التفسیر المنیر (جاوی) ج ۲ ص ۱۸۳، الاصابۃ (ابن حجر شافعی) ج ۲ ص ۵۰۲ و ج ۴ ص ۳۶۷ ط مصطفیٰ محمد، الاتقان (سیوطی) ج ۴ ص ۲۴۰ ط المشہد الحسینی مصر، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ۸۵ ص و ۱۳۷ ط المیمنیہ مصر، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۹۶، السیرۃ النبویۃ (زین دحلان) در حاشیہ السیرۃ الحلبیۃ (برہان الدین حلبی) ج ۳ ص ۳۶۵ ط محمد علی صبیح مصر، اسعاف الراغبین (صبان) در حاشیہ نور الابصار (شبلنجی) ص ۹۷ و ۹۸ ط العثمانیہ، فتح القدیر (شوکانی) ج ۴ ص ۲۷۹، نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۰۱ ط العثمانیہ مصر، الاستیعاب (ابن عبد البر) حاشیہ الاصابۃ (ابن حجر) ج ۳ ص ۳۷ ط السعادۃ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۰۷، ۱۰۸، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۴۴، ۲۶۰، و ۲۹۴ ط اسلامبول، العقد الفرید (ابن عبد ربہ مالکی) ج ۴ ص ۳۱۱ ط لجنۃ التالیف والنشر مصر، فتح البیان (صدیق حسن خان) ج ۷ ص ۳۶۳، ۳۶۴ و ۳۶۵، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۴۸ ط ۲ و فرائد السمطین (حموینی شافعی) ج ۱ ص ۳۱۶ ح ۲۵۰ و ج ۲ ص ۹ ح ۳۵۶، ۳۶۲، ۳۶۳ و ۳۶۴۔

(۲۷) رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۱۳۰ ح ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷،

کیاجبرئیل آیۂ مباہلہ اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ کسی اور کے متعلق لے کر نازل ہوئے تھے؟ (۲۸)

۸۲۸، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۸، مناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۰۷ ح ۳۵۲، ذخائر العقبی (طبری شافعی) ص ۲۵، ۱۳۸، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص ۱۰۱، ۱۳۵ و ۱۳۶ ط المیمنۃ مصر، مطالب السؤول (ابن طلحۃ شافعی) ج ۱ ص ۲۱ ط نجف، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۹۱، ۹۳ و ۱۴۳ ط الحیدریہ، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۱، مقتل الحسین (خوارزمی حنفی) ج ۱ ص ۱ و ۵۷، تفسیر (طبری) ج ۲۵ ص ۲۵ ط مصطفیٰ الحلبی مصر، المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۷۲، الاتحاف (شبراوی شافعی) ص ۵ و ۱۳، احیاء المیت (سیوطی شافعی) در حاشیۂ الاتحاف (شبراوی) ص ۱۱۰، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۲۴، نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۰۶ ط العثمانیہ مصر، تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۷۲، تفسیر الکشاف (زمخشری) ج ۳ ص ۴۰۲ ط۔ مصطفیٰ محمد، تفسیر (فخر رازی) ج ۲۸ ص ۱۶۶ ط عبد الرحمٰن محمد، تفسیر (بیضاوی) ج ۶ ص ۱۲۳ ط۔ مصطفیٰ محمد مصر، تفسیر (ابن کثیر) ج ۴ ص ۱۱۲، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۷ ص ۱۰۳ و ج ۹ ص ۱۶۸، فتح البیان فی مقاصد القرآن (صدیق حسن خان) ج ۸ ص ۳۷۲، تفسیر (قرطبی) ج ۱۶ ص ۲۲، فتح القدیر (شوکانی) ج ۴ ص ۲۲ ط ۱ مصر، الدر المنثور (سیوطی) ج ۶ ص ۷، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۰۶، ۱۹۴ و ۲۶۱ ط اسلامبول، تفسیر (نسفی) ج ۴ ص ۱۰۵، حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج ۳ ص ۲۰۱ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۲۰ و ج ۲ ص ۱۳ ح ۳۵۹.

(۲۸) رجوع کریں: صحیح (مسلم) کتاب الفضائل باب (فضائل علی بن ابی طالب) ج ۱۵ ص ۱۷۶ ط مصر با شرح نووی، صحیح (ترمذی) ج ۴ ص ۲۹۳ ح ۳۰۸۵ و ج ۵ ص ۳۰۱ ح ۳۸۰۸، شواہد التنزیل (حاکم حسکانی) ج ۱ ص ۱۲۰، ۱۲۹ ح ۱۶۸، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۵، المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۵۰ (باسند صحیح)، تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۵۰ مناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۶۳ ح ۳۱۰، مسند (احمد بن حنبل) ج ۱ ص ۱۸۵ ط المیمنیۃ، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۵۴، ۸۵، ۱۴۲ ط الحیدریہ، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۲۱، ح ۳۰ و ۲۷۱ تفسیر (طبری) ج ۳ ص ۱۹۲ ط المیمنیۃ مصر، الکشاف (زمخشری) ج ۱ ص ۱۹۳ ط مصطفیٰ محمد مصر، تفسیر (ابن کثیر) ج ۱ ص ۳۷۰۔ ۳۷۱، تفسیر (قرطبی) ج ۴ ص ۱۰۴، احکام القرآن (جصاص) ج ۲ ص ۲۹۵۔ ۲۹۶ ط عبد الرحمٰن محمد مصر اسباب النزول (واحدی) ص ۵۹، احکام القرآن (ابن عربی) ج ۱ ص ۱۱۵ ط السعادہ مصر، التسہیل لعلوم التنزیل (کلبی) ج ۱ ص ۱۰۹

کیا اہل بیت علیہم السلام کے علاوہ سورۂ ھل اتیٰ کسی اور کی شان میں قصیدۂ مدحیہ بن کر نازل ہوا ہے۔ خدا کی قسم نہیں. بلکہ یہ تو فقط انہی کے متعلق نازل ہوا ہے؟ (۲۹)

فتح البیان فی مقاصد القرآن (صدیق حسن خان) ج ۲ ص ۲۷، زاد المسیر (ابن جوزی) ج ۱ ص ۳۹۹، فتح القدیر (شوکانی) ج ۱ ص ۳۴۷ ط ۲ مصطفیٰ حلبی مصر، تفسیر (فخر رازی) ج ۸ ص ۸۵ ط البہیہ مصر، جمع الاصول (ابن اثیر) ج ۹ ص ۴۷۰، ذخائر العقبیٰ (محب الدین طبری) ص ۲۵، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۱۴ ط الحیدریہ، الدر المنثور (سیوطی) ج ۲ ص ۳۸۔۳۹، تفسیر (البیضاوی) ج ۲ ص ۲۲ ط افست بیروت بر ط دار الکتب العربیہ مصر، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۶۹، الصواعق المحرقہ (ابن حجر) ص ۲۷، ۸۷ و ۹۳ ط المیمنیہ مصر، تفسیر الخازن (علاء الدین بغدادی) ج ۱ ص ۳۰۲، الاتحاف (شیراوی) ص ۵، معالم التنزیل (بغوی) در حاشیہ تفسیر الخازن (بغدادی) ج ۱ ص ۳۰۲، السیرۃ الحلبیہ (برہان الدین حلبی) ج ۳ ص ۲۱۲ ط البہیہ مصر، السیرۃ النبویہ (زین دحلان) در حاشیہ السیرۃ الحلبیۃ ج ۳ ص ۵، المناقب (خوارزمی) ص ۶۰ و ۹۷، الفصول المہمہ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۱۰، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۶ ص ۲۹۱ ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل، اسد الغابہ (ابن اثر شافعی) ج ۴ ص ۲۶، الاصابہ (ابن حجر عسقلانی) ج ۲ ص ۵۰۹ ط السعادۃ مصر، مرآۃ الجنان (یافعی) ج ۱ ص ۱۰۹، مشکاۃ المصابیح (عمری) ج ۳ ص ۲۵۴، البدایہ والنہایہ (ابن کثیر) ج ۵ ص ۵۴، ط السعادۃ مصر، تفسیر (ابی السعود) در حاشیہ تفسیر (رازی) ج ۲ ص ۱۳۴ ط الدار العامرۃ مصر، تفسیر (الجلالین) ج ۱ ص ۳۳ ط مصر، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹، ۴۴، ۵۱، ۵۲، ۲۳۲، ۲۸۱ و ۲۹۵ ط اسلامبول، الریاض النضرہ (طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۴۸ ط ۲ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۷۸ ح ۳۰۷ و ج ۲ ص ۲۳ ح ۳۶۵ و ص ۲۰۵ ح ۴۸۴، ۴۸۵ و ۴۸۶۔

(۲۹) رجوع کریں:

شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۲۹۸ ح ۱۰۴۲، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۵۱، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، و ۱۰۶۱، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۸۸۔۱۹۴، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۳۴۵۔۳۴۸ ط الحیدریہ، تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی) ص ۳۱۲۔۳۱۷، مناقب (ابن مغازلی) ص ۲۷۲ ح ۳۰۲، نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۰۱ و ۱۰۲ ط العثمانیہ مصر، تفسیر (قرطبی) ج ۱۹ ص ۱۳۰، الکشاف (زمخشری) ج

کیااہل بیت علیہم السلام ہی خدا کی وہ رسی نہیں ہیں جن کے متعلق خدانے فرمایا ہے:

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعاً وَ لاَتفرَّقُوا

تم سب خدا کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور پراکندہ نہ ہو(۳۰)

کیااہل بیت علیہم السلام ہی وہ صادقین نہیں ہیں جن کے متعلق خدانے فرمایا ہے:

وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ

۴ص ۱۹۷ ط مصطفیٰ محمد مصر، روح المعانی (آلوسی) ج۲۹ص ۱۵۷، اسد الغابہ (ابن اثر جزری شافعی) ج ۵ص ۵۳۰ ـ ۵۳۱، اسباب النزول (واحدی) ص ۲۵۱، تفسیر (فخر رازی) ج ۱۳ص ۲۴۳ ط البہیہ مصر، تفسیر (ابی السعود) در حاشیہ تفسیر (رازی) ج ۸ص ۳۹۳ ط الدار العامرۃ مصر، التسہیل لعلوم التنزیل (کلبی) ج ۴ص ۱۶۷، فتح القدیر (شوکانی) ج ۵ص ۳۳۸ ط الحلبی مصر، الدر المنثور (سیوطی) ج ۶ص ۲۹۹، ذخائر العقبیٰ (محبی الدین طبری) ص ۸۸و۱۰۲، العقد الفرید (ابن عبدربہ مالکی) ج ۵ص ۹۶ ط لجنۃ التألیف والنشر مصر، تفسیر الخازن (بغدادی) ج ۷ص ۱۵۹ معالم التنزیل در حاشیہ، تفسیر الخازن (بغدادی)، معالم التنزیل (بغوی) در حاشیہ تفسیر خازن ج ۷ص ۱۵۹، الاصابہ (ابن حجر) ج ۴ص ۳۸۷ ط السعادۃ مصر، تفسیر (البیضاوی) ج ۴ص ۲۳۵ ط مصطفیٰ محمد، اللآلی المصنوعہ (سیوطی) ج ۱ص ۳۷۰، تفسیر (النسفی) ج ۴ص ۳۱۸، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۳و۲۱۲ ط اسلامبول، نوادر الاصول (حکیم ترمذی) ص ۶۴، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ص ۲۷۶ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری شافعی) ج ۲ص ۲۷۴و۳۰۲ ط وفرائد السمطین (حموینی شافعی) ج ۱ص ۵۳ ح ۳۸۳.

(۳۰) سورۂ آل عمران (۳) آیہ ۱۰۳.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ص ۱۳۰ ح ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر ہیثمی شافعی) ص ۹۰ ط المیمنیہ مصر، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۹، ۲۷۴و۲۹۷ ط اسلامبول، الاتحاف بحب الاشراف (شبراوی شافعی) ص ۷۶، روح المعانی (آلوسی) ج ۴ص ۱۶، نورالابصار (شبلنجی) ص ۱۰۱ ط العثمانیہ و اسعاف الراغبین (صبان شافعی) ص ۱۰۰ ط العثمانیہ.

سچوں کے ساتھ ہو جاؤ (۳۱)

کیا اہل بیت علیہم السلام ہی وہ خدا کی راہ نہیں جس کے متعلق خدا نے فرمایا ہے:

وَ اَنَّ هٰذا صِرَاطِی مُسْتَقِیماً فَاتَّبِعُوهُ

یہ میری راہ راست ہیں انہی کی اتباع کرو (۳۲)

کیا اہل بیت علیہم السلام ہی خدا کا وہ واحد راستہ نہیں جس کے متعلق خدا نے امتِ اسلام کو حکم دیا:

وَلاتَتَّبِعُوا السُبُل فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ

اہل بیت علیہم السلام کو چھوڑ کر دوسری راہیں اختیار نہ کرو تا کہ کہیں اصلی راستہ ہی سے جدا نہ ہو جاؤ۔ (۳۳)

کیا اہل بیت علیہم السلام ہی وہ اولی الامر نہیں جن کے متعلق خدا نے فرمایا ہے:

يَـا اَيُّها الَّذِينَ اٰمَنُوا اَطِيعُوا اللهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُم.

---

(۳۱) سورہ توبہ (۹) آیہ ۱۱۹.

رجوع کریں شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج۱ص ۲۵۹ ح ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۵ و ۳۵۶، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۳۶ ط الحیدریہ، ترجمۂ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۲۱ ح ۹۲۳، تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی حنفی) ص ۱۶، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۹۸، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۹۱، فتح القدیر (شوکانی) ج ۲ ص ۴۱۴، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص ۹۰ ط المیمنیۃ مصر، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۶ و ۱۱۹ ط اسلامبول، الدرّ المنثور (سیوطی شافعی) ج ۳ ص ۳۹۰، روح المعانی (آلوسی) ج ۱۱ ص ۴۱ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۱۴ ح ۲۵۰ و ص ۳۷۰ ح ۲۹۹ و ۳۰۰.

(۳۲ و ۳۳) سورۂ انعام (۶) آیہ ۱۵۳.

رجوع کریں: ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۱ ط اسلامبول.

اے ایماندارو! خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور تم میں سے جو اولی الامر ہیں ان کی اطاعت کرو۔ (۳۴)

کیا اہل بیت علیہم السلام ہی وہ صاحبانِ ذکر نہیں جن کے متعلق خدا نے فرمایا ہے:

فَاسْأَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُونَ

اگر تم نہیں جانتے تو صاحبانِ ذکر سے پوچھو (۳۵)

کیا اہل بیت علیہم السلام ہی وہ مومنین نہیں جن کے متعلق خدا کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ

جو شخص ہدایت کا راستہ واضح ہو جانے کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کرے گا اور مومنین کا راستہ چھوڑ کر دوسری راہ چلے گا ہم اس کو اس کی روگردانی کا مزا چکھائیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے۔ (۳۶)

---

(۳۴) سورۂ نساء (۴) آیہ ۵۹.

رجوع کریں: ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۴ و ۱۱۷ ط اسلامبول، شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۱۴۸ ح ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، تفسیر (فخر رازی) ج ۳ ص ۳۵۷ و فرائد السمطین (حموینی شافعی) ج ۱ ص ۳۱۴ ح ۲۵۰.

(۳۵) سورۂ نحل (۱۶) آیہ ۴۳ و سورۂ انبیاء (۲۱) آیہ ۷.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۳۳۴ حدیث ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۴۶ و ۱۱۹ ط اسلامبول، تفسیر (قرطبی) ج ۱۱ ص ۲۷۲، تفسیر (طبری) ج ۱۴ ص ۱۰۹، تفسیر (ابن کثیر) ج ۲ ص ۵۷۰ و روح المعانی (آلوسی) ج ۱۴ ص ۱۳۴.

(۳۶) سورۂ نساء (۴) آیہ ۱۱۵.

رجوع کریں: تفسیر (علی بن ابراہیم قمی) ج ۱ ص ۱۵۲ ط نجف والبرہان فی تفسیر القرآن ج ۲ ص ۴۱۵ ط تہران.

کیا اہل بیت علیہم السلام ہی وہ ہادی نہیں جن کے متعلق خدا نے فرمایا ہے:

اِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَ لِكُلِّ قَوْمٍ هَاد

اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم ڈرانے والے ہو اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔(۳۷)

اور کیا اہل بیت علیہم السلام ہی وہ لوگ نہیں جن پر خدا نے اپنی نعمتیں نازل کیں اور جن کے متعلق خداوند عالم نے سورہ فاتحہ (جسکا ایک نام سبع المثانی اور قرآن عظیم بھی ہے) میں ارشاد فرمایا ہے:

اِهدِنَا الصِّرَاطَ المُستَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ اَنعَمْتَ عَلَيْهِم

خداوندا ہمیں راہ راست کی ہدایت کر ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے اپنی نعمتیں نازل فرمائیں۔(۳۸)

---

(۳۷) رعد (۱۳) آیۂ ۷۔ رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۲۹۳۔۳۰۳، ۳۹۸ تا ۴۱۶، تک کی احادیث۔ کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۳۳ ط الحیدریہ، تفسیر (طبری) ج ۱۳ ص ۱۰۸، تفسیر (ابن کثیر) ج ۲ ص ۵۰۲، تفسیر (شوکانی) ج ۳ ص ۷۰، تفسیر (فخر رازی) ج ۵ ص ۲۷۱ ط دار الطباعۃ العامرۂ مصر، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۱۵ ح ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۴۱۶، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۰۷، المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۹۔۱۳۰، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۱ ط العثمانیہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۹، ۱۰۴ ط اسلامبول، الدر المنثور (سیوطی) ج ۴ ص ۴۵، زاد المسیر (ابن جوزی حنبلی) ج ۴ ص ۳۰۷، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۹۰، فتح البیان (صدیق حسن خان) ج ۵ ص ۷۵، روح المعانی (آلوسی) ج ۱۳ ص ۹۷ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۴۸.

(۳۸) سورۂ حمد (۱) آیۂ ۶۔ رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۵۷ ح ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، و ۱۰۵، الاتحاف بحب الاشراف (شبراوی) ص ۷۶ و کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۶۲ ا ط الحیدریہ.

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِینَ اَنْعَمَ اللہُ عَلَیْھِم مِنَ النَّبِیینَ وَالصِّدِّیقِینَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِین

اور وہ مومنین ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے، انبیاء، صدقاء، شھداء اور صالحین میں سے جن پر خدا نے اپنی نعمت نازل کی ہے۔ (۳۹)

کیا خداوند عالم نے انھیں کے لیے ولایت عامہ قرار نہیں دی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ولایت کا انحصار انھیں میں نہیں کر دیا۔ اس آیت کو پڑھیے:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ وَرَسُولُہُ وَالَّذِینَ آمَنُوا الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤتُونَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُونَ. (۴۰)

اے لوگو! تمھارا ولی خدا ہے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وہ لوگ جو ایمان

---

(۳۹) سورۂ نساء (۴) آیہ ۶۹.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۱۵۳ ح ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸ و ۲۰۹.

(۴۰) سورۂ مائدۂ (۵) آیات ۵۵۔۵۶.

تمام مفسرین کا اجماع و اتفاق ہے کے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب آپ نے حالتِ رکوع میں سائل کو صدقہ دیا۔ رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۱۶۱۔۱۸۴ ح ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰ و ۲۴۱، ترجمۃ الامام علی بن ابیطالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۰۹ ح ۹۰۸ و ۹۰۹ ط ۱ اسباب النزول (واحدی) ص ۱۱۳، ۱۱۴، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۲۸، ۲۵۰ و ۲۵۱ ط الحیدریہ، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۱۱ ح ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷ و ۳۵۸، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۵ ط اسلامبول، الکشاف (زمخشری) ج ۱ ص ۶۲۴ ط مصطفیٰ محمد مصر، تفسیر (طبری) ج ۶ ص ۲۸۸ و ۲۸۹۔ اس کے علاوہ حاشیہ ۱۳۰ دیکھیں۔

لائے، جونماز قائم کرتے ہیں اور حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

اور کیا خدا نے مغفرت کو مختص نہیں کر دیا صرف ان لوگوں کے ساتھ جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور عمل صالح کریں اور ساتھ ساتھ ولایت آل محمد ﷺ کی طرف ہدایت پائے جیسا کہ خداوند عالم نے فرمایا ہے:

اِنّی لغفّار لِمَن تابَ وَ آمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحاً ثُمَّ اهْتَدیٰ

بے شک میں بخشنے والا ہوں اس کو جو توبہ کرے ایمان لائے اور عمل صالح کرے پھر ہدایت یافتہ بھی ہو۔(۴۱)

کیا انھیں کی ولایت وہ امانت نہیں جس کے متعلق خداوند عالم کا ارشاد ہے:

اِنّا عَرَضْنَا الاَمَانَةَ عَلی السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وَ الجِبَالِ فَاَبینَ اَن یَحْمِلْنَهَا وَ اَشفَقنَ مِنْهَا وَ حَمَلَهَا الِانسَانُ اِنَّهُ کَانَ ظَلُوماً جَهُولاً

ہم نے امانت کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے خائف ہوئے اور انسان نے اٹھالیا اور وہ تو ظالم و جاہل ہے۔(۴۲)

---

(۴۱) سورۂ طٰہ (۲۰) آیہ ۸۲۔ رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۳۷۵ ح ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص ۹۱ ط المیمنیۂ مصر، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۸۶، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۰ ط اسلامبول۔

(۴۲) سورۂ احزاب (۳۳) آیہ ۷۲۔ رجوع کریں: تفسیر صافی (فیض کاشانی) ج ۲ ص ۳۶۹، تفسیر (علی بن ابراہیم قمی) ج ۲ ص ۱۹۸ و غایۃ المرام (علامۂ بحرانی) ص ۳۹۶ ط ایران۔

کیا اہل بیت علیہم السلام ہی صلح وسلامتی نہیں جس میں داخل ہونے کا خداوند عالم نے حکم دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

یَـا اَیُّهَـا الَّـذِیـنَ آمَـنُـوا اُدخُـلُوا فِی السِّلمِ کَـافَةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُواتِ الشَّیطَان

اے لوگو! سب کے سب سلامتی میں داخل ہو جاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ (۴۳)

کیا اہل بیت علیہم السلام ہی وہ نعمتِ خداوند عالم نہیں جس کے متعلق ارشادِ الٰہی ہے:

ثُمَّ لَتُسأَلُنَّ یَومَئِذٍ عَنْ النَّعِیمِ

تم سے قیامت والے دن یقیناً اس نعمت کا سوال کیا جائے گا۔ (۴۴)

کیا حضرت سرور کائنات کو اسی نعمت کے پہنچانے کی تاکید نہیں کی گئی تھی؟ اور اتنی سختی سے نہیں کہا گیا تھا جو دھمکی کے مشابہ تھا؟ جیسا کہ آیت کا انداز بھی بتا رہا ہے۔

یَـا اَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغ مَا اُنْزِلَ اِلَیکَ مِن رَّبِکَ وَ اِنْ لَمْ تَفعَلْ فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِن النَّاسِ

اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چیز کو پہنچا دو جو تم پر تمھارے پروردگار کی جانب سے نازل ہوئی اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا تم نے کارِ رسالت انجام ہی

---

(۴۳) سورۂ بقرہ (۲) آیہ ۲۰۸. رجوع کریں: ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۱ ط اسلامبول.

(۴۴) سورۂ تکاثر (۱۰۲) آیہ ۸.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۳۶۸ ح ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲ و ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۱ ط اسلامبول.

نہیں دیا۔ تم ڈرو نہیں خدا تمھیں لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ (۴۵)

کیا اسی کے پہنچانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر کے دن مجبور نہیں کیے گئے؟ اور انہوں نے با آواز بلند سب لوگوں تک آسان الفاظ میں اس مطلب کی وضاحت نہ کی تھی!؟ اور جب آپ اہتمام کے ساتھ اس فریضہ کو انجام دے چکے تو خداوند عالم کی جانب سے اسی دن یہ تہنیت نامہ نازل ہوا:

اَلْیَومُ اَکْمَلْتُ لَکُم دِینَکُم وَ اَتمَمتُ عَلَیکُم نِعمَتِی وَرَضِیتُ لَکُم اِلاسلَامَ دِیناً

آج کے دن ہم نے تمھارے دین کو مکمل کیا تم پر اپنی نعمتوں کو تمام کیا اور تمھارے لیے دین اسلام کو پسند کیا۔ (۴۶)

کیا آپ کو علم نہیں کہ اس دن جس نے حضرت کی ولایت سے علانیہ انکار کیا تھا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جھگڑا کرتے ہوئے کہا تھا:

خداوندا اگر یہ سب کچھ حق ہے اور تیری جانب سے ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا اور مجھے دردناک عذاب پہنچا۔

اس وقت خداوند عالم نے اس پر ایک آسمانی پتھر پھینکا جیسی اصحابِ فیل کو سزا دے چکا تھا اس کو بھی ویسی سزا دی اور اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

سَألَ سَائِلٌ بِعَذابٍ وَاقِعٍ لِلکافِرِینَ لَیسَ لَهُ دَافِعٌ

---

(۴۵) سورۂ مائدہ (۵) آیہ ۶۷.

اس نکتہ کی طرف حاشیہ نمبر ۲۱۶ میں اشارہ ہوا ہے، اسے بھی ملاحظہ فرمائیں.

(۴۶) سورۂ مائدہ (۵) آیہ ۳.

اس نکتہ کی طرف حاشیہ نمبر ۲۱۷ میں اشارہ ہوا ہے، اسے بھی ملاحظہ فرمائیں.

ایک مانگنے والے نے عذاب کو مانگا کہ کافر جسکا دفاع نہ کر سکتے تھے .اور
جس عذاب کو دفع کرنے والا کوئی نہیں (۴۷)

اور جلد ہی لوگوں سے ان حضرات کی ولایت کے متعلق پوچھ گچھ کی جائے گی جیسا کہ آیہ:

وَقِفُوهُم اِنَّهُم مَسئُولُونَ

ٹھہراؤانھیں ان سے سوال کیا جائے گا۔ (۴۸)

کی تفسیر ہے اور یہ باعث تعجب بھی نہیں ہے کیونکہ ان کی ولایت ان چیزوں میں سے ہے جن کی

---

(۴۷) سورۂ معارج (۷۰) آیات ۱۔۳.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۲۸۶ ح ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۳ و ۱۰۳۴، السیرۃ الحلبیۂ (علی بن برہان الدین حلبی) ج ۳ ص ۲۷۵ ط البہیہ مصر ۱۳۲۰ھ، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۳۰، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۹۳، الفصول المہمۂ (ابن صباغ مالکی) ص ۲۵، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۱ ط العثمانیۂ مصر، ینابیع المودۂ (قندوزی حنفی) ص ۲۷۴ ط اسلامبول، تفسیر (ابی السعود) در حاشیۂ تفسیر (رازی) ج ۸ ص ۲۹۲ ط دار الطباعہ العامرۂ مصر، تفسیر (القرطبی) ج ۱۸ ص ۲۷۸، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۸۲، الغدیر (علامۂ امینی) ج ۱ ص ۲۳۹۔۲۶۷ از: السراج المنیر (شربینی شافعی) ج ۴ ص ۳۶۴، فیض القدیر فی شرح الجامع الصغیر (مناوی) ج ۶ ص ۲۱۸، نزھۃ المجالس (صفوری) ج ۲ ص ۲۴۲، شرح الجامع الصغیر (سیوطی) ج ۲ ص ۳۸۷، شرح المواہب اللدنیۂ (زرقانی مالکی) ج ۷ ص ۱۳، تفسیر المنار (محمد عبدہ ج ۶ ص ۴۶۴ وغیرہ.

(۴۸) سورۂ صافات (۳۷) آیہ ۲۴.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۱۰۶ ح ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸ و ۷۸۹، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۴۷ ط الحیدریہ، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۰۹، تذکرہ الخواص (سبط بن جوزی) ص ۱۷، ینابیع المودۂ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۲، ۱۱۴، ۲۷۰ و ۲۹۵ ط اسلامبول، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۹۵، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص ۸۹ ط المیمنۂ مصر، روح المعانی (آلوسی) اسی آیت کی تفسیر میں، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۷۹.

تبلیغ کے لیے خداوند عالم نے انبیاء مبعوث کیے۔ انبیاء واوصیاء کے ذریعے اپنی حجتیں قائم کیں، جیسا کہ آیہ:

وَاسأَل مَن اَرْسَلنَا مِن قَبلِکَ مِنْ رُسُلِنَا ہمارے ان رسولوں سے پوچھو جنھیں ہم نے تم سے پہلے بھیجا تھا (۴۹) کی تفسیر میں علما نے صراحت فرمائی ہے بلکہ ان کی ولایت کا تو خداوند عالم نے روزِ (الست) سے عہد و پیمان لیا، جیسا کہ:

واِذ اَخَذَ رَبُّکَ مِنْ بَنِی آدَمَ مِن ظُهُورِ هِم ذُرِّيَتَهُم وَأشهَدهم عَلٰى اَنفُسِهِم اَلَسْتُ بِرَبِّکُم . قَالُوا بَلٰى

جب تمھارے پروردگار نے فرزندان آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو لے کر انہیں خود ان کے اوپر گواہ بنا کر پوچھا کہ کیا میں تمھارا پروردگار نہیں ہوں تو سب نے کہا بیشک (۵۰)

فَتَلَقّٰى اٰدَمَ مِن رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيهِ کی تفسیر بتاتی ہے۔ انھیں ذواتِ مقدسہ کا وسیلہ حاصل کر کے آدم نے وہ کلمات سیکھے جن کے

---

(۴۹) سورۂ زخرف (۴۳) آیہ ۴۵۔

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۱۵۶ ح ۸۵۵، ۸۵۶ و ۸۵۷، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۲۲۰، ترجمۃ الامام علی ابن ابیطالب از تاریخ (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۹۷ ح ۵۹۹ وفرائد السمطین (حموینی) ج ا ص ۸۱۔

(۵۰) سورہ اعراف (۷) آیہ ۱۷۲۔

رجوع کریں: الاکلیل (سیوطی) ص ۸۹ ط مصر، تفسیر (فرات بن ابراہیم کوفی) ص ۴۸ و احقاق الحق (تستری) ج ۳ ص ۳۰۷ ط تہران۔

ذریعے ان کی توبہ قبول ہوئی۔(۵۱)

یہی وہ حضرات ہیں جن کی وجہ سے خداوند عالم نے فرمایا

وَ مَا كَانَ اللهُ لِيُعَذِبَهُم وَاَنتَ فِيهِم

اے پیغمبر اللہ ان پر اس وقت تک عذاب نہ کرے گا جب تک آپ ان کے درمیان موجود ہیں۔(۵۲)

یہ زمین والوں کے لیے جائے پناہ اور خدا تک پہنچنے کا ذریعہ و وسیلہ ہیں(۵۳)

یہی وہ لوگ ہیں جن سے حسد کیا گیا اور خداوند عالم نے ان کے بارے میں فرمایا:

اَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلىٰ ما اٰتٰهم الله مِن فَضْلِه.

یہ لوگ ہمارے ان مخصوص لوگوں سے کیوں حسد کرتے ہیں جن کے

---

(۵۱) سورۂ بقرہ (۲) آیہ ۳۷.

رجوع کریں: مناقب علی ابن ابی طالب (ابن مغازلی شافع) ص ۶۳ ح ۸۹ ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۷ و ۲۳۹ ط اسلامبول، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۱ ص ۴۱۹ والدرّ المنثور (سیوطی شافعی) ج ۱ ص ۶۰.

(۵۲) سورۂ انفال (۸) آیہ ۳۳.

رجوع کریں: مناقب علی ابن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۶۳ ح ۸۹، ینابیع المودۃ (قندوزی) حنفی ص ۹۷ و ۲۳۹ ط اسلامبول، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیہ مسند (احمد بن جنبل) ج ۴۸۹ والدرّ المثور (سیوط شافعی) ج ۱ ص ۶۰.

(۵۳) اس مطلب کیلئے حاشیہ نمبر ۱۰ ملاحظہ فرمائیں.

دامن میں ہم نے اپنے فضل سے نعمتیں بھردی ہیں (۵۴)

یہی علم میں راسخ حضرات ہیں جن کے متعلق خدوندعالم نے فرمایا:

وَالرَّاسِخُونَ فِي العِلْمِ يَقُولُونَ امنّا.

علم میں پختہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔(۵۵)

یہی وہ اعراف کے رجال ہیں جن کے متعلق خداوند عالم کا ارشاد ہے:

وَعَلى الاَعرافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ.

اعراف پر ایسے مرد ہوں گے جو ہر شخص کو اس کی پیشانی سے پہچان لیں گے خواہ وہ بہشتی ہو یا جہنّمی۔(۵۶)

---

(۵۴) سورۂ نساء (۴) آیۂ ۵۴ رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج۱ ص۱۴۳ ح ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷ و ۱۹۸، مناقب الامام علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۶۷ ح ۳۱۴، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۲۱، ۲۷۴ و ۲۹۸ ط اسلامبول، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص۹۱ ط المیمنیۂ مصر، نورالابصار (شبلنجی) ص۱۰۱ ط العثمانیہ، اسعاف الراغبین (صبّان شافعی) در حاشیۂ نورالابصار (شبلنجی) ص ۱۰۰ ط العثمانیہ و الاتحاف بحبّ الاشراف (شبراوی شافعی) ص۷۶.

(۵۵) سورۂ آل عمران (۳) آیۂ ۷.

رجوع کریں: تفسیر (علی بن ابراہیم قمی) ج۱ ص۹۶.

(۵۶) سورۂ اعراف (۷) آیۂ ۴۶.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج۱ ص۱۹۸ ح ۲۵۶، ۲۵۷ و ۲۵۸ ط بیروت، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص۱۰۲ ط اسلامبول، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص۱۰۱ ط المیمنیۂ، تفسیر (القرطبی) ج۷ ص۲۱۲ و فتح القدیر (شوکانی) ج۲ ص۲۰۸.

یہی رجال صدق ہیں جن کے متعلق ارشاد ہوا:

مِنَ الْمُؤ مِنِینَ رِجَال صَدَقُوا مَا عَاهَدُ وا الله علیه فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰی نَحبَه وَ مِنْهُمْ مَنْ یَنْتَظِرُ و مَا بَدَّلُوا تَبْدِیلاً

ایمانداروں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ جنھوں نے خدا سے جان نثاری کا جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جو مر کر اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں سے بعض حکم خدا کے منتظر بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات ذرا بھی نہیں بدلی۔ (۵۷)

یہی وہ رجال تسبیح ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

یُسَبِّحُ لَه فِیهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَاتُلْهِیهِم تِجَارَةٌ وَلَا بَیعٌ عَنْ ذِكْرِ الله وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَاِیتَاءِ الزَّكٰوةِ یَخَافُونَ یَوْماً تَتَقَلَّبُ فِیهِ الْقُلُوبُ وَالْاَبْصَارُ

ان گھروں میں خداند عالم کی تسبیح کیا کرتے ہیں صبح و شام ایسے مرد جنھیں خرید و فروخت خدا کے ذکر اور نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے سے غافل

---

(۵۷) سورۂ احزاب (۳۳) آیۂ ۲۳.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۶۲۷ و ۶۲۸، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۴۹ ط الحیدریہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۶ ط اسلامبول، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۹۷ ط الحیدریہ، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۱۷، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۱۶، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص ۸۰ ط المیمنیہ، نور الابصار (شبلنجی) ص ۹۷ ط العثمانیہ، تفسیر الخازن (علاء الدین بغدادی) ج ۵ ص ۲۰۳ و معالم التنزیل (بغوی شافعی) در حاشیۂ تفسیر الخازن (بغدادی) ج ۵ ص ۲۰۳.

نہیں کرتی یہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی۔(۵۸)

انھیں کا گھر وہ گھر ہے جس کا ذکر خداوند عالم نے ان شاندار الفاظ میں فرمایا:

فِی بُیُوتٍ اَذِنَ اللہ اَنْ تُرفَع وَیُذکر فِیهَا اسمُهٗ

وہ گھر جنہیں اللہ نے بلند مرتبہ ہونے کی اجازت دی ہے اور اپنے نام کی یاد آوری نصیب فرمائی ہے۔(۵۹)

خداوند عالم نے آیت نور میں (مَثَلُ نُورِهٖ کَمِشکوٰةٍ فِیها) انھیں کے مشکوٰۃ کو اپنے نور کی مثال قرار دیا ہے (۶۰)۔اور فرمایا: **وَلَه المَثَل الاَعلیٰ فِی السّموٰتِ وَالاَرضِ وَهُوَ العَزِیزُ الحَکِیم**

اور اس کے تو زمین و آسمان میں بلند تر نمونے ہیں۔وہ بڑی قوت و حکمت والا ہے۔(۶۱)

مزید فرمایا **وَالسّابِقُونَ السّابِقُونَ اُولئِکَ المُقَرَبُون،اُولئِکَ هُم الصّدّیقُون وَالشُهَداء عِندَ رَبّهم**

(۵۸و۵۹) سورۂ نور (۲۴) آیات ۳۶۔۳۷.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ص ۴۰۹ ح ۵۶۶، ۵۶۷ و۵۶۸ الدر المنثور (سیوطی) ج ۵ص ۵۰ و روح المعانی (آلوسی) ج ۱۸ص ۱۵۷.

(۶۰) سورۂ نور (۲۴) آیہ ۳۵.

رجوع کریں: مناقب علی ابن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۱۶ ح ۳۶۱.

(۶۱) سورۂ روم (۳۰) آیہ ۲۷.

یہی سبقت کرنے والے اور یہی مقربان بارگاہ خداوندی ہیں (۶۲)

اور یہی اللہ کے نزدیک صدیقین اور شہداء ہیں۔(۶۳)

اس آیت میں خدا بھی انھیں کے متعلق اور انھیں کے دوستوں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے:

وَمِمَّنْ خَلَقنَا اُمَّة یّهدُونَ بِالحَقِّ وَبِه یَعْدِلُونَ

اور ہماری مخلوقات میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دین حق کی ہدایت

کرتے ہیں اور انصاف بھی کرتے ہیں۔(۶۴)

اس آیت میں ان کی جماعت اور دشمنوں کی جماعت کے متعلق ارشاد ہوا:

لَایَستَوِی اصحَابُ النَّارِ وَاَصحَابُ الجَنَّةِ. اَصْحَابُ الجَنَّةِ

---

(۶۲) سورۂ واقعہ (۵۶) آیات ۱۰۔۱۱.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۲۱۳ ح ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰ و ۹۳۱، مناقب علی ابن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۲۰ ح ۳۶۵، تذکرة الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۱۷، الدر منثور (سیوطی) ج ۶ ص ۱۵۴، الصواعق المحرقہ (ابن حجر شافعی) ص ۴۷ طالمیمینہ، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۶۰ و ۱۱۵ ط اسلامبول، العقد الفرید (ابن عبدربہ مالکی) ج ۵ ص ۹۴ ط ۲، فتح البیان (صدیق حسن خان) ج ۹ ص ۲۵۴، تفسیر (ابن کثیر) ج ۴ ص ۲۸۳، روح المعانی (آلوسی) ج ۲۷ ص ۱۱۴ و البدایة والنہایة (ابن کثیر) ج ۱ ص ۲۳۱. نیز حاشیہ نمبر ۱۷۹ بھی ملاحظہ فرمائیں

(۶۳) سورۂ حدید (۵۷) آیہ ۱۹.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۲۲۳ ح ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱ و ۹۴۲. نیز حاشیہ نمبر ۱۸۰ بھی ملاحظہ فرمائیں.

حضرت علی علیہ السلام کے صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہونے کے ثبوت کیلئے حاشیہ نمبر ۲۹۹ اور اسکا متن ملاحظہ فرمائیں.

(۶۴) سورۂ اعراف (۷) آیہ ۱۸۱. رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۲۰۴ ح ۲۶۶ و ۲۶۷.

هُمُ الفَائِزُونَ

جہنم والے اور جنت والے دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جنت والے ہی تو کامیاب ہیں۔(۶۵)

نیز انھیں حضرات کے دوستوں اور دشمنوں کے متعلق یہ بھی ارشاد ہوا:

اَمْ نَجعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالمُفسِدِينَ فِي الاَرْضِ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالفُجَّار

کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا ان لوگوں جیسا قرار دیں گے جو زمین میں فساد پھلانے والے ہیں یا ہم نیکوکار و پرہیز گار بندوں کو بدکاروں جیسا قرار دیں گے۔(۶۶)

انھیں دونوں جماعتوں کے متعلق ارشاد خداوند عالم ہوا:

اَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اِجتَرَحُوا السّياتِ ان نَجعَلَهُم كَالّذِين آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَواءً مَحْيَاهُم وَمَمَاتُهُم سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

جولوگ بُرے کام کیا کرتے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان لوگوں کے برابر قرار دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کرتے رہے اور ان

---

(۶۵) سورۂ حشر (۵۹) آیہ ۲۰. رجوع کریں: تفسیر (فرات کوفی) ص ۱۸۱.

(۶۶) سورۂ ص (۳۸) آیہ ۲۸.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۱۱۳ ح ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، و ۸۰۴، اور روح المعانی (آلوسی) ج ۲۳ ص ۱۷۱.

سب کا جینا مرنا ایک جیسا ہوگا۔ یہ لوگ کیا بُرے حکم لگاتے ہیں۔(٦٧)

انھیں کے متعلق اور ان کے شیعوں کے متعلق خداوند عالم کا ارشاد ہے:

اِنَّ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰالِحَاتِ اُولٰئِکَ هُم خَیرُ البَرِیَّةِ

بہ تحقیق وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح کیا وہی بہترین مخلوق ہیں۔(٦٨)

انھیں کے متعلق اور انھیں کے دشمنوں کے متعلق خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

هٰذَانِ خَصمَانِ اِختَصَمُوا فِی رَبِّهِم فَالَّذِینَ کَفَرُوا قُطِّعَت

---

(٦٧) سورۂ جاثیہ (٤٥) آیہ ٢١.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ٢ ص ١١٤ ح ٨٠١ و ص ١٦٨ ح ٨٧٢، ٨٧٣، ٨٧٤، ٨٧٥، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ٢٤٧ ط الحیدریہ، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ١٧، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ١٩٥ و تفسیر (فخر رازی) ج ٧ ص ٤٨٦.

(٦٨) سورۂ بیّنہ (٩٨) آیہ ٧.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ٢ ص ٣٥٦ ـ ٣٦٦ ح ١١٢٦، ١١٢٧، ١١٢٨، ١١٢٩، ١١٣٠، ١١٣١، ١١٣٢، ١١٣٣، ١١٣٤، ١١٣٥، ١١٣٧، ١١٣٩، ١١٤٠، ١١٤١، ١١٤٢، ١١٤٣، ١١٤٤، ١١٤٥، ١١٤٦، ١١٤٧ و ١١٤٨، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ٢٤٤، ٢٤٥، ٢٤٦ ط الحیدریہ، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ٦٢ و ١٨٧، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ١٠٧، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ٩٢، ترجمہ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ٢ ص ٤٤٢ ح ٩٥١، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ٦٢، ٢٤٧، و ٢٧٠ ط اسلامبول، نور الابصار (شبلنجی) ص ٧٠ و ١٠١ ط العثمانیۃ مصر، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص ٩٦ ط المیمنیۃ مصر، الدرّ المنثور (سیوطی) ج ٦ ص ٣٧٩، تفسیر (طبری) ج ٣٠ ص ١٤٦ ط المیمنۃ مصر، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ١٨، فتح القدیر (شوکانی) ج ٥ ص ٤٧٧، روح المعانی (آلوسی) ج ٣٠ ص ٢٠٧ و فرائد السمطین (حموینی) ج ١ ص ١٥٦.

لَهُم ثِیَاب مِن نَارٍ یُصَبُّ مِن فَوقِ رَؤُوسِهِمُ الحَمِیمُ

یہ دونوں مومن وکافر دو فریق ہیں جو آپس میں اپنے پروردگار کے بارے میں لڑتے ہیں پس جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے یہ آتشیں لباس کاٹا جائے گا اوران کے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائے گا۔(۶۹)

انھیں کے بارے میں اورانھیں کے دشمنوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

اَفَمَن کَانَ مُؤمِناً کَمَنْ کَانَ فَاسِقاً لایَستَوُنَ اَمَّا الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُم جَنّٰتِ المأوٰی نُزُلا بِمَا کَانُوا یَعمَلُونَ وَاَمَّا الَّذِینَ فَسقُوا فَمأوِیهُمُ النَّارُ کُلَّمَا اَرَادُو اَن یَخرُجُوا مِنها اُعِیدُوا فِیهَاوَقِیلَ لَهُم ذُوقُوا عَذابَ النَّارِ الَّذِی کُنْتُمْ بِه تُکَذِّبُونَ

---

(۶۹) سورہ حج (۲۲) آیہ ۱۹

رجوع کریں: صحیح (بخاری) کتاب التفسیر، باب تفسیر سورۃ الحج ج ۳ ص ۱۱۶ ط الخیریہ مصر، شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۳۸۶ ح ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۸، و ۵۴۲، صحیح (مسلم) کتاب التفسیر ج ۸ ص ۲۴۵ ط محمد علی صبیح مصر، المستدرک (حاکم نیشابوری) ج ۲ ص ۳۸۶ (باسند صحیح)، تلخیص المستدرک (ذہبی) درذیل المستدرک (باسند صحیح)، مناقب علی بن ابیطالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۶۴ ح ۳۱۱، الدرّ المنثور (سیوطی) ج ۴ ص ۳۴۸، اسباب النزول (واحدی) ص ۱۷۶، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۹۳، فتح القدیر (شوکانی) ج ۳ ص ۴۴۳ و ۴۴۴ ط ۲، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص ۷۶ ط المیمنیۃ مصر، تفسیر (فخر رازی) ج ۲۳ ص ۲۹ ط البہیۃ مصر، تفسیر (قرطبی) ج ۱۲ ص ۲۵ و ۲۶، تفسیر (ابن کثیر) ج ۳ ص ۲۱۲، ذخائر العقبی (محبّ الدین طبری شافعی) ص ۸۹، الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۰۷ ط الخانجی مصر، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۱ ص ۴۶۳ و اسباب النزول (سیوطی) درحاشیۂ تفسیر (الجلالین) ص ۴۴۲ ط بیروت.

آیا وہ شخص جو ایمان والا ہو فاسق جیسا ہو سکتا ہے؟ پس وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل صالح کیا ان کے لیے جنات ماؤی ہیں وہاں وہ فروکش ہوں گے، یہ ان کے اعمال خیر کا صلہ ہے اور جو لوگ فاسق ہیں ان کا ٹھکانا جہنم ہے جب وہ اس سے نکلنا چاہیں گے تو دوبارہ اسی جہنم میں پلٹا دیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ اس آتش جہنم کا مزہ چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔(۷۰)

انھیں حضرات کے متعلق جنھوں نے جب حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد

---

(۷۰) سورۂ سجدہ (۳۲) آیات ۱۸۔۲۰.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۴۴۵۔۴۵۳ ح ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲ و ۶۲۶، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۲۴ ح ۳۷۰ و ۳۷۱، تفسیر (طبری) ج ۲۱ ص ۱۰۷، الکشاف (زمخشری) ج ۳ ص ۲۴۵ ط مصطفیٰ محمد مصر، تفسیر (قرطبی) ج ۱۴ ص ۱۰۵، فتح القدیر (شوکانی) ج ۴ ص ۲۵۵، تفسیر (ابن کثیر) ج ۳ ص ۴۶۲، اسباب النزول (واحدی) ص ۲۰۰، اسباب النزول (سیوطی) درحاشیۂ تفسیر (الجلالین) ص ۵۵۰ ط بیروت، احکام القرآن (ابن عربی) ج ۳ ص ۱۴۸۹ ط ۲ عیسی الحلبی، شرح نہج البلاغۂ (ابن ابی الحدید) ج ۱۷ ص ۲۳۸ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۱۴۰ ط الحیدریہ، الدر المنثور (سیوطی) ج ۵ ص ۱۷۸، ذخائر العقبی (طبری شافعی) ص ۸۸، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۹۷، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۹۲، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۲۰۷، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۱۲ ط اسلامبول، زاد المسیر (ابن جوزی حنبلی) ج ۶ ص ۳۴۰، انساب الاشراف (بلاذری) ج ۲ ص ۱۴۸ ح ۱۵۰، تفسیر الخازن (علاء الدین بغدادی) ج ۳ ص ۴۷۰ و ج ۵ ص ۱۸۷، السیرۃ الحلبیۂ (علی بن برہان الدین حلبی) ج ۲ ص ۷۶ ط البہیۂ مصر، تخریج الکشاف (ابن حجر عقلانی) درذیل الکشاف (زمخشری) ج ۳ ص ۵۱۴ ط بیروت والریاض النضرۃ (طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۷۳ ط ۲.

حرام کو آباد کرنے پر فخر ومباہات کیا تھا تو خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی۔

اَجَعَلْتُم سِقَايَةَ الحَاجِّ وَعِمَارَةَ المَسجِدِ الحَرَام كَمَن اٰمن بِاللهِ وَاليَومِ الاٰخِرِ وَ جَاهَدَ فِی سَبِيلِ اللهِ لَا يَستَوُنَ عِندَ اللهِ وَاللهُ لَايَهدِی القَومَ الظّٰلِمِين

کیا تم لوگوں نے حاجیوں کی سقائی اور خانہ کعبہ کی آبادی کو اس شخص کی طرح بنا دیا ہے جو خدا اور روز آخرت پر ایمان لایا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا۔ خدا کے نزدیک تو یہ لوگ برابر نہیں اور خداوندِ عالم ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔(۷۱)

---

(۷۱) سورۂ توبہ (۹) آیۂ ۱۹.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج۱ ص۲۴۴ ح ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷ و ۳۳۸، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص۳۲۱ ح ۳۶۷ و ۳۶۸، تفسیر (طبری) ج۱۰ ص۹۶ تفسیر (قرطبی) ج ۸ ص ۹۱۔۹۲، تفسیر (ابن کثیر) ج ۲ ص ۳۴۱۔۳۴۲، فتح القدر (شوکانی) ج ۲ ص ۳۴۶، تفسیر الخازن (علاء الدین بغدادی) ج ۳ ص ۵۷، تفسیر (رازی) ج۱۶ ص۱۰ ط البہیہ، معالم التنزیل (بغوی شافعی) در حاشیۂ تفسیر الخازن (بغدادی) ج ۳ ص ۵۶، اسباب النزول (واحدی) ص ۱۳۹ ط مصطفیٰ محمد، اسباب النزول (سیوطی) در ذیل تفسیر (الجلالین) ص ۲۶۱ ط بیروت، الدرّ المنثور (سیوطی) ج ۳ ص ۲۱۸ و ۲۱۹، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۱ ط العثمانیہ، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۳۷ ط الحیدریہ، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۰۸ ط الحیدریہ، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۸۹، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۳ ط اسلامبول، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۱۳ ح ۹۱۰، جامع الاصول (ابن اثیر) ج ۹ ص ۴۷۷ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۲۰۳ ح ۱۵۹.

انھیں حضرات کے ابتلا و آزمائش میں عمدگی سے پورے اترنے اور شدائد و مصائب کو خوشی خوشی برداشت کرنے پر خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِی نَفسَهُ ابتِغَاءَ مَرضَاةِ اللهِ وَاللهُ رَؤُوفٌ بِالعِبَادِ.

لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو خدا کی خوشنودی کے لیے اپنی جان بیچ ڈالتے ہیں اور خدا اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے۔(۷۲)

نیز ارشاد فرمایا:

اَلَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ بِاللَّيلِ وَالنَّهارِ سِراً وَ عَلانِيةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِم وَلاخَوفٌ عَلَيهِم وَلاهُم يَحْزَنُونَ.

جو لوگ کہ اپنے اموال رات اور دن میں ظاہر بہ ظاہر اور چھپا کر (راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں) ان کے لئے پروردگار کے نزدیک صلہ ہے اور ان

---

(۷۲) سورۂ بقرۂ (۲) آیہ ۲۰۷.

سب سے پہلے اللہ کی راہ میں اپنے نفس کو بیچنے والے حضرت علیؑ تھے۔ہجرت کے موقع پر جب حضرت علیؑ بستر رسولؐ پر جا لیٹے تو اللہ تعالی نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

رجوع کریں شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ا ص ۹۶ ح ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، و ۱۴۲، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۳۹ ط الحیدریہ، الفصول المہمۂ (ابن صباغ مالکی) ص ۳۱ ط الحیدریہ، تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی حنفی) ص ۳۵ و ۲۰۰ ط الحیدریہ، نور الابصار (شبلنجی) ص ۸۷ ط العثمانیہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۲ ط اسلامبول، تفسیر (فخر رازی) ج ۵ ص ۲۴۳ ط البہیۂ مصر، شرح نہج البلاغۂ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۲۶۲ ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل، السیرۃ النبویۃ (زین دحلان) درحاشیۂ السیرۃ الحلبیۂ (علی بن برہان الدین حلبی) ج ا ص ۳۰۶ بقیۂ مدارک کو حاشیہ نمبر ۹۴ و ۱۲۰ میں ملاحظہ فرمائیں.

کے لیے نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ اندوھگین ہوں گے۔ (۷۳)

انہوں نے صدق دل سے پیغمبر ﷺ کی سچائی کی تصدیق کی اور خداوند عالم نے اس تصدیق کی ان الفاظ میں گواہی دی:

وَالَّذِی جَآءَ بِالصِّدقِ وَ صَدَّقَ بِه اُولٰئِکَ هُم المُتَّقُونَ.

اور یاد رکھو کہ جو رسول ﷺ سچی بات لے کر آئے ہیں اور جس نے ان

---

(۷۳) سورۂ بقرہ (۲) آیہ ۲۷۴.

محدثین نے اپنی کتب میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کے متعلق نازل ہوئی۔ آپؑ کے پاس چار درہم تھے۔ ان میں سے ایک کو آپ نے رات میں ایک کو دن میں ایک کو پوشیدہ اور ایک کو اعلانیہ طور پر انفاق کیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ص ۱۰۹ ح ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳ و ۱۶۳، المناقب (ابن مغازلی) ص ۲۸۰ ح ۳۲۵، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۳۲ ط الحیدریہ، اسباب النزول (واحدی) ص ۵۰ ط الحلبی، الکشاف (زمخشری) ج ۱ص ۱۶۴ ط مصر، ذخائر العقبی (طبری شافعی) ص ۸۸، تذکرہ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۱۴، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۱ ط العثمانیہ، تفسیر (فخر رازی) ج ۷ص ۸۹ ط البھیہ مصر، تفسیر (القرطبی) ج ۳ص ۳۴۷، تفسیر (ابن کثیر) ج ۱ص ۳۲۶، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ص ۲۷۶ ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۶ص ۳۲۴، الدر المنثور (سیوطی شافعی) ج ۱ص ۳۶۳، لباب النقول فی اسباب النزول (سیوطی) در حاشیۂ تفسیر (الجلالین) ص ۱۱۸، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۲ و ۲۱۲ ط اسلامبول، فتح القدیر (شوکانی) و ج ۱ص ۲۶۵ ط ۱ مصر، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۹۸، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۹۰، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ص ۴۱۳ ح ۹۱۱، ۹۱۲، اسد الغابۃ (ابن اثیر) ج ۴ ص ۲۵، معالم التنزیل (بغوی شافعی) در حاشیۂ تفسیر الخازن (علاء الدین بغدادی) ج ۱ص ۲۴۹، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری شافعی) ج ۲ص ۲۷۳ ط ۲، تفسیر الخازن (بغدادی) ج ۱ص ۲۴۹ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ص ۳۵۶.

کی تصدیق کی یہی لوگ پرہیز گار ہیں۔(۷۴)

پس یہی حضرات حضرت رسول خداؐ کی مخلص جماعت اور آپ کے قریبی رشتہ دار ہیں جنھیں خداوند عالم نے اپنی بہترین رعایت اور بلندترین توجہ کے ساتھ مخصوص فرمایا اور ارشاد فرمایا:

وَاَنذِرْ عَشِیرَتَکَ الاَقْرَبِینَ.

اے پیغمبرؐ اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو خدا کا خوف دلاؤ۔(۷۵)

یہی پیغمبرؐ کے اولوا الارحام ہیں جن کے متعلق خدا فرماتا ہے۔

اُولُو الاَرحَامِ بَعضَهم اَولیٰ بِبَعضٍ فِی کِتَابِ اللهِ. اور کتاب

---

(۷۴) سورۂ زمر (۳۹) آیہ ۳۳. رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۱۲۰ ح ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، و ۸۱۵، مناقب علی ابن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۶۹ ح ۳۱۷، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۳۳ ط الحیدریہ، الدرّ المنثور (سیوطی) ج ۵ ص ۳۲۸، تفسیر (قرطبی) ج ۱۵ ص ۲۵۶ و ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۱۸ ح ۹۱۷ و ۹۱۸.

(۷۵) سورۂ شعراء (۲۶) آیہ ۲۱۴. رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۳۷۲ ح ۵۱۴ و ص ۴۲۰ ح ۵۸۰ ط ابیروت، تفسیر (طبری) ج ۱۹ ص ۷۴ ط بولاق، تاریخ (طبری) ج ۲ ص ۳۱۹ ط مصر، مسند (احمد بن حنبل) ج ۱ ص ۱۱۱ ط المیمنیۂ مصر، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۰۴ - ۲۰۶ ط الحیدریہ، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۳۸ ط الحیدریہ، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۴۱، ۴۲ و ۴۳، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۰۵ ط اسلامبول، شرح نہج البلاغۂ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۲۱۰ ط مصر باتحقیق محمد ابو الفصل، الکامل (ابن اثیر) ج ۲ ص ۶۲ ط دار صادر، تاریخ (ابن الفداء) ج ۱ ص ۱۱۹ ط قسطنطنیہ، الدرّ المنثور (سیوطی) ج ۵ ص ۹۷، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۸۵ ح ۱۳۸، ۱۳۰ و ۱۴۰، تفسیر (ابن کثیر) ج ۳ ص ۳۵۱، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۱۳ ح ۳۲۳، ۳۳۴، ۳۸۰ و ۳۸۱ ط ۲ حیدر آباد، تفسیر الخازن (علاء الدین بغدادی) ج ۳ ص ۳۷۱ و السیرۃ الحلبیۂ (علی بن برہان الدین حلبی) ج ۱ ص ۲۸۶ - بقیہ مدارک کو

الٰہی میں اولی الارحام بعض بعض سے مقدم اوراولیٰ ہیں (۷۶)۔

یہی بروز قیامت پیغمبر ﷺ کے درجے میں ہوں گے اور جنت نعیم میں آپ کے ساتھ ساتھ ہوں گے جس کی دلیل خداوند عالم کا یہ قول ہے۔

وَالَّذِینَ آمَنُوا واتَّبَعَتهُم ذُرِیَّتهُم بِاِیمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِم ذُرِّیَتَهُم وَمَا اَلَتنا هُمْ مِن عَمَلِهِم مِنْ شَیئٍ.

جولوگ ایمان لائے اوران کی ذریت نے بھی ایمان لاکر اتباع کیا، تو ہم ان کی ذریت کو بھی انھیں سے ملحق کردیں گے اوران کے اعمال میں سے ذرا برابر کمی نہ کریں گے۔(۷۷)

یہی وہ حق دار حضرات ہیں جن کے حق کی ادائیگی کا قرآن نے ان الفاظ میں حکم سنایا:

وَاٰتِ ذِیٔ القُربٰی حَقَّهُ. قرابت داروں کوان کا حق دے دو۔(۷۸)

حاشیہ نمبر۹۱ میں ملاحظہ فرمائیں.

(۷۶) سورۂ انفال (۸) آیہ ۷۵.

رجوع کریں: ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج۱ص۱۴۱ح۱۲.

(۷۷) سورۂ طور (۵۲) آیہ ۲۱. رجوع کریں شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج۲ص۱۹۷ح۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸ و ۹۰۹ وینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص۱۰۹ط اسلامبول.

(۷۸) سورۂ اسراء (۱۷) آیہ ۲۶. ﴿قربیٰ﴾ سے حضرت فاطمہؑ ان کے شوہرؑ اور فرزندؑ مراد ہیں۔ جب یہ آیہ نازل ہوا تو حضرت رسول خدا ﷺ نے باغ ﴿فدک﴾ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو عطا فرمایا. رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج۱ص۳۳۸ح۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲و۴۷۳، الدرالمنثور (سیوطی) ج۴ص۱۷۷، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج۷ص۴۹، تفسیر (طبری) ج۱۵ص۷۲ط۲، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص۱۱۹ط اسلامبول ومنتخب کنزالعمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج۱ص۲۲۸۔ نیز حاشیہ ۷۲ ملاحظہ فرمائیں.

یہی وہ صاحبان خمس ہیں کہ جب تک ان کو خمس نہ پہنچا دیا جائے انسان بری الذمہ نہیں ہوسکتا ارشاد الٰہی ہے:

وَاعْلَمُوا اَنَّمَا غَنِمْتُم مِنْ شَيْئٍ فَاِنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِى القُربٰى.

جان لو کہ تم جو مال غنیمت حاصل کرو تو اسکا پانچواں حصہ خدا کا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت داروں کا۔(۷۹)

یہی وہ صاحبان فئی ہیں جن کے متعلق خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

مَا اَفَاءَ اللهُ عَلىٰ رَسُولِهِ مِن اَهلِ القرىٰ فَلِلّٰه وَ لِلرَّسُولِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَلِذِى القُربٰى .

خداوند عالم نے دیہات والوں سے جو مال بطور خالصہ بلا حرب وضرب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دلوایا ہے وہ اللہ کے لیے ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے اور قرابت داروں کے لیے (۸۰)۔

اور یہی وہ اہل بیت علیہم السلام ہیں جنہیں خدا نے اس انداز سے مخاطب کیا ہے

اِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ البَيْتِ وَيُطَهِّرَكُم

---

(۷۹) سورۂ انفال (۸) آیہ ۴۱.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۲۱۸ ح ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷ و ۲۹۸، تفسیر (طبری) ج ۱۰ ص ۵ و ۸ ط ۲ و ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۴۵ ط اسلامبول۔ نیز حاشیہ ۲۷ بھی ملاحظہ فرمائیں.

(۸۰) سورۂ حشر (۵۹) آیہ ۷.

رجوع کریں: الکشاف (زمخشری) ج ۴ ص ۵۰۲ ط بیروت و تفسیر (طبری) ج ۲۸ ص ۳۹ ط ۲.

تَطْهِيراً.

اللہ نے ارادہ کیا ہے کہ اے اہلبیت تم سے رجس کو دور رکھے اور تمھیں ایسا پاک رکھے جیسا پاک رکھنے کا حق ہے۔(۸۱)

یہی وہ آل یٰسین ہیں جن پر خداوند عالم نے سلام بھیجا اور ارشاد ہوا:

سَلامٌ عَلٰی اٰل یٰسین.

آل یسین پر سلام ہو(۸۲)

یہی وہ ال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جن پر درود وسلام بھیجنا خداوند عالم نے بندوں پر فرض قرار دیا اور ارشاد ہوا:

اِنَّ اللهَ وَمَلائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلى النَّبِيِّ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا.

تحقیق کہ خداوند عالم اور ملائکہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والوتم بھی درود وسلام بھیجا کرو۔(۸۳)

---

(۸۱)سورۂ احزاب(۳۳)آیہ۳۳.نیز حاشیہ نمبر۲۵و۲۶ کی طرف رجوع کریں.

(۸۲)سورہ صافات(۳۷)آیہ۱۳۰.

رجوع کریں:شواہد التنزیل(حسکانی حنفی)ج۲ص۱۰۹ح۷۹۱،۷۹۲،۷۹۳،۷۹۴،۷۹۵،۷۹۶و۷۹۷،نظم درر السمطین(زرندی حنفی)ص۹۴،مجمع الزوائد(ہیثمی)ج۹ص۱۷۴،تفسیر(فخر رازی)ج۲۶ص۱۶۲ط البہیۂ مصر،تفسیر(قرطبی)ج۱۵ص۱۱۹،تفسیر(ابن کثیر)ج۴ص۲۰،الصواعق المحرقۃ(ابن حجر شافعی)ص۸۸ط المیمینہ مصر،الدر المنثور(سیوطی)ج۵ص۲۸۶،فتح القدیر(شوکانی)ج۴ص۴۱۲و ینابیع المودۃ(قندوزی)حنفی)ص۲۹۵ ط اسلامبول.

(۸۳)سورۂ احزاب(۳۳)آیہ۵۶.

لوگوں نے پیغمبر ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کہ ہم آپ پر کیسے سلام کریں (یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ آپ پر سلام کرنا چاہیے) لیکن یہ ارشاد فرمائیں کہ آپ پر کیسے سلام بھیجا جائے، آپ نے ارشاد فرمایا یوں سلام بھیجا کرو:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ.

پروردگارا! محمد و آل محمد پر درود و سلام بھیج۔ (۸۴)

---

(۸۴) پیغمبرؐ اور اہل بیتؑ ہر درود بھیجنے کی کیفیت جاننے کے لئے رجوع کریں: صحیح (بخاری) کتاب التفسیر، باب ان اللہ و ملائکته یصلّون علی النبی ج۶ ص ۲۷ ط دار الفکر، وکتاب بدء الخلق، باب یزفون النسلان فی المشی ج۴ ص ۱۱۸ ط دار الفکر، وکتاب الدعوات، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ ج۷ ص ۱۵۶ ط دار الفکر، صحیح (مسلم) کتاب الصلاۃ، باب الصلاۃ علی النبی ﷺ ج۱ ص ۳۰۷ ط عیسی الحلبی، صحیح (ترمذی) ج۲ ص ۲۱۲ ط بولاق، سنن (نسائی) ج۳ ص ۴۵۔۴۹، سنن (ابن ماجہ) ج۱ ص ۲۹۲ ح ۹۰۳، ۹۰۴ و ۹۰۶، سنن (ابی داود) ج۱ ص ۲۵۷ ح ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸ و ۹۸۱، اسباب النزول (واحدی) ص ۲۰۷، مسند (احمد بن حنبل) ج۲ ص ۴۷ و ج۵ ص ۳۵۳ ط المیمنیۂ مصر، موطأ (مالک) اپنی شرح تنویر الحوالک کے ساتھ ج۱ ص ۱۷۹، تفسیر (قرطبی) ج۱۴ ص ۲۳۳، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص ۱۹، تفسیر (طبری) ج۲ ص ۴۳، تفسیر (ابن کثیر) ج۳ ص ۵۰۷، تفسیر (فخر رازی) ج۲۵ ص ۲۲۶ ط البہیۂ مصر، احکام القرآن (ابن عربی) ج۳ ص ۱۵۷۰ ط عیسی الحلبی، الدر المنثور (سیوطی) ج۵ ص ۲۱۵ ط مصر، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۸۷ و ۱۳۹ ط المیمنیۂ مصر، فتح القدر (شوکانی) ج۴ ص ۳۰۳، المعجم الصغیر (طبرانی) ج۱ ص ۴۷ و ۸۶، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۴۵، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۹۵ ط اسلامبول، معالم التنزیل (بغوی) در حاشیۂ تفسیر الخازن (علاء الدین بغدادی) ج۵ ص ۲۲۵، کنز العمال (متقی ہندی) ج۱ ص ۲۳۴ ح ۲۱۵۱، ۲۱۷۰، ۲۱۸۴، ۲۱۸۵، ۲۱۸۶، ۲۱۸۷ و ۲۱۸۸ ط۲ حیدر آباد، حلیہ الاولیاء (ابونعیم اصفہانی) ج۴ ص ۲۷۱، تفسیر الخازن (علاء الدین بغدادی) ج۵ ص ۲۲۶، مسند (محمد بن ادریس شافعی) ص ۱۵ ط المطبوعات العلمیۂ مصر، فرائد السمطین (حموینی) ج۱ ص ۲۵ ح ۲، ۳، ۶، ۷، ۸، ۹، تاریخ بغدا (خطیب بغدادی) ج۸ ص ۳۸۱، المستدرک (حاکم) ج۱ ص ۲۶۸، اخبار اصفہان ج۱ ص ۸۵ و السنن الکبری (بیہقی) ج۲ ص ۳۷۸.

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان حضرات پر درود بھیجنا آیت کے امر اور حکم میں شامل ہے (۸۵)

طُوبیٰ لَهُم   و حَسنُ مآب (۸۶)

پس یہی منتخب و برگزیدہ بندگان الٰہی ہیں بحکم خدا نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ یہی وارثان کتاب خدا ہیں جن کے بارے میں خداوند عالم نے فرمایا ہے:

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الكِتَابَ الَّذِينَ اصطَفَينَا مِن عِبَادِنَا فَمِنْهُم ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ . وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالخَيْرَاتِ بِإذْنِ اللهِ . ذَلِكَ هُوَ الفَضْلُ الكَبِير.

پھر ہم نے اپنی کتاب کا وارث بنایا ان لوگوں کو جنھیں ہم نے اپنے بندوں میں منتخب کیا ہے، پس لوگوں میں بعض تو ایسے ہیں جو اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں (اور یہ وہ لوگ ہیں جو امام کی معرفت نہیں رکھتے اور بعض میانہ رو ہیں اور بعض بحکم خدا نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں (یعنی امام) اور یہ بہت بڑا فضل ہے۔ (۸۷)

---

(۸۵) سورۂ رعد (۱۳) آیہ ۲۹.

رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۳۰۴ ح ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹ و ۴۲۱، مناقب علی بن ابی طالب علیہ السلام (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۶۸ ح ۳۱۵، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۹۰ ط المیمنۃ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۳۱ و ۹۶ ط اسلامبول، الدر المنثور (سیوطی) ج ۴ ص ۹۵ ط مصر و کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۶۷ ط الحیدریہ.

(۸۶) الازریہ ص ۱۳۱ ط نجف.

(۸۷) سورۂ فاطر (۳۵) آیہ ۳۲.

رجوع کریں: غایۃ المرام (علامۂ بحرینی) ص ۳۵۱ ط دار القاموس الحدیثہ.

ہم اہل بیت طاہرین علیہم السلام کی شان میں نازل شدہ اتنی ہی آیات بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

جناب ابن عباس فرمایا کرتے تھے کہ تنہا حضرت علی علیہ السلام کی شان میں تین سو آیتیں نازل ہوئیں۔(۸۸)

اور ابن عباس کے علاوہ دوسرے لوگوں کا بیان ہے کہ ایک چوتھائی قرآن اہل بیت علیہم السلام کے متعلق نازل ہوا۔(۸۹)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اہلبیت علیہم السلام اور قرآن ایک جڑ کی دو شاخیں ہیں جو کبھی جدا نہیں ہوسکتیں۔ ہم انھیں چند آیتوں پر بس کرتے ہیں (هُنَّ اُمُّ الكِتَاب) ۔(یہ قرآن کی واضح آیات ہیں) انھیں میں غور فرمایئے آپ پر حقیقت وامر واقع بخوبی واضح ہوجائے گا۔

---

(۸۸) حضرت علی علیہ السلام کے متعلق ۳۰۰ قرآنی آیات نازل ہوئی ہیں.

رجوع کریں: الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۶ ط المیمنیۃ مصر، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۳۱ ط الحیدریہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۲۶ و ۲۸۶ ط اسلامبول، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۳۱ ح ۹۳۴، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۷۲، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۴ ط العثمانیۃ مصر، اسعاف الراغبین (صبان) در حاشیۂ نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۴ ط العثمانیۃ مصر، اسعاف الراغبین (صبان) در حاشیۂ نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۴۵ ط الشمانیہ والسیرۃ النبویۃ (زین دحلان) در حاشیہ سیرۂ حلبی (علی بن برہان الدین حلبی) ج ۲ ص ۱۱.

(۸۹) ایک چوتھائی قرآن اہل بیت علیہم السلام کے متعلق نازل ہوا ہے.

رجوع کریں: ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۲۶ ط اسلامبول، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۴۴، ۴۵ و ۴۷ ومناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۲۸ ح ۳۷۵.

متلاشی

(۱) اہلبیت کے متعلق خدا کی نازل شدہ آیتوں پر مکمل ایمان۔

(۲) اتنی آیات اور استدلال کے ہوتے ہوئے ایمان نہ لانے پر اہل قبلہ کی باتوں پر حیرت کا اظہار۔

(۱) آپ نے محکم آیات اور مضبوط شواہد پیش کئے ہیں اور عمدگی سے اپنی ذمہ داری نبھائی ہے، کسی قسم کا نقص دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ کے پختہ استدلال کو رڈ کرنے والا لجاجت اور پستی کے دریا میں غوطہ زن ہے اور وہ فضولیات کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتا، وہ جاہل اور نادان کی طرح ایڑی چوٹی کا زور لگاتا رہے گا۔ بہرحال ہم خدا کی تمام آیات پر ایمان لائے ہیں۔

(۲) اللہ ہی جانے کہ اہل قبلہ نے ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے کیوں بے اعتنائی کی؟ اور اصول فروع میں ان کے مسلک سے دور رہے اور اختلافی مسائل میں ان کے پیروکار نہ ہوئے۔ علمائے امت نے اہل بیت علیہم السلام کے افکار و خیالات سے بحث نہ کی بلکہ ان کی تقلید کرنے کے بجائے ان سے جھگڑا کرتے رہے اور ان کی مخالفت کی پروانہ کی اور سلف سے لے کر خلف تک عوامِ امت، غیر اہلبیت علیہم السلام کے آستانوں پر نظر آئے اور اس کام کو برا بھی نہ سمجھا۔

حق شناس

(۱) اہل قبلہ کی طرف دی گئی نسبت غلط ہے۔
(۲) امت کے بڑوں نے اہلبیت سے روگردانی کر رکھی ہے۔
(۳) کون سی عدالت اہلبیت کے پیروکاروں کے متعلق گمراہی کا حکم لگاتی ہے۔

(۱) میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ اپنے مکتوب پر نظر ثانی کریں جس میں آپ نے لکھا ہے کہ اہل قبلہ نے اہل بیت سے عدول کیا۔ یہ لفظ زیادہ وسیع استعمال ہو گیا۔ اہل قبلہ تو شیعہ بھی ہیں انھوں نے ابتدا سے آج تک اصول و فروع میں اہل بیت علیہم السلام کے مسلک سے انحراف نہیں کیا تھا نہ کرتے ہیں اور نہ کریں گے شیعہ تو مسلک اہل بیت علیہم السلام پر عمل واجب سمجھتے ہیں ان کا عمل کتاب وسنت کے احکام کے موافق ہے. یہ ہر زمانے میں اور ہر جگہ احکام خدا کے سامنے سر تسلیم خم ہیں. خلف و سلف سب اسی عقیدہ پر تھے اور ہیں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات سے لیکر آج تک شیعہ اسی عقیدے پر جان قربان کرتے چلے آئے ہیں۔

(۲) اہل بیت علیہم السلام سے عدول رؤساء ملت نے کیا اور یہ عدول ہوا بھی خلافت کیلئے تھا اور ہوا بھی

ان کی مرضی اور اختیار سے تھا جب کہ نص کے ہوتے ہوئے (صاف صاف تصریح خلافت و امامت بھی موجود تھی).امیر المومنین علیہ السلام کو حق خلافت سے محروم کیا گیا،خواہ ان کا خیال تھا کہ عرب ایک خاندان میں خلافت کو برداشت نہ کرسکیں گے لہذا انہوں نے نصوص کی تاٴویل کرنا شروع کر دی اور خلافت کو انتخاب میں منحصر کر دیا تا کہ جس قبیلہ کی بھی خلافت کی آرزو ہو وہ اسے حاصل کر سکے خواہ کئی سال انتظار ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔اور کبھی خلافت اِدھر اور کبھی اُدھر گھومتی رہے اور اگلی مرتبہ کسی اور دور کے قبیلے کی قسمت چمکے اور اسے خلافت نصیب ہو جائے۔لہذا انہوں نے اپنی پوری طاقت و قوت کے ساتھ اس طریقے کی تائید کرنا شروع کر دی۔اور اس کے مخالفین کو کچلنا شروع کر دیا۔

لہذا مجبوراً انہوں نے مذہب اہل بیتؑ سے کنارہ کشی اختیار کرنا شروع کر دی اور کتاب وسنت نے جہاں جہاں اہل بیتؑ کی پیروی کا کہا تھا اس کی تاٴول کی جانے لگی۔اگر یہ لوگ ادلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر لیتے ،اور اہل بیت کی طرف لوٹ آتے اور عوام وخواص کو ان کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیتے ،اور اپنے واپس پلٹنے کی راہ چھوڑ آتے تو یہ اہل بیتؑ کے اہم ترین مبلغ بن جاتے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کے لئے ایسا کرنا ممکن نہ تھا۔اس سے ان عزم ٹوٹتا تھا،اور یہ ان کی دور اندیشی اور سیاست کے خلاف تھا۔جو دقت نظر سے کام لے اور انتہائی غور وفکر کرے تو اس پر واضح ہو جائے گا کہ رسول خداؐ کے بعد مذہب اور مذہبی مباحث میں امامتِ اہل بیتؑ سے عدول کرنے کا اصلی مقصد یہ ہے کہ کسی طرح عمومی طور پر خلافت، امامت اور ولایت سے عدول کرنے کی کوئی راہ نکالی جا سکے۔ بہر حال انہوں نے پہلے تو عمومی خلافت کی تاٴویل وتوجیہ کی پھر اس کے ساتھ اہل بیتؑ کی خصوصی ولایت کا بھی انکار کرنے لگے۔

اگر بات اس کے علاوہ ہوتی تو کوئی انہیں منہ تک نہ لگاتا۔

(۳) کون سی عدالت ہے جو یہ فیصلہ کرے کہ اہل بیت علیہم السلام سے تمسک کرنے والے اہل بیتؑ کی ہدایات پر چلنے والے اور ان کے نقش قدم پر چلنے والے گمراہ ہیں؟۔

متلاشی

(۱) کوئی عادل عدالت اہلبیتؑ سے تمسک رکھنے والوں کے متعلق گمراہی کا حکم نہیں لگاتی۔

(۲) خاندان رسالت کے مذہب پر عمل کرنا بری الذمہ کرتا ہے۔

(۳) یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہی حضرات اتباع کئے جانے کے سزاوار ہیں۔

(۴) نصوص خلافت بیان کرنے کی درخواست۔

(۱) کوئی عدالت اہل بیت علیہم السلام کے مذہب پر قدم بہ قدم چلنے والوں کو عدل وانصاف کا دامن تھامتے ہوئے گمراہ نہیں کہہ سکتی.

(۲) یقیناً خاندان مذہب اہلبیت علیہم السلام کے مطابق عمل کرنے والے کا عمل کافی ہے اور اسے بری الذمہ کر دیتا ہے.

(۳) بلکہ کبھی کہا جا سکتا ہے کہ اہل بیت علیہم السلام کے بارہ امام، ائمہ اربعہ کی نسبت اتباع و پیروی کے زیادہ سزاوار ہیں۔ اس لیے کہ ائمہ اثنا عشر کا مسلک و مذہب ایک ہے۔ سب کی نگاہ ایک ہی مرکز پر

مرکوز ہیں اور اسی پر سب متفق ہیں ۔ برخلاف ائمہ اربعہ کے۔ان کا فقہی ابواب میں اتنا زیادہ باہمی اختلاف ہے کہ اسے شمار تک نہیں کیا جا سکتا .اور یہ ظاہر ہے کہ جب اکیلا شخص ایک رائے قائم کرے تو وہ بارہ اماموں کے متفقہ فتویٰ کے مقابلہ میں کوئی وزن نہیں رکھتی۔اس میں تو کسی منصف مزاج کو عذر نہیں ہے اور کسی معترض کے اعتراض کی جگہ باقی نہیں رہتی۔ہاں ایک بات ہے! ناصبی خیال کے لوگوں کو مذہب اہل بیت علیہم السلام میں تامل ہے۔ میں آپ کو بعد میں ان پر دلیل و برہان پیش کرنے کی زحمت دوں گا۔

(۴) فی الحال میری گزارش ہے کہ آپ لوگ حضرت علی علیہ السلام کی امامت وخلافت پر جن نصوص کے مدعی ہیں وہ نصوص اہلسنت کے طریق سے واضح طور پر ذکر فرمائیں۔

دوسری بحث

عمومی رہبری

خلافت پیغمبرؐ

حق شناس

(۱) نصوص کی طرف اجمالی اشارہ۔
(۲) یوم انذار کی نص۔

(۱) جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات زندگی کا گہری نظر سے مطالعہ رکھتا ہو دولت اسلامیہ کی بنیاد قائم کرنے، احکام مقرر کرنے، اصول وقواعد بنانے، دستور مرتب کرنے، سلطنت کے انتظام وانصرام غرض جملہ حالات میں ہر پہلو سے آپ کی سیرت کا جائزہ لیا جائے تو حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہی کو رسالت مآب کے ہر معاملہ میں بوجھ بٹانے والے، دشمنوں کے مقابلہ میں پشت پناہ، آپ کے علوم کا گنجینہ، آپ کے علم وحکمت کے وارث، آپ کی زندگی میں آپ کے دلیعہد اور آپ کے بعد آپ کے جانشین پائیں گے۔

جو یوم بعثت سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے وقت تک سفر میں، حضر میں اٹھتے بیٹھتے، آپ کے افعال واقوال کی چھان بین کرے تو اسے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے متعلق بکثرت صاف وصریح، حد تواتر تک پہنچے ہوئے واضح نصوص ملیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعوت کے آغاز سے لے کر آخر عمر تک اس مسئلہ کی وضاحت کر دی ہے۔

(۲) آپ کے لئے اسلام کے ظاہر ہونے سے قبل مکہ میں پیش آنے والا پہلا واقعہ ہی کافی ہے جب خدا نے آیت انذار کو نازل فرمایا۔ اسے ملاحظہ فرمائیں۔ جی ہاں جب آیہ وَاَنذِر عَشِیرَتَک

الأقربین (۹۰) نازل ہوا تو حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کے گھر سب کو جمع کیا جو پورے چالیس افراد تھے ان میں آپ کے چچا ابو طالب، حمزہ، عباس اور ابولہب بھی تھے یہ حدیث اور ماثور ہے۔ اسی حدیث کے آخر میں آپ نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

يَاَ بَنِي عَبدُ المُطَّلب إنّي وَاللهِ مَا اَعلَمُ شَاباً فِي العَرَبِ جَاءَ قَومَهُ بِأفضَلِ مِمَّاجِئتُكُم بِه ، جِئتُكُم بِخَيرِ الدّنيا والآخرة، وَقَد أمرَني الله أن أدعُوكُم اليه ، فأيُّكُم يُؤازرني عَلى اَمرِي هَذا ، عَلى اَن يَكُون أخي وَ وَصِيي وَخَلِيفَتي فِيكُم ؟ فَأحجَم القومُ عَنهَاغَير عَلى . وَكَان اَصْغرهُم. إذ قَام فَقَال: أَنَا يَا نَبِي الله اَكُونُ وَزِيرُكَ عَلَيه ، فَأَخَذَ رَسُول الله بِرَقبَتِه ، وَقَالَ : اِنَّ هَذَا اَخِي وَ وَصِيي وَ خَلِيفَتي فِيكُم، فَاسمَعُوا لَهُ وَاطِيعُوا ، فَقَام القَومُ يَضْحَكُونَ وَيَقُولُونَ لِاَبي طَالِبٍ : قَد اَمركَ اَن تَسمَعَ لِإبنِكَ وَ تُطِيع ....الخ

اے فرزندان عبدالمطلب ! جتنی بہتر شے یعنی اسلام میں تمھارے پاس لے کر آیا ہوں۔ میں تو نہیں جانتا کہ عرب کا کوئی نوجوان اس سے بہتر چیز اپنی قوم کے پاس لایا ہو۔ میں دنیا وآخرت دونوں کی بھلائی لے کر آیا ہوں اور خداوند عالم نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمھیں اس کی طرف دعوت دوں۔ اب بتاؤ تم میں کون ایسا ہے جو اس کام میں میرا بوجھ بٹائے تا کہ تمھارے درمیان میرا بھائی وصی اور خلیفہ ہو؟ تو حضرت علی علیہ السلام کے سوا

---

(۹۰) سورۂ شعراء (۲۶) آیہ ۲۱۴.

سب خاموش رہے۔ حضرت علی علیہ السلام جو اس وقت بہت ہی کم سن تھے، اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں آپ کا بوجھ بٹاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی گردن پر ہاتھ رکھا اور پورے مجمع کو دکھا کر ارشاد فرمایا: یہ میرا بھائی ہے، میرا وصی ہے اور تم میں میرا جانشین ہے۔ اس کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا۔ یہ سُن کر لوگ ہنستے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور ابو طالب سے کہنے لگے کہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ اپنے بیٹے کی بات سنیں اور ان کی اطاعت کریں۔

اس حدیث کو انہی الفاظ میں اکثر علماء اور حافظانِ آثار نبوت نے نقل کیا ہے (۹۱)

---

(۹۱) رجوع کریں: تاریخ (طبری) ج ۲ ص ۳۱۹ ـ ۳۲۱ ط دار المعارف مصر، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر شافعی) ج ۲ ص ۶۲ و ۶۳ ط دار صادر بیروت، شرح نہج البلاغۂ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۲۱۰ و ۲۴۴ (با سند صحیح) ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل، السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۱ ص ۳۱۱ ط البھیۂ مصر، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۴۱ و ۴۲ ط المیمنیۂ مصر، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۳۷۱ ح ۵۱۴ و ۵۸۰ ط بیروت، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۱۵ ح ۳۳۴ ط ۲ حیدر آباد، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۸۵ ح ۱۳۹، ۱۴۰ و ۱۴۱ ط ۱ بیروت، التفسیر المنیر (جاوی) ج ۲ ص ۱۱۸ ط ۳ مصطفیٰ الحلبی و تفسیر الخازن (علاء الدین شافعی) ج ۳ ص ۳۷۱ و ۳۹۰ ط مصر.

متلاشی

بخاری و مسلم نے اس حدیث کو صحیحین میں کیوں نہیں
لکھا۔

حق شناس

(۱) اس حدیث کی سند درست ہے۔
(۲) بخاری اور مسلم کے اعراض کی علت۔
(۳) انہیں پہچاننے والے کی نظر میں، ان لوگوں کا اعراض کوئی بعید دیکھائی نہیں دیتا۔

(۱) اس حدیث کی صحت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ اہلسنت کے معتبر ترین ذرائع سے بیان ہوئی ہے یعنی صحاح ستہ جن لوگوں کی روایات کو سکون سے لیتے ہیں اور ان کی روایات سے استدلال پیش کرتے ہیں (ان سے اس روایت کو لیا گیا ہے)۔

احمد بن حنبل نے اس حدیث کو اپنی مسند میں اسود بن عامر سے انھوں نے شریک سے انھوں نے اعمش سے انھوں نے منہال سے انھوں نے عباد بن عبداللہ اسدی سے انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے مرفوعاً روایت کر کے لکھا ہے۔ (۹۲)

اس سلسلہ اسناد کے تمام راوی مخالف کے نزدیک حجت ہیں اور سب رجال صحابہ ہیں۔ چنانچہ

---

(۹۲) مسند (احمد بن حنبل) ج ۲ ص ۱۶۵ ح ۸۸۳ (باسند حسن) وج ۲ ص ۳۵۲ ح ۱۳۷۱ (باسند صحیح) ط دار المعارف مصر.

علامہ قیسرانی نے اپنی کتاب الجمع بین رجال الصحیحین میں ان کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا اس حدیث کو صحیح ماننے کے سوا کوئی چارۂ کار نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ حدیث صرف اسی طریقہ وسلسلہ اسناد سے نہیں بلکہ اور بھی بے شمار طریقوں سے مروی ہے اور ہر طریقہ دوسرے طریقے کی تائید کرتا ہے۔

(۲) البتہ بخاری و مسلم نے اس لیے اس روایت کو اپنی کتاب میں جگہ نہیں دی کہ یہ روایت مسئلہ خلافت میں ان کی ہمنوائی نہیں کرتی تھی ان کے منشاء کے خلاف تھی اسی وجہ سے انھوں نے اسی مفہوم کی دوسری بھی بہت سی ایسی حدیثوں سے بھی گریز کیا ہے۔ وہ ڈرتے تھے کہ یہ شیعوں کے لیے اسلحہ کا کام دیں گی لہٰذا انھوں نے جان بوجھ کر انہیں پوشیدہ رکھا۔

بہت سے شیوخ اہل سنت کا یہی وطیرہ تھا۔ وہ اس قسم کی ہر چیز کو چھپانا ہی بہتر سمجھتے تھے۔ ان کا یہ کتمان کوئی عجیب بات نہیں بلکہ ان کی یہ پرانی اور مشہور عادت ہے چنانچہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں علماء سے نقل بھی کیا ہے، امام بخاری نے بھی اس مطلب میں ایک خاص باب قرار دیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری حصہ اوّل کے کتاب العلم میں انھوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے:

باب من خص بالعلم قوما دون قوم

یہ باب اس چیز کے بیان میں ہے کہ ایک قوم کو خصوصی طور پر تعلیم دی جائے اور دوسروں کو نہیں۔

(۳) جو امیر المومنین علیہ السلام اور دوسرے اہلبیتؑ کے متعلق امام بخاری کی روش سے واقف ہو اور یہ جانتا ہو کہ ان کا قلم امیر المومنین علیہ السلام و اہلبیت علیہم السلام کی شان میں ارشادات ونصوص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیان سے کُند رہتا تھا اور ان کے خصائص وفضائل بیان کرتے وقت خشک ہو جاتا تھا۔ وہ امام بخاری کی اس حدیث یا اس جیسی دیگر حدیثوں کے ذکر نہ کرنے پر تعجب نہیں کرے گا۔

متلاشی

(ا) مزید دلائل کی درخواست۔

خلافت پر دلالت کرنے والی نصوص کی زیادہ مقدار ذکر فرمائیں۔

حق شناس

(۱) نص صریح میں حضرت علیؑ کے ایسے دس فضائل کا تذکرہ ہے جو کسی اور میں نہیں۔
(۲) اس حدیث سے استدلال کرنے کی وجہ۔

حدیثِ دار کے بعد یقیناً یہ حدیث آپ کے لئے کافی ہو گی جسے امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند، امام نسائی نے اپنی کتاب خصائص علویہ، امام حاکم نے صحیح مستدرک، علامہ ذہبی نے اپنی تلخیص مستدرک میں (جبکہ اس حدیث کی صحت کا اعتراف بھی ہوا ہے) نیز اس حدیث کو دیگر ارباب حدیث نے بھی ایسے طریقوں سے نقل کیا ہے ن کی صحت پر اہل سنت کا اجماع و اتفاق ہے۔

بہرحال انہوں نے اس حدیث کو عمرو بن میمون سے بیان کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ابن عباس کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں ان کے پاس ۹ قبائلی سردار آئے۔ انھوں نے ابن عباس سے کہا کہ یا تو آپ ہمارے ساتھ چلیئے یا اپنے نزدیک سے لوگوں کو ہٹا کر ہم سے علیحدگی میں گفتگو کیجیے۔

ابن عباس نے کہا۔ میں خود ہی آپ لوگوں کے ساتھ چلتا ہوں۔ ابن عباس کی بینائی چشم بھی اس

وقت باقی تھی۔

گفتگو ہونے لگی۔ میں یہ نہیں سمجھا کہ کیا گفتگو ہوئی۔ ابن عباس وہاں سے دامن جھٹکتے ہوئے آئے اور کہنے لگے:

وائے ہو۔ یہ لوگ ایسے شخص کے متعلق بدکلامی کرتے ہیں جس کی دس سے زیادہ ایسی فضیلتیں ہیں جو کسی دوسرے کو نصیب نہیں ہوئیں۔ اور یہ لوگ ایسے شخص کے متعلق بدکلامی کرتے ہیں جس کے بارے میں رسولؐ نے فرمایا:

میں ایسے شخص کو جنگ پر بھیجوں گا جسے خدا کبھی ناکام نہ کرے گا۔ وہ شخص خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتا ہے اور خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے دوست رکھتے ہیں۔ (سب نے سر اوپر اٹھائے سب کے دل میں اس فضیلت کی تمنا پیدا ہوئی)

فرمایا علیؑ کہاں ہیں؟ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے حالانکہ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ دیکھ نہیں پاتے تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھیں پھونکیں، پھر تین مرتبہ علم کو لہرایا اور حضرت علی علیہ السلام کے ہاتھوں میں تھما دیا۔ اور حضرت علی علیہ السلام نے جنگ فتح کی، مرحب کو مارا اور اس کی بہن صفیہ بنت حی کو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بزرگ کو سورۂ توبہ دے کر روانہ کیا۔ ان کے بعد فوراً ہی حضرت علی علیہ السلام نے راستہ میں ان سے سورہ لے لیا کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم تھا کہ یہ سورہ بس وہی شخص پہنچا سکتا ہے جو مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔

حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رشتہ داروں اور قرابت داروں سے کہا کہ تم میں کون ایسا ہے جو دنیا و آخرت میں میرا ساتھ دے سب نے انکار کیا جبکہ حضرت علی علیہ السلام نے کہا میں اس خدمت کو انجام دوں گا۔ میں دین و دنیا میں آپ کی خدمت کروں گا۔

آپؐ نے فرمایا۔

اے علی علیہ السلام تم دین و دنیا میں میرے ولی ہو۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بٹھا کر پھر لوگوں سے پوچھا کہ تم میں کون ہے جو دنیا میں اور آخرت میں میرا مددگار ہو۔ سب نے انکار کیا صرف حضرت علی علیہ السلام ہی تھے جنھوں نے کہا کہ میں آپ کی دین و دنیا میں مدد و نصرت کروں گا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علی علیہ السلام تم دنیا اور آخرت، دونوں میں میرے ولی ہو۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ علی علیہ السلام ہی پہلے وہ شخص ہیں جو جناب خدیجہ کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے اپنی چادر لی اور اسے علی علیہ السلام و فاطمہ سلام اللہ علیہا و حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام کو اوڑھایا اور اس آیت کی تلاوت کی:

اِنَّـمَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیُذھِبَ عَنکُمُ الرِّجسَ اَھلَ البَیتِ وَ یُطَھِّرَکُم تَطھِیرا۔ (۹۳)

اے اہل بیت علیہم السلام! خدا فقط یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر برائی اور گندگی کو دور

---

(۹۳) سورۂ احزاب (۳۳) آیہ ۳۳۔

رکھے اور تمھیں ایسے پاک و پاکیزہ رکھے جیسا کہ رکھنا چاہیئے۔

ابن عباس کہتے ہیں: اور علی علیہ السلام ہی نے اپنی جان راہ خدا میں فروخت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چادر اوڑھ کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ پر سوئے۔ جبکہ مشرکین پتھر برسا رہے تھے۔

اسی سلسلہ میں ابن عباس کہتے ہیں:

پیغمبر جنگ تبوک کے ارادے سے نکلے۔ لوگ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا میں بھی آپ کا ہمرکاب ہوں گا؟

آپ نے فرمایا: نہیں، تم میرے ہمرکاب نہیں ہوگے۔

اس پر حضرت علی علیہ السلام آبدیدہ ہوگئے تو آپ نے فرمایا:

یا علی! تم اسے پسند نہیں کرتے کہ تم میرے لیے ویسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے۔ البتہ میرے بعد نبوت کا سلسلہ بند ہے۔ جنگ میں میرا جانا بس اسی صورت سے ممکن ہے کہ میں تمھیں اپنا قائم مقام چھوڑ کے جاؤں۔

نیز حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا: کہ اے علیؑ میرے بعد تم ہر مومن و مومنہ کے ولی ہو۔

ابن عباس کہتے ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کی طرف سب کے دروازے بند کرادیے صرف حضرت علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا رکھا اور حضرت علی علیہ السلام جنب کی حالت میں بھی مسجد سے گزر سکتے تھے۔ وہی ایک راستہ تھا دوسرا کوئی راستہ ہی نہ تھا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ: میں جس کا مولا ہوں یہ علیؑ اس کے مولا ہیں (۹۴)

(۲) یہ حدیث امیر المومنین علیہ السلام کے ولیعہد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رحلت کے بعد سرور کائنات کے خلیفہ و جانشین ہونے پر ایک قطعی دلیل اور روشن برہان ہے۔ حضرت علیؑ کی ذات کسی کی نگاہوں سے مخفی نہ ہوگی۔

ملاحظہ نہیں فرمارہے کہ کس طرح حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام کو دنیا و آخرت میں اپنا ولی قرار دیتے ہیں۔ اپنے تمام رشتے داروں، قرابت داروں میں فقط علی علیہ السلام ہی کو اس اہم منصب کے لیے منتخب فرماتے ہیں۔

دوسرے موقع پر حضرت علی علیہ السلام کو وہ منزلت و خصوصیت عطا فرماتے ہیں جو جناب ہارون علیہ السلام کو جناب موسیٰ علیہ السلام سے تھی۔ جتنے مراتب و خصوصیات جناب ہارون کو جناب موسیٰ سے حاصل تھے۔ وہ سب کے سب حضرت علی علیہ السلام کو مرحمت فرمائے سوائے درجہ نبوّت کے۔ نبوّت کو مستثنیٰ کرنا دلیل ہے کہ نبوت کو چھوڑ کر جتنی خصوصیات جناب ہارون کو حاصل تھیں وہ سب حضرت علی علیہ السلام کی ذات میں جمع ہیں۔

---

(۹۴) رجوع کریں: مستدرک (حاکم نیشابوری) ج ۳ ص ۱۳۲ (باسند صحیح)، تلخیص المستدرک (ذہبی) درذیل مستدرک (باسند صحیح)، مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۵۲ ح ۳۰۶۲ (باسند صحیح) ط دار المعارف مصر، خصائص امیر المؤمنین (نسائی شافعی) ص ۰ ۷ باتحقیق محمودی، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص ۸۷، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۴۰ ط الحیدریہ، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۷۲، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر عسقلانی) ج ۲ ص ۵۰۹، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۴ ط اسلامبول، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۱۸۳ ح ۲۴۹، ۲۵۰ و ۲۵۱، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۶۹ و ۲۷۰ ط ۲، انساب الاشراف (بلاذری) ج ۲ ص ۱۰۶ ح ۴۳ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۲۸ ح ۲۵۵.

آپ اس سے بھی باخوبی آگاہ ہیں کہ جناب ہارون کی (حضرت موسیٰ سے) دیگر خصوصیات کے علاوہ سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ جناب ہارون جناب موسیٰ کے وزیر تھے۔ آپ کے قوتِ بازو تھے۔ آپ کے شریک معاملہ تھے اور آپ کی غیبت میں آپ کے قائم مقام، جانشین وخلیفہ ہوا کرتے اور جس طرح جناب موسیٰ کی اطاعت تمام امتِ موسیٰ پر فرض تھی، اسی طرح جناب ہارون کی اطاعت بھی تمام امت پر واجب ولازم تھی اس کے ثبوت میں یہ آیات ملاحظہ فرمائیے:

خداوند عالم نے جناب موسیٰ کی دعا کلام مجید میں نقل فرمائی۔ جناب موسیٰ نے دعا کی تھی:

وَاجعَل لِي وَزِيراً مِن أهلِي هٰارُونَ اَخِي اُشدُد بِهِ أزرِي وَ أشرِكهُ فِي اَمرِي. (۹۵)

میرے گھر والوں میں سے ہارون کو میرا وزیر بنا۔ ان سے میری کمر مضبوط کر اور انھیں میرے کار نبوت میں شریک بنا۔

اپنے بھائی ہارون سے فرمایا:

اُخلُفنِي فِي قَومِي وَاصلِح وَلَا تَتَّبع سَبِيلَ المُفسِدِينَ.

اے ہارون تم میری امت میں میرے جانشین رہو، بھلائی ہی پیشِ نظر رہے اور فساد کرنے والوں کی پیروی نہ کرنا۔ (۹۶)

ارشادِ خداوند عالم ہوا:

اے موسیٰ! جو مانگا تھا وہ تمھیں عطا کر دیا گیا ہے (۹۷)

---

(۹۵) سورۂ طہٰ (۲۰) آیات ۲۹۔۳۲۔

(۹۶) سورۂ اعراف (۷) آیہ ۱۴۲۔

(۹۷) سورۂ طہٰ (۲۰) آیہ ۳۶۔

لہذا اس نص کے مطابق حضرت علی علیہ السلام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر تھے، امت میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین تھے، کار رسالت میں شریک تھے سب باتیں بر سبیل نبوت نہ تھیں بلکہ بلحاظ خلافت تھیں اور وہ تمام امت سے افضل تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات وموت دونوں حالتوں میں بہ نسبت تمام امت کے، آپ سب سے زیادہ خصوصیت رکھنے والے تھے اور جس طرح جناب موسیٰ کی امت پر جناب ہارون کی اطاعت فرض تھی اسی طرح تمام امت اسلامیہ پر حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت بھی لازم تھی۔(۹۸)

جو بھی حدیث منزلت کو سُنتا ہے، وہ یہی سمجھتا ہے اور سننے کے بعد اس کے ذہن میں یہی باتیں آتی ہیں اور اسے انھیں باتوں کے مراد ہونے میں کسی قسم کا شک نہیں ہوتا۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اچھی طرح وضاحت فرمادی اور کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رکھی۔ آپ کا یہ فرمانا کہ:

إِنَّهُ لَايَنبَغِي اَن اَذهَب إِلَّا وَ اَنتَ خَلِيفَتِي.

میرا باہر جانا اس وقت تک مناسب نہیں جب تک تمھیں اپنی جگہ پر قائم مقام نہ چھوڑ جاؤں۔

---

(۹۸) رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۳۶۸ ح ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲ و ۵۱۳، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۲۸ ح ۳۷۵ ط اسلامیہ تہران وترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۱۰۷ ح ۱۴۷۔

یہ صریح نص ہے کہ حضرت علی علیہ السلام ہی خلیفۂ رسول تھے۔ بلکہ اس سے بھی
کچھ بڑھکر روشن وضاحت ہے کہ اگر آنحضرت علی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنائے
بغیر چلے جاتے تو نامناسب فعل کے مرتکب ہوتے۔

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد کہ میرے لیے یہ مناسب ہی نہیں کہ بغیر تمھیں
اپنا خلیفہ بنائے ہوئے چلا جاؤں یہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
مامور تھے۔ خداوند عالم نے آپ کو حکم دیا تھا کہ حضرت علیؑ کو اپنا خلیفہ بنا
جانا جیسا کہ اس آیہ کی تفسیر دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے:

یَا اَیُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغ مَا اُنزِلَ اِلَیکَ مِن رَبِّکَ وَاِن لَم تَفعَل فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَهُ.

اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! پہنچادو تم اس حکم کو جو تم پر نازل کیا گیا۔ اگر تم نے نہیں
پہنچایا تو گویا تم نے کارِ رسالت انجام ہی نہیں دیا (۹۹)

جو آیت کے اس جملے **فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَهُ** میں تدبر کرے اور حضرت رسول خداؐ کی اس حدیث
کے ساتھ **لَایَنبَغِي اَن اَذهَب إلَّا وَ اَنتَ خَلِیفَتِي** سے ملائے تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ دونوں
فقرے ایک ہی مطلب کی ترجمانی کرتے ہیں۔ حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فقرہ بھی بھولیے گا
نہیں کہ: **اَنتَ وَلِیُّ کُلِّ مُؤمِنٍ بَعدِی**

اے علی علیہ السلام تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔ یہ نص صریح ہے کہ آپ
ہی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ حاکم و امیر تھے۔ اور امتِ اسلام میں
رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام تھے۔

---

(۹۹) سورۂ مائدہ (۵) آیہ ۶۷. نیز حاشیہ نمبر ۲۱۶ کی طرف بھی رجوع کریں.

متلاشی

(۱) ایک سنی عالم دین کی طرف سے حدیث منزلت کی سند میں شک۔

حدیث منزلت صحیح بھی ہے اور مُستفیض بھی لیکن اہلسنت کے ایک عالم دین جنکا نام مدقق آمدی ہے اس نے اس حدیث کے اسناد میں شک کیا ہے اور وہ اس کے طرق میں شک وشبہ کر بیٹھا ہے۔ آپ کے مخالفین آمدی کی رائے کو درست سمجھیں تو آپ انھیں کیونکر قائل کریں گے؟ اور کس طرح اس شک کا جواب دیں گے.

حق شناس

(۱) حدیث منزلت مسلم ترین اخبار سے ہے۔
(۲) اس حقیقت پر دلالت کرنے والے شواہد۔
(۳) اس حدیث کو نقل کرنے والے علماء کی طرف اشارہ۔
(۴) حدیثِ منزلت کی عمومیت کی طرف اشارہ۔

(۱) آمدی یہ شک کر کے خود اپنے نفس پر ظلم کے مرتکب ہوئے ہیں کیونکہ حدیث منزلت تمام احادیث سے صحیح تر اور مسلم ترین ہے۔
(۲) آج تک اس کی اسناد میں کسی کو شک نہیں ہوا۔ نہ اس کے ثابت و مسلم الثبوت ہونے میں کسی کو لب کشائی کی جرأت ہوئی علامہ ذہبی جیسے متعصب تک نے تلخیص مستدرک میں اس کے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے (۱۰۰) اور ابن حجر جیسے دشمنِ تشیع نے صواعق محرقہ کے بارہویں شبھہ میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس کی صحت کے متعلق ان ائمہ حدیث کے اقوال درج کیے ہیں جو فن

---

(۱۰۰) حاشیہ نمبر ۹۴ کی طرف رجوع کریں.

حدیث میں اہل سنت کے ملجا و ماویٰ سمجھے جاتے ہیں آپ ان کی طرف رجوع کریں (۱۰۱) وراگر یہ حدیث ثابت و ناقابل انکار نہ ہوتی تو امام بخاری اسے کبھی اپنی صحیح بخاری میں ذکر نہ کرتا۔(۱۰۲) حالانکہ وہ امیر المومنین علیہ السلام کے فضائل و خصائص کی حدیث کو نقل کرنے میں ہمیشہ تأمل سے کام لیا کرتا تھا۔

معاویہ جو دشمنان امیر المومنین علیہ السلام اور آپ سے بغاوت کرنے والوں کا سرغنہ تھا۔ جس نے امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ کی اور منبر پر آپ کو گالیاں دینے کا حکم دیا۔لیکن بدترین عداوت کے باوجود، وہ بھی اس حدیثِ منزلت سے انکار نہ کر سکا اور نہ سعد بن ابی وقاص کو جھٹلانے کی انھیں ہمت ہوئی تو معاویہ نے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے کہ تم ابوتراب ؑ کو سب و شتم کیوں نہیں کرتے ؟ انھوں نے جواب دیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق تین باتیں ایسی کہی ہیں کہ جب تک وہ باتیں یاد رہیں گی میں ہرگز انھیں سب و شتم نہیں کر سکتا۔

اگر ان تین باتوں میں سے ایک بات بھی مجھے نصیب ہوتی تو وہ میرے لیے سرخ اونٹوں کی قطار سے زیادہ محبوب ہوتی میں نے خود رسول ؐ اللہ کو حضرت علی علیہ السلام سے کہتے سنا ہے جب کہ آپ کسی غزوہ میں تشریف لے جا رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ تمھیں مجھ سے وہی منزلت ہے جو موسیٰ سے ہارون کو تھی۔ سوائے اس کے کہ میرے بعد بابِ نبوّت بند ہے معاویہ خاموش ہو گیا اور سعد کو سب و شتم پر مجبور نہ کیا۔(۱۰۳)

---

(۱۰۱) رجوع کریں: الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۱۴۷ ط المحمدیہ مصر.

(۱۰۲) رجوع کریں: حاشیہ نمبر ۱۰۵.

(۱۰۳) رجوع کریں: صحیح (مسلم) کتاب الفضائل باب (من فضائل علی بن ابی طالب) ج ۲ ص ۳۶۰ بسعد کی روایت کے حوالے سے رجوع کریں ترجمۃ الامام علی ابن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۲۰۶

اس سے بڑھکر یہ ہے کہ خود معاویہ نے حدیث منزلت کونقل کیا ہے. ابن حجر صواعق میں کہتے ہیں کہ احمد نے نقل کیا ہے کہ کسی نے معاویہ سے کوئی مسئلہ پوچھا تو اس نے کہا کہ یہ مسئلہ علی علیہ السلام سے پوچھو. کیونکہ وہ اعلم اور آگاہ تر ہیں اس نے کہا مجھے تیرا جواب علی علیہ السلام کے جواب کی نسبت زیادہ پسند ہے. معاویہ نے کہا تو بکواس کرتا ہے. تجھے اس شخص سے دشمنی ہے جسے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم کا درخشاں چہرہ کہا کرتے تھے اوران کے متعلق فرمایا تیری میرے نزدیک وہی منزلت ہے جو ہارون کی موسیٰ کے نزدیک تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا.

جب بھی عمر مشکل میں گرفتار ہوتے تو وہ بھی اس مشکل کو حضرت علی علیہ السلام سے حل کرواتے. (۱۰۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام مذاہب اسلام اختلاف رکھنے کے باوجود اس حدیث پر متفق ہیں. اوراس حدیث کوصحیح سمجھنے کے حوالے سے انہیں کوئی تردید نہیں ہے.

(۳) علماء محدثین اور اہل سیر واخبار میں سے جس نے غزوہ تبوک کا ذکر کیا ہے اس نے اس

ح ۲۷۱ و ۲۷۲، خصائص (نسائی) ص ۱۰۶ ح ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸ و ۶۱ ط بیروت با تحقیق محمودی، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۰۷، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۸۴ـ۴۶ ط الحیدریہ، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۵۹، صحیح (ترمذی) ج ۵ ص ۳۰۱ ح ۳۸۰۸، اسد الغابۃ (ابن اثیر) ج ۴ ص ۲۵ـ۲۶، الاصابۃ (ابن حجر) ج ۲ ص ۵۰۹، جامع الاصول (ابن اثیر) ج ۹ ص ۴۶۹، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۴۷ وفرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۷۸ ح ۳۰۷.

(۱۰۴) رجوع کریں الصواعق المحرقۃ ص ۱۰۷. (حدیث منزلت) بہ روایت معاویہ رجوع کریں شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۲۱، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۴ ح ۵۲ ط ا تہران، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۸ ص ۲۴ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۱۷۷ ط المحمدیہ، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۷۱ ح ۳۰۲، ترجمۃ الامام علی بن ابیطالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر) ج ۱ ص ۳۶۹ ج ۴۱۰ و ۴۱۱ ط ۱.

حدیث کو بھی ضرور لکھا ہے اور متقدمین و متاخرین میں سے جس نے حضرت علی علیہ السلام کے حالات و سوانح مرتب کیے ہیں خواہ وہ کسی فرقہ و جماعت کے ہوں سب نے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اور مناقب اہل بیت علیہم السلام و فضائل صحابہ میں کتابیں لکھنے والوں اور احمد بن حنبل سے پہلے اور بعد میں آنے والوں نے ذکر کیا ہے کہ یہ ایک مسلم حدیث ہے اور امت محمدیہ کے ہر دور میں نقل ہوئی ہے (۱۰۵)

---

(۱۰۵) رجوع کریں: مسند (احمد بن حنبل) ج ۳ ص ۵۰ ح ۱۴۹۰ (باسند صحیح) و ص ۵۶ ح ۱۵۰۵ (باسند صحیح) و ص ۵۷ ح ۱۵۰۹ (باسند صحیح) و ص ۶۶ ح ۱۵۳۲ (باسند صحیح) و ص ۴۷ ح ۱۵۴۷ (باسند صحیح) و ص ۸۸ ح ۱۵۸۳ (باسند صحیح) و ص ۹۴ ح ۱۶۰۰ (باسند حسن) و ص ۹۷ ح ۱۶۰۸ (باسند صحیح) و ج ۵ ص ۲۵ ح ۳۰۶۲ (باسند صحیح) ط دار المعارف مصر، صحیح (بخاری) کتاب المغزی باب غزوۃ تبوک ج ۵ ص ۱۲۹ ط دار الفکر، صحیح (مسلم کتاب الفضائل باب (من فضائل علی بن ابی طالب) ج ۲ ص ۳۶۰ ط عیس الحلبی، صحیح (ترمذی) ج ۵ ص ۳۰۱ ح ۳۸۰۸ (باسند صحیح) و ح ۳۸۱۳ (باسند صحیح) و ح ۳۸۱۴ (باسند حسن) ط دار الفکر، سنن (ابن ماجہ) ج ۱ ص ۴۲ ح ۱۱۵ و ۱۲۱ ط دار احیاء الکتب، صحیح (بخاری) کتاب بدء الخلق (باب مناقب علی بن ابی طالب) ج ۴ ص ۲۰۸ ط دار الفکر، المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۰۹ و ج ۲ ص ۳۳۷ (باسند صحیح)، تاریخ (طبری ج ۳ ص ۱۰۴، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ح ۳۰، ۱۲۵، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۲۵۱، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ط بیروت انساب الاشراف (بلاذری) ج ۲

ص ۱۰۶ ح ۴۳، وص ۹۲ ح ۸، ۱۵، ۱۶، ۱۷ و ۱۸، الاصابۃ (ابن حجر) ج ۲ ص ۵۰۷ و ۵۰۹، الاستیعاب (ابن عبدالبر) درحاشیۂ الاصابۃ (ابن حجر) ج ۳ ص ۳۴ و ۳۵، خصائص امیرالمؤمنین (نسائی شافعی) ص ۶۷، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ط الحیدریہ، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۷ ح ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶ و ۳۰۳ ط اتہران، حلیۃ الاولیاء (ابونعیم اصفہانی) ج ۷ ص ۱۹۴ (باسند صحیح)، ۱۹۵، ۱۹۶ و ۱۹۷ (باسند صحیح)، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۶۰، ۷۴، ۸۳، ۸۴، ۸۶، ۱۳۰، ۱۷۶، ۱۹۴، ۲۲۴ و ۲۱۴، ذخائر العقبیٰ (محب الدین طبری) ص ۶۳، ۶۴، ۶۹، ۸۷، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۶۸، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۵، ۴۴، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۶، ۵۷، ۶۳، ۸۰، ۸۶، ۸۸، ۱۱۴، ۱۳۰، ۱۷۶، ۱۸۲، ۱۸۵، ۲۰۴، ۲۲۰، ۲۳۴، ۲۵۴، ۴۰۸، و ۴۹۶ ط اسلامبول، اسدالغابۃ (ابن اثیر) ج ۲ ص ۸ وج ۴ ص ۲۶ و ۲۷، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۹۵ و ۱۰۷، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵ و ۲۸۷ ط الحیدریہ، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۲ ص ۴۹۵ و ۵۷۵ وج ۳ ص ۲۵۵ وج ۴ ص ۲۲۰ ط امصر وج ۹ ص ۳۰۵ وج ۱۰ اص ۲۲۲، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۱۸، ۱۹، ۲۰ و ۲۳، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۲۱، ۲۲ و ۱۱۰ اشواہد التنزیل (حسکانی حنفی)، ج اص ۱۵۰ ح ۲۰۴ و ۲۰۵، مقتل الحسین (خوارزمی حنفی) ج اص ۴۸ و ۴۹، اسعاف الراغبین (صبان) درحاشیۂ نورالابصار (شبلنجی) ص ۱۳۴ و ۱۳۶ اط العثمانیہ، المعجم الصغیر (طبرانی) ج ۲ ص ۲۲ و ۵۴، مجمع الزوائد (ہیثمی شافعی) ج ۹ ص ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱ و ۱۱۹، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶ و ۲۴۸ ط ۲، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ اص ۱۳۹ ح ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۳۲ و ۴۸۷ ط ۲ مرآۃ الجنان (یافعی) ج اص ۱۰۹ (باسند صحیح) ط بیروت، العقد الفرید (ابن عبدربہ) ج ۴ ص ۳۱۱ وج ۵ ص ۱۰۰ ط لجنۃ التالیف مصر، مصابیح السنۃ (بغوی) ج ۲ ص ۲۷۵ (باسند صحیح) ط محمد علی صبیح، الفتح الکبیر (نبہانی) ج اص ۲۷۷ وج ۳ ص ۳۹۸ جامع الاصول (ابن اثیر) ج ۹ ص ۴۶۸ و ۴۶۹، مشکاۃ المصابیح (خطیب تبریزی) ج ۳ ص ۲۴۲، الجامع الصغیر (سیوطی) ج ۲ ص ۵۶، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۱، ۵۳ و ۵۵، فرائد السمطین (حموینی) ج اص ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۶، ۱۲۷، ۳۱۷، ۳۲۹، الجمع بین الصحاح الستۃ (ابن اثیر) در (مناقب علی علیہ السلام) والجمع بین الصحیحین (حمیدی) در (فضائل علی علیہ السلام) و در غزوۂ تبوک.

لہٰذا آمدی کا اس کے اسناد میں شک کرنا کوئی اہمیت نہیں رکھتا اسے علم حدیث سے کوئی سروکار نہیں ہے؟ طرق واسناد کے متعلق اس کا حکم لگانا تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے عوام کا حکم لگانا، جنھیں کسی بات کے سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہوتی۔

(۴) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے صادر ہونے والے موارد فقط غزوہ تبوک کے وقت حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر منحصر نہ تھے۔

متلاشی

(۱) حدیث منزلت کے متعلق بیان شدہ باتوں کی تصدیق۔
(۲) حدیث منزلت کے عمومی دلائل پیش کرنے کی درخواست۔

اس حدیث منزلت کے ثبوت میں جو کچھ آپ نے فرمایا بالکل صحیح ہے اس کے مسلم الثبوت ہونے میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے آمدی نے اس حدیث میں ایسی ٹھوکر کھائی جس سے اس کا بھرم کھل گیا۔ معلوم ہو گیا کہ اسے علم حدیث سے دور کا بھی لگاؤ نہیں تھا۔ میں نے اس کے قول کو ذکر کرکے ناحق آپ کو جواب کی زحمت دی۔ معافی کا خواہاں ہوں۔

(۲) غزوۂ تبوک کے علاوہ بھی متعدد مواقع پر یہ حدیث بیان ہوئی ہے۔
بڑی مہربانی ہوگی ان موارد کو بھی تفصیل سے بیان فرمائیں۔

حق شناس

(۱) حدیث منزلت کی عمومیت پر دلائل۔
(۲) پیغمبرؐ نے، علیؑ اور ہارونؑ کی فرقدان کے ساتھ تصویر کشی فرمائی ہے۔

(۱) دوسرے موارد جہاں حضرت کی زبان اقدس سے حدیث منزلت صادر ہوئی ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امّ سلیم سے فرمایا تھا۔ امّ سلیم سب سے پہلے اسلام لانے والوں میں سے تھیں۔ اور بڑی زیرک و دانا خاتون تھیں۔ سابقیتِ اسلام، خلوص و خیر خواہی اور مشکلات میں ثابت قدمی کی وجہ سے ان کی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک بڑی منزلت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی ملاقات کو جاتے، ان کے گھر میں بیٹھ کر حدیث سناتے اور ان سے گفتگو کرتے۔ (۱۰۶)

---

(۱۰۶) آپ ملحان بن خالد انصاری کی دختر اور حرام بن ملحان انصاری کی بہن ہیں۔ آپ کے باپ اور بھائی حضرت رسول اللہ کے سامنے شہید ہوئے تھے، آپ بہت صاحب فضیلت خاتون تھیں۔ آپ نے حضرتؐ سے کافی روایات بیان کی ہیں اور آپ سے آپ کے فرزند انس، ابن عباس، زید بن ثابت، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کے علاوہ بھی کافی اصحاب نے روایات نقل کی ہیں۔

آپ نے ایک دن ان سے ارشاد فرمایا:

> اے امّ سلیم! علی علیہ السلام کا گوشت میرے گوشت سے ہے، ان کا خون میرے خون سے ہے اور انھیں وہی منزلت حاصل ہے جو موسیٰ سے ہارون کو تھی (۱۰۷)

آپ پر مخفی نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث کسی خاص جذبہ کے ماتحت نہیں فرمائی بلکہ برجستہ طور پر سلسلہ کلام میں یہ جملے زبانِ مبارک سے ادا ہوئے جس کا صرف یہ مقصد تھا کہ اتمام حجت ہو جائے۔ احکام الٰہی کے پہنچانے میں تاخیر نہ ہو۔ میرے ولیعہد اور میرے جانشین کی منزلت سے لوگ آگاہ ہو جائیں۔ لہٰذا یہ حدیث صرف غزوۂ تبوک سے مخصوص نہیں ہے۔

آنحضرت نے اس جیسی حدیث جناب حمزہ کی دختر کے سلسلے میں بھی ارشاد فرمائی۔ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام جناب جعفر اور زید میں اختلاف پیدا ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> اے علی علیہ السلام تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ (۱۰۸)

اسی طرح آنحضرت نے یہ حدیث اس دن ارشاد فرمائی جبکہ ابوبکر و عمر اور ابن عبیدہ بن الجراح

---

(۱۰۷) حدیث منزلت کو غزوۂ تبوک کے علاوہ بہ روایت (ام سلیم) رجوع کریں: ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۸۷ ح ۱۲۵ و ۴۰۶، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۸۶، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۵۰، ۵۵ و ۱۲۹ ط اسلامبول، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۱۱، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۱۶۸ ط الحیدریہ، میزان الاعتدال (ذہبی) ج ۲ ص ۳ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۵۰.

(۱۰۸) رجوع کریں: خصائص امیر المؤمنین علیہ السلام (نسائی شافعی) ص ۸۸ ط الحیدریہ و ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب علیہ السلام از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۳۲۸ ح ۴۰۹.

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام پر تکیہ کیے تھے۔ آنحضرت نے اپنا ہاتھ حضرت علی علیہ السلام کے کاندھے پر رکھا اور ارشاد فرمایا:

اے علی علیہ السلام تم مومنین میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہو اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہو اور تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی (۱۰۹)

مکہ میں پہلی مواخات کے وقت آپؐ سے صادر شدہ احادیث بھی اسی مطلب کو بیان کرتی ہیں۔ اس میں بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ حدیث ارشاد فرمائی تھی۔

نیز دوسری مواخات جو مدینہ میں ہجرت کے پانچ ماہ بعد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان قائم کی اس میں بھی یہی مطلب بیان کیا جی ہاں دونوں موقعوں پر آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے لیے منتخب کیا اور اپنا بھائی بنا کر سب پر فوقیت بخشی اور ارشاد فرمایا کہ:

أنتَ مِنّی بِمَنزِلَةِ هَارُونَ مِن مُوسٰی ، اِلّا أنّه لانَبِيَ بَعدِي

تم میرے لیے ایسے ہو جیسے ہارون کے لیے موسیٰ تھے سوائے اس کے میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا

اس واقعہ کے متعلق بطریق ائمۂ طاہرین علیہم السلام متواتر حدیثیں ہیں۔ ائمہ طاہرینؑ کے علاوہ غیروں کی روایتوں کو دیکھنا ہو تو پہلی مواخات کے متعلق صرف ایک زید بن اوفی ہی کی حدیث کو لے لیجیے۔

---

(۱۰۹) رجوع کریں: کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۰۸ ح ۳۰۷ ط ۲، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۱۲۱ ح ۱۴۰۳، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۹، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۱۰، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۰۲ ط اسلامبول، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۰۹ ح ۳۱۰ ط ط والریاض النضرۃ (محب الدین) ج ۲ ص ۲۰۷ و ۲۱۵ ط ۲.

یہ حدیث بہت طولانی ہے اور مواخات کی پوری پوری کیفیت پر مشتمل ہے آخر کی عبارت یہ ہے کہ:

فَقَالَ عَلِيّ: يَا رَسُولَ اللهِ ﷺ لَقَد ذَهَبَ رُوحِي، وَانقَطَعَ ظَهرِي، حِينَ رَأيتُکَ فَعلت بِأصحَابِکَ مَا فَعَلتَ غيرِي، فَإن كَانَ هَذَا مِن سَخَطٍ عَلَيَّ فَلَکَ العُتبیٰ وَالكَرَامَةَ، فَقَالَ رَسُولُ اللهِ ﷺ : وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالحَقِّ مَا اَخرَجتُکَ اَلَّا لِنَفسِي ، وَأنتَ مِنِّي بِمَنزِلَةِ هَارُونَ مِن مُوسٰى، غَيرُ اَنَّهُ لَانَبِيَّ بَعدِي، وَأنتَ اَخِي وَ وَارِثِي ، فَقَالَ: وَ مَا اِرث مِنکَ؟ قَالَ : مَا وَرَثَ الَانبِيَاءِ مِن قَبلِي كِتَابُ رَبِّهِم وَ سُنَّةُ نَبِيِّهِم ، وَ أنتَ مَعِي فِي قَصرِي فِی الجَنَّةِ مَعَ فَاطِمَةَ اِبنَتِي ، وَ أنتَ أخِي وَرَفِيقِي، ثُمَّ تَلا ﷺ، اِخوَانـاً عَلٰـى سُـرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ، المُتَحَابِّينَ فِی اللهِ يَنظُرُ بَعضُهُم اِلٰى بَعضٍ .

امیر المومنین علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یارسول اللہ ﷺ میری تو جان نکل گئی ، کمر شکستہ ہوگئی۔ یہ دیکھ کر کہ آپ نے اصحاب میں تو مواخات قائم کی، ایک کو دوسرے کا بھائی بنایا مگر مجھے چھوڑ دیا۔ مجھے کسی کا بھائی نہ بنایا۔ اگر یہ کسی ناراضگی و خفگی کی وجہ سے ہے تو آپ مالک و مختار ہیں۔ آپ ہی عفو فرمائیں گے اور آپ ہی عزت بخشیں گے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس معبود کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ میں نے تمھیں اپنے لیے خاص کر رکھا ہے۔ تم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے سوائے اس کے کہ

میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ تم میرے بھائی ہو، میرے وارث ہو۔ امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں آپ کا کس چیز میں وارث ہوں گا؟ آپ نے فرمایا: اسی چیز میں جس کے انبیاء وارث بناتے رہے یعنی کتاب خدا، سنت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اور تم میرے پارۂ جگر فاطمہ سلام اللہ علیہا کے ساتھ جنت میں میرے قصر میں رہو گے۔ تم میرے بھائی ہو، میرے رفیق ہو۔ پھر آپ نے آیت کے اس حصے کی تلاوت فرمائی: اِخْوَاناً عَلٰی سُرُرٍ مُتَقَابِلِینَ جو تختوں پر ایک دوسرے کے آمنے سامنے بیٹھے ہیں وہ ایک دوسرے کے بھائی ہیں .یعنی کچھ لوگ خدا کے لئے ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہیں (۱۱۰)

اور دوسری مواخات کے سلسلہ میں آپ کے لئے صرف ابن عباس کی روایت کافی ہے:

رسول اللہؐ نے امیر المومنینؑ سے فرمایا کہ کیا تم نے مشاہدہ نہیں کیا کہ میں نے مہاجرین وانصار کے درمیان تو مواخات کی اور تم کو ان میں سے کسی کا بھائی نہ بنایا۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہو جو موسیٰؑ سے ہارونؑ کو تھی مگر میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا (۱۱۱)

---

(۱۱۰) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۵ ص ۴۰ ح ۹۱۸ و ص ۴۱ ح ۹۱۹ و ج ۶ ص ۳۹۰ ح ۵۹۷۲ ط ۱، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی) ص ۲۳، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر) ج ۱ ص ۱۰۷ ح ۱۴۸ و ۱۵۰ ط ۱، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۵۶ و ۵۷ ط اسلامبول و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۱۵ و ۱۲۱.

(۱۱۱) رجوع کریں: منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۱۳۱ المناقب (خوارزمی) ص ۷، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۲۰، الفصول المہمہ (ابن صباغ مالکی) ص ۲۱

اسی طرح وہ حدیثیں ہیں جو دروازے بند کرنے متعلق صادر ہوئی ہیں. حضرت علی علیہ السلام کے دروازے کے علاوہ مسجد میں کھلنے والے سب دروازے بند کرادیے. اس موقع پر صرف جابر بن عبد اللہ کی حدیث کا ذکر کردینا کافی ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:

> اے علی علیہ السلام مسجد میں تمھارے لیے وہی جائز ہے جو میرے لیے حلال ہے اورتم میرے لیے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہ آئے گا (۱۱۲)

اور حذیفہ بن السید غفاری سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دروازے بند کرنے والے دن خطبہ فرمانے کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ:

> کچھ لوگ دل میں غم وغصّہ لیے ہوئے ہیں کہ میں نے علی علیہ السلام کو مسجد میں رکھا۔ دوسروں کو باہر کردیا۔ خدا کی قسم میں نے نہ تو اپنی خواہش سے علیؑ کو مسجد میں رکھا نہ دوسروں کو باہر کیا بلکہ خداوند عالم نے ایسا کیا ہے۔ خداوند کریم نے جناب موسیٰ اور ان کے بھائی پر وحی فرمائی کہ تم دونوں اپنی قوم کے لیے مصر میں گھر بناؤ اور اپنے گھروں کو قبلہ قرار دو اور اس میں نماز قائم کرو۔ اسی سلسلہ بیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: علی علیہ السلام کو مجھ سے وہی نسبت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی علی علیہ السلام میرے بھائی ہیں (۱۱۳)

(۱۱۲، ۱۱۳) رجوع کریں: ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) باب ۱۷ص ۸۸ ط اسلامبول، مناقب علی ابن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۵۵ ح ۳۰۳ و ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج اص ۲۶۶ ح ۳۲۹ و ۳۳۰.

اسی طرح اور بے شمار موارد ہیں ان سب کو اس مختصر سے خط میں ذکر نہیں کیا جاسکتا: بہر حال یہی چند مذکور موارد آپ کی خواہش کے لئے کافی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حدیث منزلت صرف غزوۂ تبوک کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور زندگی کا مطالعہ کرنے والوں کو نظر آئیگا کہ فرقدین سے دونوں کی مثال دینے سے مراد یہ ہے کہ۔ جس طرح فرقدین برابر کے ستارے ہیں اسی طرح علی علیہ السلام وہارون علیہ السلام ایک جیسے ہیں، کسی کو دوسرے پر امتیاز نہیں ہے۔ یہ بات بھی ان قرائن سے ہے جو عموم منزلت پر دلالت کرتے ہیں۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اگر قرائن سے قطع نظر کر بھی لیا جائے تب بھی الفاظ حدیث سے عموم ہی متبادر ہو رہا ہے۔

متلاشی

(ا) پیغمبرؐ نے، علیؑ اور ہارونؑ کی فرقدان کے ساتھ کب اور کہاں تصویر کشی فرمائی ہے؟

ہم آپ کے اس جملہ کا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام و ہارون علیہ السلام کو فرقدین (دوستارے جو ایک ساتھ رہتے ہیں) سے تشبیہ دیتے تھے یہ مطلب ہم پر واضح نہیں ہوا کہ کس نے کب اور کہاں ایسا کیا تھا؟

حق شناس

(۱) شبر، شبیر اور مشبر کے دن۔
(۲) عقد برادری کے دن۔
(۳) دروازے بند کرنے کے دن۔

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ فرمایئے تو آپ کو نظر آئے گا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب ہارون اور امیر المومنین علیہ السلام کو آسمان میں فرقدین سے اور چہرے میں دونوں آنکھوں سے مثال دیا کرتے تھے۔ دونوں اپنی اپنی امت میں ایک جیسے تھے۔ کسی کو کسی پر امتیاز نہیں تھا۔

کیا آپ ملاحظہ نہیں فرما رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کے جگر گوشوں کے نام ہارون کے فرزندوں کے نام جیسے رکھے۔ حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام و محسن علیہ السلام اور ارشاد فرمایا کہ: میں نے یہ نام فرزندانِ ہارون شبّر و شبیر و مشبر کے نام پر رکھے۔ (۱۱۴)

---

(۱۱۴) رجوع کریں: مسند (احمد بن حنبل) ج ۲ ص ۱۵۵ ح ۷۶۹ (باسند صحیح) ط دار المعارف مصر، المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۶۵ و ۱۶۸ (باسند صحیح بہ شرط شیخین)، تلخیص المستدرک (ذہبی) (باسند صحیح) در ذیل المستدرک (باسند صحیح)، الاستیعاب (ابن عبد البر) در ذیل الاصابۃ (ابن حجر) ج ۳ ص ۱۰۰ ط مصر با تحقیق زینی، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۱۹۳، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۱۹۰ ط المحمدیہ اور الفتح الکبیر (نبھانی) ج ۲ ص ۱۶۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد یہ تھا کہ دونوں ہارونوں میں گہری مشابہت ہو جائے اور وجہ مشابہت بھی تمام حالات و منازل میں شامل ہو جائے۔

(۲) محض اس وجہ سے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنا بھائی بنایا اور دوسروں پر ترجیح دی۔ غرض یہ تھی کہ دونوں کو اپنے اپنے بھائی کے نزدیک جو منزلت حاصل ہے وہ بالکل ایک رہے۔ دونوں منزلوں میں مشابہت پوری پوری ہو جائے اور یہ تمنا بھی تھی کہ دونوں کے درمیان کوئی فرق نہ رہے۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب میں دو مرتبہ بھائی چارہ قائم کیا۔ پہلی مرتبہ ابو بکر و عمر بھائی بھائی ہوئے۔ عثمان و عبدالرحمٰن بن عوف بھائی بھائی مقرر کیے گئے دوسری مرتبہ ابو بکر و خارجہ بن زید میں بھائی چارہ ہوا۔ اور عمر و عتبان بن مالک بھائی بنے۔ لیکن امیر المومنین علیہ السلام دونوں مرتبہ فقط حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی بنے۔ (۱۱۵)

---

(۱۱۵) رجوع کریں: صحیح (ترمذی) ج ۵ ص ۳۰۰ ح ۳۸۰۴، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۱۹۳ و ۱۹۴ ط الحیدریہ، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۲۱، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی) ص ۲۰، ۲۲، ۲۳ و ۲۴، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۷ ح ۵۷، ۵۹، ۶۰ و ۶۵، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۷، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۹۴ و ۹۵، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۷۰، سیرۃ (ابن ہشام) ج ۲ ص ۱۰۸، اسد الغابۃ (ابن اثیر) ج ۲ ص ۲۲۱ و ج ۳ ص ۱۳۷ و ج ۴ ص ۲۹، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص ۶۶، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۱۸ ص ۲۴ و ج ۶ ص ۱۶۷ ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل، مقتل الحسین (خوارزمی حنفی) ج ۱ ص ۴۸، اسعاف الراغبین (صبان) در حاشیۂ نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۴۰ ط العثمانیہ، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۱۲، فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی (مغربی) ص ۱۹ ط مصر، الاصابۃ (ابن حجر) ج ۲ ص ۵۰۷، الاستیعاب (ابن عبد البر) در حاشیۂ الاصابۃ (ابن حجر) ج ۳ ص ۳۵، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر) ج ۱ ص ۱۰۳ ح ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۶۷ و ۱۶۸، الطبقات الکبری (ابن سعد) ج ۲ ص ۲۲، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۰، ۴۵ و ۴۶، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲ و

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا:

أنتَ أخِي فِي الدُّنيَا وَالآخِرَة.

تم دنیا وآخرت میں میرے بھائی ہو۔(۱۱۶)

نہ جانے کتنی مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کے بھائی ہونے کی طرف اشارہ فرمایا۔

هَذَا اَخِی ، وَ ابنُ عَمِّی وَ صِهْرِی وَ اَبُو وُلدِی.

یہ علی علیہ السلام میرے بھائی ہیں۔ میرے چچا کے بیٹے ہیں، میرے داماد ہیں،

۲۲۷ط۲، جامع الاصول (ابن اثیر) ج۹ص ۴۶۸، مصابیح السنۃ (بغوی) ج۲ص ۲۷۵ط محمد علی صبیح مصر، کنز العمال (متقی ہندی) ج۱۵ص۹۲ ح ۲۶۰، ۲۷۱، ۲۸۶، ۲۹۹، ۳۰۴، ۳۲۵، ۳۳۴، ۳۵۰، ۳۵۵، ۳۶۵و۳۸۳ط۲ حیدر آباد وفرائد السمطین (حموینی) ج۱ص۱۱۱، ۱۱۷و۳۲۱.

(۱۱۶) رجوع کریں: المستدرک (حاکم) ج۳ص۱۴ (بادوسند صحیح)، تلخیص المستدرک (ذہبی) درذیل المستدرک (باسند صحیح)، صحیح (ترمذی) ج۵ص۳۰۰ ح ۳۸۰۴، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص۱۹۴ط الحیدریہ، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص۲۱، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص۱۲۰ط المحمدیہ، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص۳۷ ح ۵۷و۵۹، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص۱۷۰، اُسد الغابۃ (ابن اثیر) ج۴ص۲۹، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص۲۴، اسعاف الراغبین (صبان) درحاشیۂ نور الابصار (شبلنجی) ص۱۴۰ط العثمانیۃ ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص۵۶ ط اسلامبول، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص۶۶ ط القدسی، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص۹۴، الاستیعاب (ابن عبدالبر) درحاشیۂ الاصابۃ (ابن حجر) ج۳ص۳۵، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج۱ص۱۰۳ح ۱۴۳، ۱۴۵، و۲۴۶، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج۱۳ص۲۲۷ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل، مصابیح السنۃ (بغوی شافعی) ج۲ص۲۷۵ط محمد علی صبیح، جامع الاصول (ابن اثیر) ج۹ص۴۶۸، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج۲ص۲۲۰ط۲، مشکاۃ المصابیح (خطیب تبریزی) ج۳ص۲۴۳و۲۴۴، الجامع الصغیر (سیوطی) ج۲ص۵۶، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج۵ص۳۰، الفتح الکبیر (نبہانی) ج۲ص۲۴۲و۲۷۷ وفرائد السمطین (حموینی) ج۱ص۱۱۶و۱۵۰.

میرے بچوں کے باپ ہیں۔(۱۱۷)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا (میرے ماں باپ ان پر قربان جائیں) تو آپ نے لوگوں سے کہا کہ میرے بھائی کو بلاؤ۔

لوگوں نے امیر المومنین علیہ السلام کو بلایا۔ آپ نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ امیر المومنین علیہ السلام قریب ہوئے۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر زانو پر رکھا اور آپ سے گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح نے جسم سے مفارقت کی۔(۱۱۸)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے:

لآ اِلٰهَ إلّا اللهُ مُحَمَّد رَسُولُ اللهِ، عَلِيّ أخُو رَسُولِ اللهِ

کوئی معبود نہیں سوائے اللہ کے، محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور علی علیہ السلام رسول کے بھائی ہیں۔(۱۱۹)

---

(۱۱۷) رجوع کریں: کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۴ و منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۲.

(۱۱۸) رجوع کریں: الطبقات الکبری (ابن سعد) ج ۲ ص ۲۶۳ ط دار صادر، المناقب (خوارزمی) ص ۲۹ ط الحیدریہ و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۴ ص ۵۵.

(۱۱۹) رجوع کریں: حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج ۷ ص ۲۵۶، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۹۱ ح ۱۳۴، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۸۸، مقتل الحسین (خوارزمی) ج ۱ ص ۳۸، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۲۳، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص ۶۶، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۰۶ ط اسلامبول ۷ ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۱۱۹ ح ۱۶۲ و ۱۶۸، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۲۲ ط ۲، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۱۱، المیزان (ذہبی) ج ۲ ص ۷۶ و ج ۳ ص ۳۹۹، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۵ و ۴۶ و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۲۱ ح ۳۵۰ ط ۲.

شب ہجرت جب امیر المومنین علیہ السلام بستر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر آرام فرما رہے تھے تو خداوند عالم نے جبریل و میکائیل پر وحی نازل فرمائی کہ میں نے تمھیں بھائی بھائی بنایا ہے اور تم میں سے ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ طولانی کی ہے۔ تم میں سے کون اپنی زندگی دوسرے کو دینے پر آمادہ ہے۔ دونوں نے عذر کیا، زندگی دینا گوارا نہ کی۔ تو خداوند عالم نے وحی فرمائی کہ تم دونوں علی جیسے کیوں نہیں ہو جاتے۔

دیکھو میں نے علی علیہ السلام و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا اور علی علیہ السلام بسترِ رسول پر سو کر اپنی جان فدا کر رہے ہیں اور اپنی زندگی ہلاکت میں ڈال کر حضرت رسولؐ کی زندگی کی حفاظت کر رہے ہیں۔ تم دونوں زمین پر جاؤ اور علی علیہ السلام کو ان کے دشمنوں سے بچاؤ۔

دونوں ملک اُترے۔ جبریل سرہانے اور میکائیل پائینتی کھڑے ہوگے جبریل کہتے جاتے تھے مبارک ہو، مبارک ہو، کون آپ کا مثل ہو سکے گا۔ اے علی ابن ابی طالب علیہ السلام۔ اللہ آپ کے سبب ملائکہ پر فخر و مباہات کر رہا ہے۔ اور اسی موقع پر خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشرِى نَفسَهُ ابتِغَاءَ مَرضَاتِ اللهِ وَاللهُ رَؤُف بِالعِبَادِ .

لوگوں میں کچھ ایسے بندے بھی ہیں جو اپنے نفس کو راہ خدا میں بیچ ڈالتے ہیں خدا ایسے بندوں پر مہربان ہے۔ (۱۲۰)

---

(۱۲۰) سورۂ بقرہ (۲) آیہ ۲۰۷ ہجرت کے موقع پر حضرت علیؑ کا بستر رسولؐ پر سونے کے حوالے سے رجوع کریں: شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۶۹ ح ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۷ و ۱۳۹، المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۴ و ۱۳۳، تاریخ (طبری) ج ۲ ص ۹۹، تاریخ (یعقوبی) ج ۲ ص ۲۹ ط الغری، سیرۃ (ابن ہشام) ج ۲ ص ۹۱، العقد

امیر المومنین علیہ السلام ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔

میں خدا کا بندہ ہوں، میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہوں۔ میں صدیق اکبر ہوں۔ میرے علاوہ ایسا کہنے والا دروغ گو اور کاذب کے علاوہ کوئی نہیں ہوسکتا۔ (۱۲۱)

شوریٰ والے دن آپ نے عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد اور زبیر سے فرمایا تھا کہ:

الفرید (ابن عبدربہ مالکی) ج ۵ ص ۹۹ ط ۲، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) ج ۲ ص ۱۰۳، ذخائر العقبیٰ (محب الدین طبری) ص ۸۷، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۶ ص ۱۵ و ج ۷ ص ۲۷ و ج ۹ ص ۱۲۰، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۲۶۱۔۲۶۷ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۱۸۴ ح ۲۴۹ و ص ۱۸۶ ح ۲۵۰ و ص ۱۹۰ ح ۲۵۱ و ص ۱۳۷ ح ۱۸۷، ۱۸۸ و ۱۸۹، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۳۹ و ۲۴۲ ط الحیدریہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۵ ط اسلامبول، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۱۷۱ و ۲۷۲ ط ۲، الطبقات الکبری (ابن سعد) ج ۱ ص ۲۲۸ و ج ۸ ص ۵۲ و ۲۲۳. دوسرے مدارک کو حاشیہ نمبر ۲۷ و ۹۴ پر ملاحظہ فرمائیں.

(۱۲۱) رجوع کریں: مستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۱۲، سنن (ابن ماجہ) ج ۱ ص ۴۴ ح ۱۲۰، تاریخ (طبری) ج ۲ ص ۳۱۰، الاستیعاب (ابن عبدالبر) درحاشیۂ الاصابۃ (ابن حجر) ج ۳ ص ۳۵، خصائص (نسائی) ص ۴۶ ط الحیدریہ، الکامل (ابن اثیر) ج ۲ ص ۵۷، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۲۰۰ و ۲۲۸ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، ذخائر العقبیٰ (محب الدین طبری) ص ۶۰، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۹۶، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۱۲۰ ح ۱۶۴، ۱۶۷ و ۱۶۸، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۱۰۸، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۲۱ و ۲۲۲، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۰۷ ح ۳۰۴ و ص ۱۱۴ ح ۳۲۵ ط ۲، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۴۶، المیزان (ذہبی) ج ۱ ص ۴۳۳ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۲۲۷ ح ۱۷۷ و ۱۹۲.

میں تمھیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جسے رسول ﷺ نے اپنا بھائی بنایا ہو۔ اس دن جس دن مسلمانوں میں بھائی چارہ کیا تھا لوگوں نے کہا: خدا جانتا ہے، آپ کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے۔ (۱۲۲)

امیر المومنین علیہ السلام نے ایک دن عمر بن خطاب سے ان کے زمانہ خلافت میں پوچھا کہ:
یہ فرمایئے اگر بنی اسرائیل کی کوئی قوم آپ کے پاس آئے اور ان میں کوئی شخص آپ سے کہے کہ میں موسیٰ کے چچا کا فرزند ہوں، تو کیا آپ اسے اس کے ساتھیوں پر کچھ ترجیح دیں گے؟
انھوں نے کہا: ہاں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کی قسم! میں رسول ﷺ کا بھائی ہوں۔ ان کے چچا کا بیٹا ہوں۔

حضرت عمر نے ردا کاندھے سے اتار کر بچھائی اور بولے:

خدا کی قسم! جب تک ہم لوگ جدا نہ ہوں آپ اس جگہ کے علاوہ کہیں اور نہیں بیٹھ سکتے۔ حضرت علیؑ اس عبا پر بیٹھے رہے اور حضرت عمر بھی وہاں موجود تھے اور وہ جدا ہونے تک اسی صورت میں موجود رہے (۱۲۳)

یہ سب رسول اللہ ﷺ کے بھائی اور فرزند عم ہونے کی تعظیم تھی

(۳) حضرت رسول ﷺ نے تمام صحابہ کے مسجد میں کھلنے والے دروازے بند کر دیے کیوں کہ مسجد کے اندر جنب کی حالت میں جانا جائز نہیں لیکن حضرت علی کا دروازے کھلا رکھا۔ اور حضرت

---

(۱۲۲) رجوع کریں: شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۱۶۷ و الاستیعاب (ابن عبد البر) در حاشیۂ الاصابۂ (ابن حجر) ج ۳ ص ۳۵۔

(۱۲۳) رجوع کریں: الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) مقصد پنجم، باب یازدہم، آیہ ۱۴ ص ۱۷۷ ط المحمدیہ۔

علی علیہ السلام کے لیے جنابت کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا جائز و مباح قرار دیا جیسا کہ ہارون کے لئے مباح تھا لہذا یہ حدیث ہارون کی پوری پوری مشابہت پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کی طرف کھلتے ہوئے سب کے دروازے بند کرا دیے صرف حضرت علی علیہ السلام کا دروازہ کھلا رکھا۔ حضرت علی علیہ السلام جنب کی حالت میں بھی مسجد میں داخل ہوتے تھے کیونکہ وہی ایک رہ تھی کوئی دوسرا راستہ تھا ہی نہیں (۱۲۴)

حضرت عمر بن خطاب سے ایک صحیح حدیث مروی ہے جو مسلم و بخاری کے معیار پر بھی صحیح ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

> رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کو تین چیزیں ایسی مرحمت فرمائیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے ملی ہوتی تو سرخ اونٹوں کی قطار سے بڑھ کر ہوتی۔ ایک یہ کہ علی علیہ السلام کی زوجہ فاطمہ سلام اللہ علیہا دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئیں دوسرے مسجد میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی سکونت اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے جو امور مسجد میں جائز تھے ان کے لیے بھی جائز تھے۔ تیسرے جنگ خیبر میں علم ملنا (۱۲۵)

---

(۱۲۴) رجوع کریں: مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۲۵ ح ۳۰۶۲ (با سند صحیح) ط دار المعارف مصر، خصائص امیر المؤمنین (نسائی) ص ۶۴ ط الحیدریہ، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص ۸۷، الاصابۃ (ابن حجر) ج ۲ ص ۵۰۹، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۲۰، المناقب (خوارزمی) ص ۴۷، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۱۸۵ ح ۲۴۹ وص ۱۸۷ ح ۲۵۰ وص ۱۹۰ ح ۲۵۱، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۵ ط اسلامبول وفرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۲۹۔ بقیہ مدارک کو حاشیہ نمبر ۹۴ میں ملاحظہ فرمائیں.

(۱۲۵) رجوع کریں: المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۵ (با سند صحیح) ط افسٹ، مسند (احمد بن حنبل) ج ۷ ص ۲۱ ح ۴۷۹۷ (با سند صحیح) ط دار المعارف مصر، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۱۰ ط اسلامبول، المناقب (خوارزمی حنفی)

سعد بن ابی وقاص، براء بن عازب، ابن عباس، ابن عمر، حذیفہ بن سید غفاری ان میں سے ہر ایک سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں آئے اور ارشاد فرمایا کہ خدا نے موسی پر وحی نازل فرمائی کہ میرے لئے پاک مسجد بناؤ کہ جس میں صرف تم اور ہارون سکونت اختیار کریں اور خدا نے مجھ پر بھی وحی نازل فرمائی ہے کہ میں طاہر مسجد بناؤں جس میں صرف میں اور میرے بھائی علی علیہ السلام رہیں (۱۲۶)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور دعاؤں میں سے ایک دعا کو اس طرح پڑھتے ہیں۔

میرے معبود! میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا تھا میرے سینہ کو کشادہ کردے اور میرے معاملہ کو سہل بنادے۔ زبان کی گرہ کھول دے کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا۔ ان کے ذریعہ میری کمر کو مضبوط کر اور انھیں میرا شریک کار بنا تو اے معبود! تُو نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ عنقریب میں تمھارے

ص ۲۳۸ ط الحیدریہ، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۲۲۰ ح ۲۸۳، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۶ ط المیمنیہ، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۲۰، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۷۲، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۲۹، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۰۱ ح ۲۹۱ ط ۲، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۵۴ ط ۲ اور فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۴۵ ح ۲۶۸.

(۱۲۶) رجوع کریں: مناقب الامام علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۵۲ ح ۳۰۱ و ۳۴۳ و ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۸۷ ط اسلامبول.

بھائی ہارون کے ذریعے تمھارے بازوؤں کو قوی کردوں گا اور تم دونوں
کے لیے غلبہ قرار دوں گا۔ اے معبود! میں تیرا بندہ اور تیرا رسول محمد ہوں،
میرا سینہ کشادہ کر۔ میرے معاملہ کو آسان بنا اور میرے اہل سے علی علیہ السلام
کو میرا بھائی اور وزیر قرار دے۔ (۱۲۷)

اس جیسی ایک حدیث بزار نے بھی روایت کی ہے۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر ارشاد فرمایا کہ: موسیٰ نے خدا سے سوال کیا تھا کہ ہارون کی مدد و معیت میں مسجد کو پاک بنائیں اور میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا ہے کہ تمھاری مدد و معیت میں مسجد کو پاکیزہ کروں۔

پھر آپ نے ابو بکر کو کہلا بھیجا کہ اپنا دروازہ بند کر دو۔ اس پر انھوں نے اِنَّــا لِلّٰہِ وَ اِنَّــا اِلَیــهِ رَاجِعُونَ پڑھا اور کہا سَــمعاً وَ طَاعَۃً۔ پھر حضرت عمر کو حکم دیا۔ پھر حضرت عباس کو بھی ایسا ہی حکم دیا۔ پھر ارشاد فرمایا: میں نے اپنی مرضی سے تم لوگوں کے دروازے بند نہیں کرائے اور علیؑ کا دروازے کھلا نہیں چھوڑا بلکہ خدا نے ایسا کیا ہے۔ (۱۲۸)

حضرت علی علیہ السلام کی ہارونؑ کے مقام و منزلت میں مشابہت کے لیے اتنی حدیثیں کافی ہیں۔

---

(۱۲۷) رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۹ ۱۷ ح ۲۳۵، تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی حنفی) ص ۱۵، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۱ ط العثمانیہ، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۸۷، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۰۸، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۱۴ ط ۲، مطالب السؤول (ابن طلحۂ شافعی) ج ۱ ص ۸۷ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۹۲ ح ۱۵۱.

(۱۲۸) رجوع کریں: مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۱۴، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۵۵، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۵۵ ح ۴۳۶ ط ۲ اور الحاوی للفتاوی (سیوطی) ج ۲ ص ۵۷ و ۵۸.

متلاشی

(۱) بقیہ دلائل کی درخواست۔

خدا آپ کے والدین پر رحمت کرے واقعی آپ کے قرآن وحدیث سے استدلال بڑے محکم ہیں۔ان میں فصاحت و بلاغت چھلکتی نظر آتی ہے آپ باقی نصوص کا تزکرہ بھی کریں۔فضل و برتری آپ میں ہی ہے۔

حق شناس

(۱) آیت ولایت اور اس کا حضرت علیؑ کی شان میں نزول۔
(۲) حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہونے کی دلیل۔
(۳) استدلال کے ساتھ وضاحت۔

(۱) جی ہاں کلام مجید میں خدا کی محکم آیات میں سے ایک آیت آپ کے لئے تلاوت کرتا ہوں سورۂ مائدہ میں آیا ہے:

اِنَّمَا وَلِيُّكُم اللهُ وَ رَسولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِين يُقِيمُونَ الصَّلوٰةَ ويُؤْتُونَ الزَّكوٰةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللهَ وَ رَسُولَهُ وَ الَّذِينَ اٰمَنُوا فإنَّ حِزبَ اللهِ هُمُ الغالِبُونَ.

بے شک تمھارا ولی خدا ہے اور اس کا رسول ﷺ ہے اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں حالانکہ وہ رکوع میں ہوتے ہیں۔ جو شخص خدا اور اس کے رسول ﷺ اور ان لوگوں کو جو

ایمان لائے اپنا ولی سمجھے گا تو یہ سمجھ لو کہ خدا کی جمعیت ہی غالب رہنے والی ہے۔(۱۲۹)

اس میں کوئی شک نہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے رکوع کی حالت میں سائل کو اپنی انگوٹھی عطا کی تو یہ آیت آپ کی شان میں نازل ہوئی اور اس مورد میں تمام مفسرین کا اتفاق اور اجماع ہے۔(۱۳۰)

---

(۱۲۹) سورۂ مائدۃ (۵) آیات ۵۵۔۵۶.

(۱۳۰) رجوع کریں: شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج اص ۱۶۱ ح ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰ و ۲۴۱، ط بیروت، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۱۱ ح ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷ و ۳۵۸، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۸۸ و ۱۰۲، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۸۷، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۰۹ ح ۹۰۸ و ۹۰۹، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۲۳ و ۱۰۸، الدر المنثور (سیوطی) ج ۲ ص ۲۹۳، فتح القدیر (شوکانی) ج ۲ ص ۵۳، التسہیل لعلوم التنزیل (کلبی) ج اص ۱۸۱، الکشاف (زمخشری) ج اص ۶۴۹، تفسیر (طبری) ج ۶ ص ۲۸۸۔۲۸۹، زاد المسیر فی علم التفسیر (ابن جوزی حنبلی) ج ۲ ص ۳۸۳، تفسیر (قرطبی) ج ۶ ص ۲۱۹۔۲۲۰، التفسیر المنیر لمعالم التنزیل (جاوی) ج اص ۲۱۰، فتح البیان فی مقاصد القرآن (صدیق حسن خان) ج ۳ ص ۵۱، اسباب النزول (واحدی) ص ۱۱۳ ط الحلبی مصر، لباب النقول (سیوطی) در حاشیہ تفسیر (الجلالین) ص ۲۱۳، تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی حنفی) ص ۱۵ ط الحیدریہ، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۱ ط العثمانیہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۵ ط اسلامبول، تفسیر (فخر رازی) ج ۱۲ ص ۲۶ و ۲۰ ط البہیہ مصر، تفسیر (ابن کثیر) ج ۲ ص ۷۱ ط دار احیاء الکتب، احکام القرآن (جصاص) ج ۴ ص ۱۰۲ ط عبد الرحمٰن محمد، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۷ ص ۱۷، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۸۶۔۸۸، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۲۷۷ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۲۴ ط المیمنیہ، انساب الاشراف (بلاذری) ج ۲ ص ۱۵۰ ح ۱۵۱ ط بیروت، تفسیر (نسفی) ج اص ۲۸۹، الحاوی للفتاوی (سیوطی) ج اص ۱۳۹ و ۱۴۰، کنز العمال

(۲) ایک تو اختصار ملحوظ ہے، دوسرا یہ مسئلہ روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہے ورنہ ہم وہ تمام صحیح احادیث اکٹھا کر دیتے جو اس آیت کے حضرت علی علیہ السلام کی شان میں نازل ہونے کے متعلق مروی ہیں لیکن بحمد اللہ یہ نا قابل انکار حقیقت پر مبنی مطلب ہے۔

ہم صرف ابو اسحاق احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری ثعلبی کی تفسیر کا حوالہ دے دیتے ہیں۔ (۱۳۱) جب وہ اپنی تفسیر کبیر میں اس آیت پر پہنچے تو بسلسلۂ اسناد جناب ابوذر سے ایک حدیث درج کی ہے کہ جناب ابوذر فرماتے ہیں کہ:

> میں نے خود اپنے ان دونوں کانوں سے حضرت رسول اللہؐ سے سُنا ہے اگر میں غلط کہتا ہوں تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں اور میں نے اپنی ان آنکھوں سے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اگر ایسا نہ ہو تو میری دونوں آنکھیں اندھی ہو جائیں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ علیؑ نیکوکاروں کے قائد اور کافروں کے قاتل ہیں۔ جو علی علیہ السلام کی مدد کرے گا وہ نصرت یافتہ ہوگا اور جو علی علیہ السلام کا ساتھ نہ دے گا اس کی مدد نہ کی جائے گی۔

(متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۴۶ ح ۴۱۶ و ص ۹۵ ح ۲۶۹ ط ۲، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۸، جامع الاصول (ابن اثیر) ج ۹ ص ۴۷۸، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۷۳ و ۳۰۲، مطالب السؤول (ابن طلحۂ شافعی) ج ۱ ص ۸۷، معالم التنزیل (بغوی) در حاشیۂ تفسیر الخازن (علاء الدین بغدادی) ج ۲ ص ۵۵ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۱۰ ا ۱۹۰ ح ۱۵۰، ۱۵۱ و ۱۵۳ ط ۱۔

(۱۳۱) ابن خلکان نے وافیات الاعیان میں ان کی وفات ۳۳۷ھ لکھی ہے نیز لکھا ہے کہ وہ اپنے زمانے میں تفسیر کے میدان میں تن تنہا تھے۔ انہوں نے ایک بہت بڑی تفسیر لکھی تھی۔ عبد الغافر فارسی نے بھی اپنی کتاب؛ سیاق نیشاپور؛ میں ان کی تعریف کی ہے اور انہیں صحیح النقل اور باوثوق قرار دیا ہے۔

آ گاہ رہو! میں نے ایک دن حضرت رسول ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی ایک سائل نے مسجد میں آ کر سوال کیا کسی نے کچھ نہ دیا۔ حضرت علی علیہ السلام حالتِ رکوع میں تھے۔ آپ نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا جس میں انگوٹھی پہنے ہوئے تھے۔ سائل بڑھا اور اس نے انگوٹھی اتار لی۔ اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے خدا کی بارگاہ میں رو رو کر دعا مانگی۔

میرے معبود! میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کیا تھا اور کہا تھا کہ اے میرے معبود! میرے سینہ کو کشادہ فرما میرے معاملہ کو سہل بنا، میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ میری بات سمجھ سکیں اور میرے اہل سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنا۔ ان کے ذریعہ میری کمر مضبوط کر اسے میرا شریک کار قرار دے تا کہ ہم دونوں تیری زیادہ تسبیح کریں اور بہت زیادہ ذکر کریں تو ہماری حالت کو بخوبی دیکھنے والا ہے (۱۳۲) تو نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ اے موسیٰ تمھاری تمنائیں پوری کی گئیں اے میرے معبود! میں تیرا نبی ﷺ ہوں میرے سینہ کو بھی کشادہ فرما میرے معاملہ کو سہل کر اور میرے اہل سے علی علیہ السلام کو میرا وزیر بنا اس کے ذریعہ میری کمر کو مضبوط کر...... (۱۳۳)

جناب ابوذر فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم حضرت رسول کا کلام پورا ابھی نہ ہونے پایا تھا کہ جبرئیل امین یہ آیت لے کر نازل ہوئے۔

---

(۱۳۲) سورۂ طٰہ (۲۰) آیہ ۲۵۔۳۵.

(۱۳۳) سورۂ طٰہ (۲۰) آیہ ۳۶.

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَ رَسُولُهُ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِمُونَ الصَّلٰوةَ وَ يُؤْتُوْنَ الذَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُولَهُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ.

اور وہ لوگ جو ایمان لائے جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں جو شخص خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایمان لانے والوں سے وابستہ ہوگا تو کوئی شبہ نہیں کہ خدا کی جمعیت ہی غلبہ پانے والی ہے۔(۱۳۴)

(۳) آپ سے مخفی نہیں ہے (خداوندِ حق اپنے وسیلے سے آپ کی مدد کرے) کہ اس جگہ ولی سے مراد اولی بالتصرف ہی ہے جیسے کہ ہم کہتے ہیں فلاں ولی قاصر ہے، ولی سے مقصود اولیٰ بالتصرف ہے اہل لغت نے تصریح کردی ہے۔ كُلُّ مَن وَلِيَ اَمْرَ اَحَدٍ فَهُوَ وَلِيُّهُ. ہر وہ شخص جو کسی کے معاملات میں متصرف ومختار ہو وہ اس کا ولی ہے۔لہٰذا اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ جو تمھارے امور کے مالک ومختار ہیں اور تم سے زیادہ تمھارے امور میں تصرف کا حق رکھتے ہیں وہ خداوند عالم اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی علیہ السلام ہیں کیونکہ حضرت علیؑ ہی کی ذات بس ایک ایسی ذات ہے جس میں ایمان ، اقامہ نماز اور رکوع کی حالت میں زکات دینے جیسے صفات جمع تھے۔ اور آپ ہی کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

خداوند عالم نے اس آیت میں اپنے ، اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے ولی کے لیے ایک ہی ساتھ ولایت ثابت کی ہے ہم جانتے ہیں کہ خداوند عالم کی ولایت عام ہے لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ولی کی ولایت خدا کی ولایت جیسی عام ہونا چاہیے۔ یہاں جائز نہیں ہے کہ ولی سے نصیر یا محبّ وغیرہ مراد لیا جائے ورنہ حصر کی کوئی وجہ باقی نہ رہے گی میرے خیال میں مندرجہ بالا مطالب واضح ترین مطالب میں سے ہیں۔

---

(۱۳۴) الکشف والبیان (ثعلبی)، مخطوط، اس آیۂ شریفہ کی تفسیر میں۔

متلاشی

(ا) لفظِ جمع کا مفرد پر کس طرح اطلاق ہوا ہے؟۔

بہر حال آپ کے جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ لفظ ' وَ الَّذِینَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِمُوْنَ الصَّلوٰۃَ وَ یُؤْتُوْنَ الذَّکٰوۃَ وَھُمْ رٰکِعُوْن ' جمع ہے اور امیر المومنین علیہ السلام شخص واحد ہیں لہٰذا جمع کا اطلاق مفرد پر کیونکر صحیح ہے؟ بہر حال اگر یہ اعتراض کیا جائے تو اسکا کیا جواب ہے؟

حق شناس

(۱) عرب مفرد کے لئے بھی جمع کی تعبیر استعمال کیا کرتے ہیں۔

(۲) اس مطلب پر شاہد۔

(۳) آیت کے حوالے سے لطیف اور دقیق نکتہ۔

(۴) تائید کنندہ نصوص کی طرف اشارہ۔

(۱) اس کا جواب یہ ہے کہ اہل عرب جمع کی تعبیر کو مفرد کے لئے بھی استعمال کیا کرتے ہیں.
البتہ اس مقام پر ایک قرینہ موجود ہے جس کا تقاضا ہے کہ اس معنی میں استعمال ہو.

(۲) اس معنی کا شاہد آیۂ مباہلہ ہے (۱۳۵) خداوند عالم نے لفظ ابناء، نساء اور انفس کے الفاظ استعمال کئے ہیں جو حقیقتاً عموم کے لیے ہیں اور خاص طور پر حسنین و فاطمہ و حضرت علی علیہم السلام کے لیے استعمال کیے ہیں۔ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ یہ الفاظ صرف انہی حضرات کے لیے استعمال

---

(۱۳۵) سورۂ آل عمران (۳) آیۂ ۶۱.

ہوئے ہیں۔(۱۳۶)اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان کی عظمت شان وجلالت قدر کا اظہار مقصود تھا اور بھی بہت سے نظائر ہیں جو قابل احصاء اور جمع آوری نہیں ہیں (۱۳۷) جب کوئی نکتہ تقاضا کرے تو یہ جمع کو مفرد کی جگہ استعمال کرنے کو جائز سمجھنے کی دلیلیں ہیں۔

(۳) مورد نظر آیہ میں ایک بہت ہی لطیف و باریک نکتہ ہے کہ خداوندِ عالم نے مفرد لفظ کے بجائے جمع کا لفظ جو استعمال فرمایا ہے تو یہ اکثر لوگوں پر خداوند عالم کا بڑا فضل وکرم اور عنایت ہے کیونکہ دشمنان علی علیہ السلام اور اعداء بنی ہاشم اور تمام منافقین اور حسد وکینہ رکھنے والے اس آیت کو بصیغہ مفرد سننا برداشت کیسے کرتے وہ تو اس طمع میں حلقہ بگوش اسلام ہوئے تھے کہ ممکن ہے کہ کسی دن قسمت چمک اٹھے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہونے کے بعد ہم حاکم بن جائیں۔

جب ان کو یہ پتہ چل جاتا کہ خداوند عالم نے حکومت بس تین ہی ذاتوں میں منحصر کر دی، خدا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور علی علیہ السلام ہی بس حاکم ہیں۔تو وہ مایوس ہو کر نہ معلوم کیا کیا آفتیں برپا کرتے اور اسلام کو کن کن خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔ان کے فتنہ وفساد ہی کے خوف سے آیت میں باوجود علی علیہ السلام کے شخص واحد ہونے کے جمع کا لفظ استعمال کیا گیا۔پھر بعد میں رفتہ رفتہ مختلف پیرایہ میں متعدد مقامات پر تصریح ہوتی رہی اور ولایت امیر المومنین علیہ السلام بہت سے دلوں پر شاق تھی اس لیے فوراً ہی کھلا اعلان نہیں کر دیا گیا۔

اگر اس آیت میں مخصوص عبارت لا کر مفرد کا استعمال کر کے آپ کی ولایت کا اعلان کر دیا جاتا تو لوگ کانوں میں انگلیاں دے لیتے اور سرکشی پر تیار ہو جاتے۔اہل بیت علیہم السلام کی شان میں نازل ہونے والی قرآن مجید کی ان تمام آیات میں یہی حکیمانہ انداز جاری وساری ہے۔

---

(۱۳۶) اس موضوع کے بہت زیادہ مدارک دیکھنے کے لئے حاشیہ نمبر ۲۸ ملاحظہ فرمائیں.

(۱۳۷) مثلاً آیہ ۱۷۳ سورۂ آل عمران (۳) وآیہ ۱۱ سورۂ مائدہ (۵).

(۴) ہم نے جن نصوص کا ذکر کیا یا جن کا ذکر نہیں ہوا اسی طرح نص غدیر اور نص وصیت وغیرہ کی تاویل نہیں کی جا سکتی، یہ متضافر و متناصر روایتیں، روایات صریحہ سے کم نہیں ہیں. ان روایات سے بھی اسی مطلب کی تائید ہوتی ہے بہر حال جو انصاف سے کام لے تو وہ حق پر انہیں قاطع ادلہ اور ساطع و روشن برہان پائے گا.

متلاشی

(ا) تائید کنندہ نصوص پیش کرنے کی درخواست۔

کاش آپ ہمیں تائید کنندہ نصوص سے بھی آگاہ فرماتے ،انہیں کیوں سپرد قرطاس نہیں کیا!!؟

حق شناس

(۱) تائید کنندہ احادیث میں سے چالیس حدیثوں کا تذکرہ۔
(۲) حضرت علیؑ کی خلافت والی دلیلوں کا کوئی معارض نہیں۔

ان تائید کنندہ نصوص سے صرف چالیس حدیثیں پیش کرتے ہیں امید ہے کہ یہی آپ کے لیے کافی ہوں گی۔

(۱) سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور بلند آواز سے ارشاد فرمایا:

هَـذا اِمَامُ الْبَرَرَةِ، قَاتِلُ الْفَجَرَةِ، مَنْصُورٌ مَنْ نَصَرَهُ ، مَخذُولٌ مَنْ خَذَلَه.(۱۳۸)

---

(۱۳۸) اس حدیث کو (حاکم) نے مستدرک کی تیسری جلد کے صفحہ ۱۲۹ پر (جابر) سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے مزید رجوع کریں: کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۳ ح ۲۵۲۷ ط ۱، تفسیر (ثعلبی) ذیل آیہ ولایت، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۸۴ ح ۱۲۰ و ۱۲۵، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۱۱،

یہ علی علیہ السلام نیکوں کے امام ہیں اور فاجروں کے قاتل۔ جس نے ان کی مدد کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے ان کی مدد سے منہ موڑا اس کی مدد نہ کی جائے گی۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مجھے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق تین چیزوں کی وحی ہوئی ہے۔

اِنَّــهُ سَيِّــدُ الْـمُسْلِمِيـنَ وَاِمَـامُ الْـمُتَّقِيـنَ وَ قَـائِدُ الْغُـرِّ الْمُحَجَّلِين.َ (۱۳۹)

ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۷۶ ح ۹۹۶ و ۹۹۷، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۲۱ ط الحیدریہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۷۲، ۱۸۵، ۲۳۴، ۲۵۰ و ۲۸۴ ط اسلامبول، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۰۸، فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی (مغربی) ص ۲۵ ط المطبعۃ الاسلامیۃ ازہر، اسعاف الراغبین (صبان) درحاشیۂ نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۴۳ ط العثمانیہ، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۵ ط المیمنیۃ مصر، مطالب السؤول (ابن طلحۃ شافعی) ج ۱ ص ۸۶، میزان الاعتدال (ذہبی) ج ۱ ص ۱۱۰، الجامع الصغیر (سیوطی شافعی) ج ۲ ص ۵۶ ط المیمنیۃ مصر، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۲۹ و ۳۰ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۵۷ ح ۱۱۹ و ۱۵۱۔

(۱۳۹) (حاکم) نے جزء ۳ مستدرک کے صفحہ ۱۳۸ پر ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سند صحیح ہے اسکے علاوہ رجوع کریں: کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۷ ح ۲۶۲۸، المعجم الصغیر (طبرانی) ج ۲ ص ۸۸، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۶۵ ح ۹۳ و ص ۱۰۴ ح ۱۴۶ و ۱۴۷، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۲۳۵، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۱۴، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۰۷، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۲۱، اسد الغابۃ (ابن اثیر) ج ۱ ص ۶۹ و ج ۳ ص ۱۱۶، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۲۵۷ ح ۷۷۳ و ۷۷۴، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۸۱ ط اسلامبول و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۴۳۔

علی علیہ السلام مسلمانوں کے سردار ہیں، متقین کے امام ہیں اور روشن جبین اور نورانی افراد کے قائد ہیں۔

(۳) علی علیہ السلام کے متعلق مجھے بذریعہ وحی بتایا گیا کہ وہ مسلمانوں کے سردار، متقین کے ولی اور روشن پیشانی والوں کے قائد ہیں۔ (۱۴۰)

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام سے فرمایا:

مَرْحَباً بِسَيِّدِ المُسْلِمِينَ ، وَإمَامِ المُتَّقِين. (۱۴۱)

مرحبا اے مسلمانوں کے سردار اور متقین کے امام۔

(۵) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَوّل مَنْ يَدخل مِن هَذا البابِ اِمَامُ المُتَّقِين ، وَسيّدُ المُسلِمِينَ و يَعْسُوبُ الدِّين و خَاتَمُ الوَصِيين و قَائِدُ الغُرّ المُحَجَّلِين.

پہلا شخص جو اس دروازے سے داخل ہوگا وہ متقین کا امام۔ مسلمانوں کا

---

(۱۴۰) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۷ ح ۲۶۳۰ ط ۱، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۲۵۷ ح ۷۷۷، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۳۴ ط ۲، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص ۷۰ و منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۴.

(۱۴۱) رجوع کریں: کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۷ ح ۲۶۲۷ ط ۱، حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج ۱ ص ۶۶، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۴۰ ح ۹۴۹، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۱۷۰ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۱۵، مطالب السؤول (ابن طلحہ شافعی) ج ۱ ص ۴۶، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۸۱ و ۳۱۳ ط اسلامبول، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۵۵ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۴۵.

سردار، اور دین کا امیر اور وصیوں کا خاتم اور روشن پیشانی والوں کا قائد ہے۔

سب سے پہلے حضرت علی علیہ السلام آئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا۔ تو آپ کا چہرہ کھل گیا۔ فوراً علیؑ کو گلے سے لگالیا اور آپ کی پیشانی کا پسینہ پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے تھے:

تم میری طرف سے حقوق ادا کرو گے، تم میرا پیام لوگوں تک پہنچاؤ گے اور میرے بعد جب اختلافات پیدا ہوں گے تو تم ہی راہ حق واضح کرو گے۔ (۱۴۲)

(۶) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إن الله عهـد إلـيَّ فِـي علي أنه رايةُ الهدىٰ ، و إمَام اولِيَائى و نورُ مَنْ اَطَاعَنى وَهُوَ كَلِمةُ التى أَلْزَمتهَا المُتَّقِين.

خداوندِ عالم نے مجھے علی علیہ السلام کے متعلق بتا دیا ہے کہ وہ علمِ ہدایت ہیں، میرے دوستوں کے امام ہیں اور میری اطاعت کرنے والوں کے لیے نور ہیں۔ علی علیہ السلام ہی وہ کلمہ ہیں جسے میں نے متقین کے لیے لازم کر دیا ہے۔ (۱۴۳)

---

(۱۴۲) رجوع کریں: شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۱۶۹ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، حلیۃ الاولیاء (ابو نعیم) ج ۱ ص ۶۳، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۴۲، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۲۸۷ ح ۱۰۰۵، مطالب السؤول (ابن طلحہ شافعی) ج ۱ ص ۶۰، میزان الاعتدال (ذہبی) ج ۱ ص ۶۴، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۱۲ ط الحیدریہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۱۳، ط اسلامبول وفرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۴۵۔

(۱۴۳) رجوع کریں حلیۃ الاولیاء (ابونعیم اصفہانی) ج ۱ ص ۶۷، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۱۶۷ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۲۱۵ و ۲۲۰، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۱۴، ترجمۃ

آپ دیکھیں کہ مذکورہ بالا چھ حدیثیں حضرت علی علیہ السلام کی امامت کے متعلق کتنی صاف اور صریح نصوص ہیں اور ان کی اطاعت وفرمانبرداری واجب ولازم ہونے کے روشن ثبوت ہیں ان پر سلام ہو۔

(۷) پیغمبر اسلامؐ ہاتھ کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اِنَّ هـذا أَوَّلُ مَـنْ آمَـنَ بِي، وَأَوَّلُ مَن يُصَافِحُنِي يَوْمَ القِيَامَةِ، وَهَـذَا الـصِّدِّيقُ الاكبَرِ ، وَهَذَا فَارُوقُ هَذِهِ الامَّةِ، يُفَرِّقُ بَينَ الحَقِّ وَالبَاطِلِ ، وَهَذَا يَعسُوبُ المُؤمِنِينَ.

یہ پہلے شخص ہیں جو مجھ پر ایمان لائے۔ قیامت کے دن سب سے پہلے یہی مجھ سے مصافحہ کریں گے۔ یہی صدیق اکبر ہیں، یہی اس امت کے فاروق ہیں جو حق کو باطل سے جدا کریں گے یہی مومنین کے سید وسردار ہیں۔ (۱۴۴)

الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۱۸۹ ح ۶۷۲، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۴۶ ح ۶۹، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۷۳ ط الحیدریہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۱۲ ط اسلامبول، مطالب السؤول (ابن طلحۂ شافعی) ج ۱ ص ۴۶ وفرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۴۴ و ۱۵۱.

(۱۴۴) رجوع کریں:

کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۶ ح ۲۶۰۸ ط ۱، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۷۶ ح ۱۲۱، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۰۲، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۱۸۷ ط الحیدریہ، الاصابۂ (ابن حجر) ج ۴ ص ۱۷۱، الاستیعاب (ابن عبدالبر) درحاشیۂ الاصابۂ (ابن حجر) ج ۴ ص ۱۷۰، اسد الغابۂ (ابن اثیر) ج ۵ ص ۲۸۷، میزان الاعتدال (ذہبی) ج ۲ ص ۴۱۷ وفرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۹ و ۱۴۰. باقی مدارک کیلئے حاشیۂ نمبر ۲۹۹ ملاحظہ فرمائیں.

(۸) پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا مَعشَر الأنصَارِ ألاَ أدُلُّكُمْ عَلىٰ مَا إن تَمَسَّكتُم بِه لَنْ تَضِلّوا أبداً ، هَذا عَلِي فَأحِبُّوه بِحَبّي، و أكْرِمُوه بِكَرامتِي، فإنَّ جِبْرائيلَ أَمَرنِي بالّذِي قلت لَكُم عَنِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ.

اے گروہ انصار میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اسے مضبوطی سے تھامے رکھو تو کبھی گمراہ نہ ہو۔ دیکھو یہ علی علیہ السلام ہیں تم مجھے جس طرح محبوب رکھتے ہو انھیں بھی محبوب رکھنا، میری جیسی عزت کرتے ہو ان کی بھی عزت کرنا یہ بات میں اپنی مرضی سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ امین وحی، جبرئیل، خدا کی طرف سے یہ حکم لے کر آئے ہیں۔ (۱۴۵)

دیکھیں کس طرح گمراہ نہ ہونے کو حضرت علی علیہ السلام سے متمسک ہونے کیساتھ مشروط کر دیا ہے. اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے متمسک نہ ہونے والا گمراہ ہے یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ انہیں حکم دیا ہے کہ جتنا مجھے محبوب جانتے ہو علی علیہ السلام کو بھی جانو. اس کا مطلب اسکے علاوہ اور کچھ نہیں ہے کہ ان کے بعد حضرت علی علیہ السلام ہی ولی عہد اور صاحب امر ہیں. اس جملے پر تدبر کریں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام خدا کی طرف سے لائے ہیں. انشاءاللہ آپ پر حقیقت روشن ہو جائے گی.

---

(۱۴۵) رجوع کریں: شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۱۷۰ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، حلیۃ الاولیاء (ابو نعیم) ج ۱ ص ۶۳ ط السعادۃ، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۳۲، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۱۰ ط الحیدریہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۳۱۳ ط اسلامبول، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۲۶ ح ۳۶۳ ط ۲، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۳۳ ط ۲، مطالب السؤول (ابن طلحۂ شافعی) ج ۱ ص ۶۰ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۹۷ ح ۱۵۴.

(۹) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنَـا مَـدِيـنَةُ الـعِـلْـمِ ، وَعَـلِـيّ بَابُهَا، فَمَنْ أَرَادَ المَدِينَةَ فَلْيَأْتِ البَابَ. (۱۴۶)

میں شہر علم ہوں، علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں جو شخص علم حاصل کرنا چاہے وہ دروازے سے آئے۔

(۱۰) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۱۴۶) رجوع کریں: ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۶۴ ح ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶ و ۹۹۷، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۳۳۴ ح ۴۵۹، المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۶ و ۱۲۷ (باسند صحیح)، اسد الغابۃ (ابن اثیر) ج ۴ ص ۲۲، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۸۰ ح ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵ و ۱۲۶، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۲۰ و ۲۲۱ ط الحیدریہ، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۴۰، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۱۳، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۶۵، ۷۲، ۱۷۹، ۱۸۳، ۲۱۰، ۲۳۴، ۲۵۴، ۲۸۲، ۴۰۰ و ۴۰۷ ط اسلامبول، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۷۰، اسعاف الراغبین (صبان) درحاشیہ نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۴۰ ط العثمانیہ، تذکرہ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۴۷ و ۴۸، مقتل الحسین (خوارزمی حنفی) ج ۱ ص ۴۳، فیض القدیر (شوکانی) ج ۳ ص ۴۶ الاستیعاب (ابن عبد البر) درحاشیۂ الاصابۃ (ابن حجر) ج ۳ ص ۳۸، میزان الاعتدال (ذہبی) ج ۱ ص ۴۱۵، و ج ۲ ص ۲۵۱ و ج ۳ ص ۱۸۲، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۷ ص ۲۱۹ ط مصر باتحقیق محمد ابو الفضل، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص ۷۷، جامع الاصول (ابن اثیر) ج ۹ ص ۴۷۳ ح ۶۴۸۹، و مسند (کلابی) درانتہای المناقب (ابن مغازلی) ص ۴۲۷ ط تہران، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۲۹ ح ۳۷۸ ط ۲، الفتح الکبیر (نبھانی) ج ۱ ص ۲۷۶، الجامع الصغیر (سیوطی) ج ۱ ص ۹۳ ط المیمنیہ، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۰، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۵۵ ط ۲ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۹۸.

أَنَا دَارُ الْحِكْمَةِ ، وَعَلِيّ بَابُهَا.

میں حکمت کا گھر ہوں، علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں۔(۱۴۷)

(۱۱) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

عَلِيٌّ بَابُ عِلْمِي، وَ مُبِينُ مِنْ بَعْدِي لِأُمَّتِي مَا أَرْسَلْتُ بِهِ، حُبُّه اِيمَان، وَبُغْضُه نِفَاقٌ.(۱۴۸)

علی علیہ السلام میرے علم کا دروازہ ہیں اور میں جن چیزوں کو لے کر مبعوث ہوا، میرے بعد یہی ان چیزوں کو میری امت سے بیان کریں گے۔ان کی محبت ایمان اوران کا بغض نفاق ہے۔

(۱۲) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنْتَ تُبِينُ لِأُمَّتِي مَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنْ بَعْدِي.

---

(۱۴۷) رجوع کریں: صحیح (ترمذی) ج ۵ ص ۳۰۱ ح ۳۸۰۷، حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج ۱ ص ۶۳، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۸۷ ح ۱۲۹، فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی (مغربی) ص ۲۲ و ۲۳ ط مصر، اسعاف الراغبین (صبان) درحاشیۂ نورالابصار (شبلنجی) ص ۱۴۰ ط العثمانیہ، ذخائرالعقبی (طبری) ص ۷۷، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۳ ط المیمنیہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۷۱ و ۱۸۳ ط اسلامبول، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۵۹ ح ۹۸۳، کنوزالحقائق (مناوی) ص ۴۶ ط بولاق، مصابیح السنۃ (بغوی) ج ۲ ص ۲۷۵، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۵۵ ط ۲، الجامع الصغیر (سیوطی) ج ۱ ص ۹۳، ط المیمنیۃ، منتخب کنزالعمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۰، الفتح الکبیر (نبہانی) ج ۱ ص ۲۷۲، فرائدالسمطین (حموینی) ج ۱ ص ۹۹ و کنزالعمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۴۰۱ ط ۱.

(۱۴۸) رجوع کریں، فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی (مغربی) ص ۱۸ ط الازہر و کنزالعمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۶ ط ۱.

اے علی علیہ السلام میرے بعد جب میری امت میں اختلافات ہوں گے تو تم ہی راہ حق واضح کرو گے۔(۱۴۹)

جواس حدیث یا اس جیسی دوسری احادیث پر غور کرے تو اس پر یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک وہی منزلت تھی جو خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدا کے نزدیک تھی۔ جیسا کہ خداوند عالم کا ارشاد ہے:

وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَيْکَ الْكِتَابَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اِخْتَلَفُوا فِيهِ وَ هُدًى وَرَحْمَةً لِقَوْمٍ يُؤمِنُونَ.(۱۵۰)

میں نے تم پر جو کتاب نازل کی وہ صرف اس لیے کہ لوگ جس مسئلہ میں اختلاف کریں تم راہِ حق واضح کر دو اور یہ کلام مجید ایمان لانے والوں کے لیے وجہ ہدایت اور رحمت ہے۔

اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

تم میری امت کے اختلافات میں مبتلا ہونے کے وقت راہِ حق واضح کرو گے۔

(۱۳) حضرت ابوبکر نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے:

---

(۱۴۹) رجوع کریں: بہ ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۸۸ ح ۱۰۰۸ او ۱۰۰۹، مقتل الحسین (خوارزمی حنفی) ج ا ص ۸۶، المناقب (خوارزمی) ص ۲۳۶، کنوز الحقائق (مناوی) ص ۲۰۳ ط بولاق، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۸۲ ط اسلامبول، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۳، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۶ ط او المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۲ (باسند صحیح).

(۱۵۰) سورۂ نحل (۱۶) آیہ ۶۴.

عَلِيٌّ مِنّي بِمَنْزِلَتی مِنْ رَبِي.

علی علیہ السلام کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو خدا کی بارگاہ میں مجھے حاصل ہے۔(۱۵۱)

(۱۴)ابن عباس نے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے:

عَلِيٌّ ابنُ اَبی طَالِب بَابُ حِطَّة ، مَنْ دَخَلَ مِنْهُ كَانَ مُؤمِناً ، وَمَنْ خَرَجَ مِنْهُ كَانَ كَافِراً. (۱۵۲)

علی علیہ السلام بابِ حطہ ہیں، جو اس میں داخل ہوا وہ مومن ہے اور جو نکل گیا وہ کافر ہے۔

(۱۵) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری حج کے موقع پر مقامِ عرفات میں فرمایا:

عَلِيٌّ مِنّي وَ أنَا مِنْ عَلِيٍ، وَلَا يُؤَدِي عَنّي إلاّ أنَا أو علي

علی علیہ السلام مجھ سے ہیں اور میں علی علیہ السلام سے ہوں۔اور کار رسالت کی ادائیگی یا تو میں کروں گا یا علی علیہ السلام۔(۱۵۳)

---

(۱۵۱) رجوع کریں: ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص۶۴، الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۱۵ ط۲ و الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص۱۰۶ ط المیمنیہ۔

(۱۵۲) رجوع کریں: کنز العمال (متقی ہندی) ج۶ ص ۱۵۳ ح ۲۵۲۸ ط۱، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص۱۸۵، ۲۴۷ و ۲۸۴ ط اسلامبول، الجامع الصغیر (سیوطی) ج ۲ ص ۵۶ ط المیمنیۃ مصر، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد ابن حنبل) ج ۵ ص۳۰ والصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۵ ط المیمنیہ۔

(۱۵۳) رجوع کریں: سنن (ابن ماجہ) ج۱ ص۴۴ ح۱۱۹ ط داراحیاء الکتب، صحیح (ترمذی) ج ۵ ص ۳۰۰ ح ۳۸۰۳ ، خصائص امیر المؤمنین (نسائی شافعی) ص ۲۰ ط التقدم مصر، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۳۷۸ ح ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹ و ۸۸۰ والمناقب (خوارزمی حنفی) ص ۷۹،

وہ قول اس معزز پیغمبرؐ کا ہے جو صاحب قوت اور صاحب عرش کی بارگاہ کا مکین ہے اور وہاں قابل اطاعت اور امین ہے اور تمہارا پیغمبر مجنون نہیں ہے۔(۱۵۴) وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا اسکا کلام نازل شدہ وحی کے مطابق ہے۔(۱۵۵)

لہذا ان احادیث سے کہاں راہ فرار اختیار کریں گے اور۔ ایسی صحیح احادیث اور صریح نصوص کے مقابلے میں آپ کیا فرماسکیں گے۔ اگر آپ اس فرض اور عہد کا تصور فرمائیں اور حکیم اسلام کی اس گہری حکمت کو سوچیں کہ آپ ایسے موقع پر یعنی فریضہ حج بجالاتے ہوئے مقام عرفات پر لاکھوں مسلمانوں کے ہجوم میں یہ اعلان فرماتے ہیں تو آپ پر حقیقت اچھی طرح روشن ہوجائے گی۔ حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ دیکھیے کتنے مختصر ہیں لیکن یہ مختصر الفاظ کتنے جلیل القدر معانی و مطالب کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں چند الفاظ میں بے پناہ مطالب موجود ہیں فرمایا:

المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۲۱ ح ۲۶۷، ۲۷۲، و ۲۷۳، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۵۵، ۱۸۰، ۱۸۱ و ۳۷۱ ط اسلامبول، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۳ ط المیمنیۃ مصر، اسعاف الراغبین (صبان) درحاشیۂ نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۴۰ ط العثمانیہ، تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی حنفی) ص ۳۶، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۲ ط العثمانیہ، مصابیح السنۃ (بغوی) ج ۲ ص ۲۷۵، جامع الاصول (ابن اثیر) ۹ ص ۱۷۴ ح ۶۴۸۱، الجامع الصغیر (سیوطی) ج ۲ ص ۵۶ ط المیمنیۃ، الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۲۹ ط ۲ مطالب السؤول (ابن طلحۂ شافعی) ج ۱ ص ۵۰، المشکاۃ (عمری) ج ۳ ص ۲۴۳، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۰، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۵۸ و ۵۹، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۳ ح ۲۵۳۱ و مسند (احمد بن حنبل) ج ۴ ص ۱۶۴.

(۱۵۴) سورۂ تکویر (۸۱) آیات ۱۹-۲۲.

(۱۵۵) سورۂ نجم (۵۳) آیات ۳-۴.

لَایُؤَدِي عَنِّي إِلَّا أَنَا أَو عَلِيّ.

میرے فرائض کی ادائیگی کسی سے ممکن نہیں سوا میرے یا علی علیہ السلام کے۔

اس جملہ کے بعد اب کوئی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی ۔ حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی شخص کے لیے اس بات کی اہلیت اور صلاحیت ہی نہیں ہے کہ وہ کار رسالت سے کسی چیز کی ادائیگی کر سکے، فریضۂ تبلیغ میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ بٹا سکے ۔علی علیہ السلام کے سوا کوئی خلیفہ، ولی اور قائم مقام نہیں ہوسکتا۔ حمد و ستائش خدا کے ساتھ مخصوص ہے جس نے ہمیں ہدایت نصیب فرمائی اگر خدا ہمیں ہدایت نہ کرتا تو ہم کبھی بھی ہدایت یافتہ نہ ہوسکتے۔

(۱۶) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَطَاعَنِي فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ، وَمَن عَصَانِي فَقَدْ عَصَى الله ، وَمَن اَطَاعَ علياً فَقَدْ اَطَاعَنِي، وَمَنْ عَصٰى عَلِياً فَقَدْ عَصَانِي.

جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی ۔جس نے علیؑ کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے علی علیہ السلام کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی ۔(۱۵۶)

(۱۷) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ مَنْ فَارَقَنِی فَقَدْ فَارَقَ اللهُ وَمَنْ فَارَقَکَ فَقَدْ فَارَقِنی.

---

(۱۵۶) رجوع کریں: المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۱ و ۱۲۸، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۲۶۸ ح ۷۸۸، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۲۰، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۰۵ و ۲۵۷ ط اسلامبول و ذخائر العقبی (طبری) ص ۶۶.

اے علی علیہ السلام! جو مجھ سے دور ہوا وہ خدا سے دور ہوا اور جو تم سے دور ہوا وہ مجھ سے دور ہوا۔ (۱۵۷)

(۱۸) حضرت ام سلمہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث بیان کرتی ہیں کہ

مَنْ سَبَّ عَلِیاً فَقَدْ سَبَّنِی.

جس نے علی کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔ (۱۵۸)

اسکی مانند پیغمبر کا یہ فرمان بھی ہے۔

---

(۱۵۷) رجوع کریں: المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۴ و ۱۴۶ (باسند صحیح)، ذخائر العقبی (طبری) ص ۶۶، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۳۵، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۲۶۸ ح ۷۸۹، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۴۱ ح ۲۸۸، الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۲۰، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۱ و ۲۴۳ ط الحیدریہ، میزان الاعتدال (ذہبی) ج ۲ ص ۱۸ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۰۰ ح ۲۳۸.

(۱۵۸) رجوع کریں: المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۱ (باسند صحیح)، تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (باسند صحیح)، خصائص امیر المؤمنین (نسائی) ص ۲۴ ط التقدم مصر، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۸۱، ۸۲ و ۹۱، ذخائر العقبی (طبری) ص ۶۶، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۱۸۴ ح ۶۶۰، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۳۰، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۷۳، اسعاف الراغبین (صبان) در حاشیہ نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۴۱ ط العثمانیہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۴۸، ۱۸۷، ۲۴۶ و ۲۸۲ ط اسلامبول، نور الابصار (شبلنجی شافعی) ص ۷۳ و ۹۹ ط العثمانیہ، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۴ ط المیمنیہ، الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۱۹ و ۲۲۰، مشکاۃ المصابیح (خطیب تبریزی) ج ۳ ص ۲۴۵، الفتح الکبیر (نبہانی) ج ۳ ص ۱۹۶، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۰، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۹۴ ح ۴۴۷، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۸۳ ط الحیدریہ، اخبار شعراء الشیعۃ (مرزبانی) ص ۳۰ ط الحیدریہ، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۱۱، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۰۲ ح ۲۴۰ و ۲۴۱ و نظم درر السمطین (زرندی) ص ۱۰۵.

مَنْ آذی عَلِیّاً فَقَدْ آذَانِي.

جس نے علی علیہ السلام کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔(۱۵۹)

(۱۹) حضرت رسول خداؐ نے فرمایا۔

مَنْ أَحَبَّ عَلِیاً فَقَدْ اَحَبَّنِي ، وَمن أَبْغَض عَلِیاً فَقَد اَبْغَضَنِي.

جس نے علی علیہ السلام کو محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے علی سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔(۱۶۰)

---

(۱۵۹) رجوع کریں: المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۲، تلخیص المستدرک (ذہبی) درذیل المستدرک، مسند (احمد بن حنبل) ج ۳ ص ۴۸۳ ط المیمنیہ، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۳۸۹ ح ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۲ و ۵۰۲، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۹۸ ح ۷۷۷ و ۷۷۸، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۷۶ ط الحیدریہ، مناقب علی ابن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۵۲ ح ۷۶ ط الاسلامیہ تہران، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۹۳، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۲۹، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۳ ط العثمانیہ، الاستیعاب (ابن عبد البر) درحاشیۂ الاصابۂ (ابن حجر) ج ۳ ص ۳۷، ذخائر العقبی (طبری) ص ۶۵، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۳ و ۷۴ ط المیمنیہ، انساب الاشراف (بلاذری) ج ۲ ص ۱۴۶ ح ۱۴۷، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۷۳، الاصابۂ (ابن حجر) ج ۲ ص ۵۴۳، تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی حنفی) ص ۴۴ ط الحیدریہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۸۱، ۱۸۷، ۲۰۵، ۲۷۲، ۲۸۲ و ۳۰۳ ط اسلامبول، اسعاف الراغبین (صبان) درحاشیۂ نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۴۱ ط العثمانیہ، کنوز الحقائق (مناوی) ص ۱۴۴ ط بولاق، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۲۵ ح ۳۶۰ ط ۲، الریاض النضرۃ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۱۸، الجامع الصغیر (سیوطی) ج ۲ ص ۱۳۵، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۰، السیرۃ النبویۃ (زینی دحلان) درحاشیۂ السیرۃ الحلبیۂ (علی بن برہان الدین حلبی) ج ۳ ص ۳۳۲ ط البہیۂ مصر وفرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۲۹۸ ح ۲۳۶.

(۱۶۰) رجوع کریں: المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۳۰ (باسند صحیح)، تلخیص المستدرک (ذہبی) درذیل المستدرک

اسی کی مانند خود حضرت علی علیہ السلام کا قول ہے آپ فرماتے تھے:

قسم ہے اس ذات کی جس نے زمین سے دانہ کو روئیدہ کیا اور انسان کی روح خلق فرمائی۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے قول وقرار فرما چکے ہیں کہ مجھے وہی دوست رکھے گا جو مومن ہوگا، وہی دشمن رکھے گا جو منافق ہوگا (۱۶۱)

(باسند صحیح)، نورالابصار (شبلنجی) ص ۷۳ ط العثمانیہ، اسعاف الراغبین (صبان) درحاشیۂ نورالابصار (شبلنجی) ص ۱۴۱ و۱۴۲ ط العثمانیہ، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۴ ط المیمنیۂ مصر، الاستیعاب (ابن عبدالبر) درحاشیۂ الاصابۂ (ابن حجر) ج ۳ ص ۳۷ ط السعادہ، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۲۸، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۰۵، ۲۷۲، ۲۸۲ و۳۰۳ ط اسلامبول، اسد الغابۂ (ابن اثیر) ج ۴ ص ۳۸۳، المیزان (ذہبی) ج ۲ ص ۱۲۸ ط السعادہ، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲ و۱۳۳، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۱۰۹ ح ۱۵۱، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۱۷۲ ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل، الجامع الصغیر (سیوطی شافعی) ج ۲ ص ۱۳۶ ط المیمنیہ، الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۱۸ ط ۲ دارالتألیف مصر ومنتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۰۔

(۱۶۱) رجوع کریں: صحیح (مسلم) ج ۱ ص ۴۸ ط عیسی الحلبی، سنن (نسائی شافعی) ج ۸ ص ۱۱۷، الاستیعاب (ابن عبد البر) درحاشیۂ الاصابۂ (ابن حجر) ج ۳ ص ۳۷، الفصول المہمۂ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۰۹، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۱۲۰ ح ۱۶۶ و ج ۲ ص ۱۹۱ ح ۶۷۶، ۶۷۹، ۶۸۱، ۶۸۲ و۶۸۵، نورالابصار (شبلنجی) ص ۷۲ ط العثمانیہ، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی)) ص ۲۸، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۴ ص ۲۱۴ و۴۵۱ ط افست بیروت، ذخائر العقبی (طبری) ص ۹۱، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۴۷، ۴۸، ۲۱۳ و۲۸۲ ط اسلامبول، سنن (ابن ماجۂ) ج ۱ ص ۴۲ و۱۱۴ خصائص امیر المؤمنین (نسائی شافعی) ص ۲۷ ط التقدم مصر، مطالب السؤول (ابن طلحۂ شافعی) ج ۱ ص ۴۸، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۰۲، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۷۰، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۳ ط المیمنیۂ مصر، اسعاف الراغبین (صبان) درحاشیۂ نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۴۰ ط العثمانیہ، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۶۸ ط الحیدریہ، المناقب (ابن مغازلی شافعی)

(۲۰) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے ہیں۔

يَا عَلِي أَنْتَ سَيِّد فِي الدّنيا ، وَسَيِّد فِي الآخِرة ، حَبِيبُکَ حَبِيبِي ، وَ حَبِيبِي حَبِيبُ اللهِ ، وَعَدُوُّکَ عَدُوِّي ، وَ عَدُوِّي عَدُوُّ الله ، وَالْوَيْلُ لِمَنْ أَبْغَضَکَ مِنْ بَعْدِي.

تم دنیا میں بھی سید وسردار ہو اور آخرت میں بھی، تمھیں دوست رکھنے والا مجھے دوست رکھنے والا ہے اور مجھے دوست رکھنے والا خدا کو دوست رکھنے والا ہے، اور تمھارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے۔ ہلاکت وتباہی ہو اسے جو میرے بعد تم سے بغض رکھے۔ (۱۶۲)

(۲۱) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **يَا عَلِي طُوبىٰ لِمَنْ أَحَبَّکَ وَ صَدَقَ فِيکَ وَوَيلٌ لِمَنْ أَبْغَضَکَ وَكَذَبَ فِيْکَ.** اے علی علیہ السلام بشارت جنت ہو اسے جو تمھیں دوست رکھے اور

ص۱۹۲ ح ۲۲۷ و ۲۳۲، انساب الاشراف (بلاذری) ج ۲ ص ۹۷ ح ۲۰، مصابیح السنۃ (بغوی شافعی) ج ۲ ص ۲۷۵، الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۸۴، کنوز الحقائق (مناوی) ص ۱۹۲ ط بولاق، جامع الاصول (ابن اثیر) ج ۹ ص ۴۷۳، ح ۶۴۸۸، مشکاۃ المصابیح (خطیب تبریزی) ج ۳ ص ۲۴۲، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۰۵ ح ۳۰۰ ط ۲، وفرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۳۱ و ۱۳۲. نیز حاشیہ نمبر ۳۸۸ ملاحظہ فرمائیں.

(۱۶۲) رجوع کریں: المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۸ ط ۱ (باسند صحیح)، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۲۳۴، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۱۰۳ ح ۱۴۵ و ۴۳۰، نور الابصار (شبلنجی) ص ۴۷ ط العثمانیہ، المیزان (ذہبی) ج ۲ ص ۶۱۳، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۱، ۲۴۸ و ۳۱۴ ط اسلامبول، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۱۷۱ ط مصر باتحقیق محمد ابو الفضل، الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۱۹ و ۲۲۰ وفرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۲۸.

تمھارے معاملہ میں سچائی برتے اور ہلاکت ہو اسے جو تمھیں دشمن رکھے اور تمھارے متعلق جھوٹ بولے۔(۱۶۳)

(۲۲) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَرَادَ أنْ يَحْيَا حَيَاتِي، وَ يَمُوتَ مِيتَتِي، وَيَسْكُنَ جَنَّةَ الخُلْدِ الَّتِي وَعَدَنِي رَبِّي، فَلْيَتَوَلَّ عَلِيَّ ابنَ ابِي طَالِبٍ، فَإنه لَنْ يُخْرِجَكُمْ مِن هُدىً، وَ لَنْ يُدْخِلَكُم فِي ضَلالَةٍ.

جو شخص میری زندگی جینا اور میری موت مرنا اور سدا بہار باغِ جنت میں (جس کا خدا نے مجھ سے وعدہ کیا ہے) رہنا چاہتا ہو وہ علی علیہ السلام کو دوست رکھے کیونکہ علی علیہ السلام تم کو راہ ہدایت سے کبھی الگ نہ کریں گے اور نہ ہی کبھی گمراہی میں ڈالیں گے۔(۱۶۴)

(۲۳) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

أُوصِي مَنْ آمَنَ بِي وَصَدَّقَنِي بِوَلَايَةِ عَلِيِّ ابنِ اَبِي طَالِبٍ، فَمَنْ تَوَلَّاهُ تَوَلَّانِي، وَمَنْ تَوَلَّانِي فَقَدْ تَوَلَّى اللهَ، وَمَنْ أَحَبَّه

---

(۱۶۳) رجوع کریں: المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۳۵ ط ۱ (با سند صحیح)، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۰۲، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۱۱ ط الحیدریہ، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۲۱۱ ح ۷۰۵ و ۷۰۶، ذخائر العقبی (طبری) ص ۹۲، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۳۰ و ۶۶، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۳۲، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۱ و ۲۱۳ ط اسلامبول، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۴ ط العثمانیہ، الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۸۵ ط ۲ مصر، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۴، کنوز الحقائق (مناوی) ص ۲۰۳ ط بولاق و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۲۹ و ۳۱۰ ح ۲۴۸.

(۱۶۴) حاشیہ نمبر ۱۳ پر رجوع کریں.

فَـقَـدْ أَحَبَّـنـي، وَمَـنْ أَحَبَّـنِي فَقَدْ أَحَبَّ اللهَ، وَمَنْ أَبْغَضَهُ فَقَدْ أَبْغَضَنِي، وَمَنْ أَبْغَضَنِي فَقَدْ أَبْغَضَ اللهَ عَزَّوَجل.

میں وصیت کرتا ہوں ہر اس شخص کو جو مجھ پر ایمان لایا اور میری تصدیق کی کہ علی علیہ السلام کا تابع فرمان رہے جس نے علی علیہ السلام کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی۔ اور جس نے علی علیہ السلام کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے مجھے دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا اور جس نے علی علیہ السلام سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے خدا سے بغض رکھا۔ (۱۶۵)

(۲۴) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَـنْ سَـرَّه اَنْ يَـحيَـا حَيَاتِي، وَيَمُوتَ مَمَاتِي ، وَيَسْكُنَ جَنَّتَ عَـدَنٍ غَـرَسَهَا رَبّـي، فَـلِيَتَوَلَّ عَلِياً مِنْ بَعْدِي ، وَلِيُوالِ وَلِّيه، وَلِيـقتَـدِ بِـأهـل بَيتِـي مِـنْ بَـعْـدي، فَإنَّهُمْ عِتْرَتِي، خُلِقُوا مِن طِيـنَتِـي، وَرُزِقُـوا فَهْمِي وَعِلْمِي ، فَوُيلٌ لِلْمَكَذِّبِينَ بِفَضْلِهِم مِنْ امتي، القَاطِعِينَ فِيهم صِلَتِي، لَا أنالَهُمْ اللهُ شَفَاعَتِي.

جسے یہ خوشگوار معلوم ہو کہ میری زندگی جئے اور میری موت مرے اور میرے رب کے بنائے ہوئے باغ عدن میں رہے وہ میرے بعد علی علیہ السلام کو اپنا امیر سمجھے اور علی علیہ السلام کے بعد ان کے جانشین کی اطاعت کرے اور

---

(۱۶۵) حاشیہ نمبر ۱۴۲ پر رجوع کریں۔

میرے بعد میرے اہل بیت علیہم السلام کی پیروی کرے کیونکہ میرے اہل بیتؑ میری عترت ہیں، میری طینت سے پیدا ہوئے ہیں، انھیں میرا فہم وعلم بخشا گیا ہے، پس ہلاکت ہو میری امت کے ان لوگوں کے لئے جو میرے اہل بیت علیہم السلام کے فضل وشرف کو جھٹلائیں اور میری قرابت کا خیال نہ کریں۔ خدا ان کو میری شفاعت سے محروم رکھے۔(۱۶۶)

(۲۵) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَحبّ أَنْ يَحيَا حِيَا تِي، وَيَمُوتَ مِيتَتِي، وَيَدْخُلَ الجَنَّةَ الّتِي وَعَدَنِي رَبّي ، وَهِي جَنّتُ الخلد، فَلْيَتولَّ عَلِيّاً وَ ذُرِّيَتَهُ مِن بَعْدِه ، فَإِنَّهُمْ لَنْ يُخْرِجُو كُمْ مِن بَابِ هُدىً، وَلَنْ يُدخِلُو كُمْ مِن بَابِ ضَلَالَةٍ۔

جسے یہ پسند ہو کہ میری زندگی جیے اور میری موت مرے اور اس جنت میں داخل ہو جس کا میرے پروردگار نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور وہ جنت خلد ہے پس وہ علیؑ اور علیؑ کے بعد ان کی ذریت کی اطاعت وفرمانبرداری کرے کیونکہ وہ تمھیں راہ راست سے کبھی علیحدہ نہ کریں گے اور کبھی گمراہی میں نہ ڈالیں گے۔(۱۶۷)

(۲۶) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَمَّار إِذَا رَأيتَ عَلِيّاً قَد سَلَکَ وَادِياً وَسَلَکَ النَّاسُ

---

(۱۶۶) حاشیہ نمبر ۱۱ پر رجوع کریں.

(۱۶۷) حاشیہ نمبر ۱۲ پر رجوع کریں.

وَادِیاً غیرَہٗ فَاسلُک مَعَ عَلِيٍّ، وَدَعِ النّاسَ ، فإنّه لَنْ یَدُلُّکَ عَلٰی رَدی، وَلن یُخرِجُکَ مِن ھدیً.

اے عمار! جب تم علی علیہ السلام کو دیکھنا کہ وہ اور کسی راستہ پر جا رہے ہیں اور لوگ کسی اور راستہ پر چل رہے ہیں تو تم اسی راستہ کو اختیار کرنا جس پر علیؑ ہیں۔ وہ تمہیں کبھی ہلاکت میں نہ ڈالیں گے نہ کبھی راہ راست سے جدا کریں گے۔(۱۶۸)

(۲۷) حضرت ابوبکر کہتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

کَفّي وَکَفُّ عَلِيٍّ فِي العَدْلِ سَوَاءٌ.

میرا اور علی علیہ السلام کا ہاتھ عدل میں برابر ہے۔(۱۶۹)

(۲۸) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ الزہراءؑ سے فرمایا:

یَا فَاطِمَة أمّا تَرْضِینَ اَنَّ اللهَ عَزَّوَجل ، أَطْلَعَ الِی اَھْلِ الْاَرْضِ فَاخْتَارَ رَجُلَیْنِ ، اَحْدُھُمَا أَبُوکِ وَالآخِرُ بَعْلُکِ.

اے فاطمہ سلام اللہ علیہا کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ خداوند عالم نے روئے زمین

---

(۱۶۸) رجوع کریں: ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۳ ص ۱۷۰ ح ۱۲۰۸، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۵۷ و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۶ ط ۱۔

(۱۶۹) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۳ ح ۲۵۳۹ ط ۱، مناقب علی بن ابی طالب (خوارزمی حنفی) ص ۲۱۱، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۳۸ ح ۹۴۶، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۳۴ ط اسلامبول، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۱، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۵۰ و تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ج ۵ ص ۳۸۳۔

کے باشندوں پر ایک نظر کی تو دو شخص منتخب کیے ایک تمھارا باپ دوسرا تمھارا شوہر۔(۱۷۰)

(۲۹) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا الْمُنْذِرُ، وَعَلِيٌّ الْهَادِي، وَبِكَ يا عَلِي يَهْتَدِي الْمُهْتَدُونَ مِنْ بَعْدِي.

میں ڈرانے والا ہوں اور علی علیہ السلام ہادی ہیں۔اے علی علیہ السلام تمھارے ہی ذریعہ میرے بعد ہدایت پانے والے ہدایت پائیں گے۔(۱۷۱)

(۳۰) حضرت رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِي، لَايَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَجْنُبَ فِي الْمَسْجِدِ غَيْرِي وَغَيْرُكَ. اے علی علیہ السلام! میرے اور تمھارے سوا کسی کے لیے جائز نہیں

---

(۱۷۰) رجوع کریں: المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۹ (باسند صحیح) ط افست، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۲۴۹ ح ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷ و ۳۱۸، تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی حنفی) ص ۳۰۹ ط الحیدریہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۴۲۱ ط اسلامبول، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۹۷ ط الحیدریہ، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۳۹۱ ح ۵۹۹۲ ط او تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ج ۴ ص ۱۹۵ و ۱۹۶.

(۱۷۱) رجوع کریں: کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۷ ح ۲۶۳۱ ط ا، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۱۷ ح ۹۱۶، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۰۷، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۹۰، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۹ ط اسلامبول، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۱ ط العثمانیہ، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۲۹۳ ح ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱ و ۴۰۲، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۳۳ ط الحیدریہ، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۴ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۴۸. نیز حاشیہ نمبر ۳۷ کو بھی ملاحظہ فرمائیں.

کہ وہ مسجد میں بحالت جنابت جائے۔(۱۷۲) اسی جیسی حدیث منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَجْنُبَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ إِلَّا أَنَا وَعَلِي کسی شخص کے لیے بھی جائز نہیں کہ مسجد میں بحالت جنابت ہو سوائے میرے اور علی علیہ السلام کے۔(۱۷۳)

(۳۱) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا وَ هَذَا ، يَعْنِي عَلِياً حُجَّةٌ عَلى أُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ. (۱۷۴)

---

(۱۷۲) رجوع کریں: صحیح (ترمذی) ج ۵ ص ۳۰۳ ح ۳۸۱۱، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۲۶۸ ح ۳۳۱ و ۳۳۲، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی) ص ۴۲، فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی (مغربی) ص ۱۷ ط مصر، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۱۵، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۳ ط المیمنیۃ مصر، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۷۲، ذخائر العقبی (نور الدین طبری) ص ۷۷، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۸۷، ۲۱۰ و ۲۸۲ ط اسلامبول، مصابیح السنۃ (بغوی) ج ۲ ص ۲۷۶ ط محمد علی صبیح مصر، جامع الاصول (ابن اثیر) ج ۹ ص ۴۷۴، الریاض النضرہ ج ۲ ص ۲۵۴ ط ۲، مشکاۃ المصابیح (خطیب تبریزی) ج ۳ ص ۲۴۵، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۲۹، الفتح الکبیر (نبہانی) ج ۳ ص ۳۹۹ و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۹ ط ۱.

(۱۷۳) رجوع کریں صواعق المحرقۃ (ابن حجر) باب ۹ ح ۱۳، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۸۷، ۱۸۲ ط اسلامبول

(۱۷۴) رجوع کریں: کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۷ ح ۲۶۳۲ ط ۱، مناقب الامام علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۴۵ ح ۶۷، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۲۷۳ ح ۷۹۳، ۷۹۴ و ۷۹۵، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۳۹ ط اسلامبول، کنوز الحقائق (مناوی) ص ۳۸، المیزان (ذہبی) ج ۴ ص ۱۲۸، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۴ و الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۵۴.

میں اور یہ، یعنی علیؑ قیامت کے دن امت پر حجت ہوں گے۔

قابل غور یہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نبی کی طرح کیونکر حجت تھے۔ آپ کا بعینہٖ نبی کی طرح حجت ہونا تو اسی وقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ آپ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ولی عہد ہوں اور آپ کے بعد تمام امور کے مالک و مختار ہوں۔

(۳۲) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَکْتُوبٌ عَلٰی بَابِ الجَنَّةِ : لَا إلٰه إلاّ الله مُحَمَّدٌ رَسُولُ الله ، عَلِيٌّ أخو رَسُولِ الله.

جنت کے دروازے پر لکھا ہوا ہے۔ معبود حقیقی بس اللہ ہے اور محمدؐ خدا کے رسول ہیں اور علی علیہ السلام رسولؐ کے بھائی ہیں۔ (۱۷۵)

(۳۳) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَکْتُوبٌ عَلٰی سَاقِ العَرشِ : لاَ اِلٰه إلا الله مُحَمَّدٌ رُسُولُ الله ، اَیَّدتُهُ بِعَلِيٍّ، وَنَصرتُهُ بِعَلِيٍ. (۱۷۶)

ساق العرش پر لکھا ہوا ہے: معبود حقیقی بس اللہ ہے اور محمدؐ خدا کے رسولؐ

---

(۱۷۵) حاشیہ نمبر ۱۹ پر رجوع کریں.

(۱۷۶) رجوع کریں: کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۸ ط ۱، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۲۲۴ ح ۳۰۰، ۳۰۱ و ۳۰۴، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۲۰، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۳۵۳ ح ۸۵۷، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۲۱، حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج ۳ ص ۲۶، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۹۱ و ۹۴ ط اسلامبول، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۵، الریاض النضرۃ (طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۲۷ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۲۳۶ ح ۱۸۳ و ۱۸۴.

ہیں جن کو علی علیہ السلام کے ذریعہ تقویت بخشی اور علی علیہ السلام سے جن کی مدد کی گئی۔

(۳۴) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں

مَنْ أَرَادَ أَنْ يَنْظُرَ اِلٰى نُوحٍ فِي عَزمِهِ وَاِلٰى آدَمَ فِي عِلْمِهِ ، وَاِلٰى اِبْرَاهِيمَ فِي حِلْمِهِ ، وَاِلٰى مُوسٰى فِي فِطْنَتِه ، وَاِلٰى عِيسٰى فِي زُهْدِهِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى عَلِي بنِ اَبِي طَالِبٍ.

جو شخص یہ چاہے کہ نوح علیہ السلام کو ان کے محکم ارادہ میں، آدم علیہ السلام کو ان کے علم میں، ابراہیم علیہ السلام کو ان کے حلم میں، موسیٰ علیہ السلام کو ان کی تیزی ذہانت میں، عیسیٰ کو اُن کے زہد میں دیکھے اسے چاہیئے وہ علی علیہ السلام ابن ابی طالب کی طرف دیکھے۔(۱۷۷)

(۳۵) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلي انّ فِيکَ مِن عِيسٰى مَثلاً أَبْغَضَه اليَهُودُ حَتّى بُهِتُوا أمّه، وَأَحَبَّهُ النَّصارىٰ حتّى أنزِلُوه بِالمَنْزَلَةِ الّتي لَيسَ بِهَا.

اے علی علیہ السلام! تم میں عیسیٰ سے مشابہت ہے۔ یہودیوں نے عیسیٰ کو دشمن

---

(۱۷۷) رجوع کریں: شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج۹ ص ۱۶۸ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۱۴ و ۳۱۲ ط اسلامبول، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۲۸۰ ح ۸۰۴، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۷۸ ح ۱۱۶، ۱۱۷ و ۱۴۷، فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی (مغربی) ص ۳۴ ط مصر، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۲۲۰، الفصول المہمۃ (ابن صباغ مالکی) ص ۱۰۷، تفسیر (فخر رازی) ج ۲ ص ۷۰۰ (در ذیل آیہ مباہلہ)، مناقب علی ابن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۱۲ ح ۲۵۶، ذخائر العقبی (طبری) ص ۹۳ و ۹۴، الریاض النضرۃ (طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۹۰، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۷۰ و ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۱۴ ط اسلامبول.

رکھا اور دشمنی میں اتنے بڑھے کہ انھوں نے ان کی ماں پر بہتان باندھا اور نصاریٰ نے انھیں دوست رکھا اور اتنا غلو کیا کہ اس منزل پر پہنچا دیا جس پر وہ فائز نہیں۔ (یعنی خدا کا بیٹا کہہ دیا۔) (۱۷۸)

(۳۶) حضرت رسول خداؐ نے فرمایا۔

السَّبَقُ ثَلاثَةٌ : السَابِقُ اِلٰی مُوسٰی ، یُوشَع بِن نُون، والسابِقُ اِلٰی عِیسٰی، صَاحِب یَاسِین ، والسَابِق اِلی مُحَمَّدٍ، عَلیّ ابْنُ اَبِی طالبِ.

سابقین تین ہیں: ایک تو وہ جس نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کی، یعنی یوشع بن نون۔ جو سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔ دوسرے وہ

---

(۱۷۸) رجوع کریں: المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۳ ط افست، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۲۳۴ ح ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵ و ۷۴۶، التاریخ الکبیر (بخاری) ج ۲ ق ۱ ص ۲۸۱ رقم ۹۹۶ ط ۲ ترکیہ، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۳۳، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۷۱ ح ۱۰۴، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۱۶۲ ح ۸۶۲، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص ۹۲، خصائص امیر المؤمنین (نسائی شافعی) ص ۲۷ ط مصر، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۳۳۹ ط الحیدریہ، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۰۴، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۷۳، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر شافعی) ص ۷۴ ط المیمنیۂ مصر، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۳ ط العثمانیہ، اسعاف الراغبین (صبان) در حاشیۂ نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۴۱ ط العثمانیہ، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۰، ۲۱۴ و ۲۸۳ ط اسلامبول، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۱۰ ح ۳۴ ۱۳ ط ۲، الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲ ص ۲۸۹ ط ۲، مشکاۃ المصابیح (خطیب تبریزی) ج ۳ ص ۲۴۶، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۴۶ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۲۷ ح ۱۳۲ و ۱۳۴.

جس نے عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کی یعنی صاحب یاسین تیسرے میری طرف سبقت کرنے والے ہیں اور وہ علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔(۱۷۹)

(۳۷) حضرت رسول خداؐ نے فرمایا۔

الصِدِّيقُونَ ثَلاَثَةٌ: حَبِيبُ النَجَّارِ، مُؤْمِنُ آلِ يَاسِينَ، قَالَ: يَا قَومِ الاتَّبِعُوا المُرْسَلِينَ، وَحزقيل، مؤمنُ آل فرعونَ، قَال: أتَقْتُلُونَ رَجُلاً أن يَقُولَ رَبّي الله، وَعَلِيٍ بن اَبِي طَالِبِ، وَهُوَ اَفْضَلُهُمْ. (۱۸۰)

صدیق تین ہیں: حبیب بخار، مومن آل یاسین، جنھوں نے کہا تھا کہ اے قوم والو! مرسلین کی اطاعت کرو، دوسرے حزقیل، مومن آل فرعون، جنھوں نے کہا تھا کہ کیا تم کسی شخص کو صرف یہ کہنے پر قتل کر ڈالو گے کہ میرا پروردیگار اللہ ہے اور تیسرے علی ابن ابی طالبؑ ہیں، اور وہ تینوں میں افضل ہیں۔

---

(۱۷۹) رجوع کریں: شواہد التنزل (حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۲۱۳ ح ۹۲۴ و ۹۲۶، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۲۰، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۴۷ ط المیمنیۃ مصر، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۰۲، ذخائر العقبی (طبری) ص ۵۸، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۲۸۴ ط اسلامبول ومنتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۰. نیز حاشیہ نمبر ۶۲ پر ملاحظہ فرمائیں.

(۱۸۰) رجوع کریں الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) باب ۹ فصل ۲ ص ۴۷ ح ۳۰ و ۳۱، شواھد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۲۲۳ ح ۹۳۸ و ۹۳۹، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۷۹ ح ۱۲۸ و ج ۲ ص ۲۸۲ ح ۸۰۵، ذخائر العقبی (طبری) ص ۵۶، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۱۲۴ ط الحیدریہ، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۲۱۵، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۴۵ ح ۲۹۳ و ۲۹۴، الریاض النضرۃ (طبری) ج ۲

(۳۸) حضرت رسول خداؐ حضرت علیؑ سے فرماتے ہیں:

إِنَّ الْأُمَّةَ سَتَغْدِرُ بِکَ بَعْدِي، وَأَنْتَ تَعِيشُ مِلَّتِي، وَتقْتُلُ عَلٰى سُنَّتِي، مَنْ أَحَبَّکَ اَحَبَّنِي، وَمَنْ أَبْغَضَکَ اَبْغَضَنِي ، وَ إِنَّ هَذِه سَتَخْضِبُ مِنْ هَذَا، يَعني لِحْيَتَهِ مِنْ رَأسِهِ.

میری امت میرے بعد تم سے بے وفائی کرے گی تم میرے ہی دین پر زندہ رہو گے اور میری ہی سنت پر رہتے ہوئے قتل کیے جاؤ گے۔ جس نے تمھیں محبوب رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے تم سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور تمھاری یہ ڈاڑھی تمھارے سر کے خون سے رنگین ہوگی۔ (۱۸۱) اور امیر المومنینؑ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ: حضرت رسولخداؐ نے مجھے فرما دیا تھا کہ امت اسلام رسولؐ کے بعد مجھ سے بے وفائی کرے گی۔ (۱۸۲)

ص۲۰۲، ینابیع المودۃ (قندوزی حنفی) ص ۱۲۶، ۱۸۵، ۲۰۲، ۲۳۳، ۲۸۴ و ۳۱۵ ط اسلامبول، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۱۰۷ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، الجامع الصغیر (سیوطی) ج ۲ ص ۴۲ ط المیمنیہ ومنتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۰۔

(۱۸۱) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۴۷ (باسند صحیح) تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (باسند صحیح) کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۷ ط او منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۴۳۵۔

(۱۸۲) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۴۰ (باسند صحیح)، تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (باسند صحیح)، شرح نہج البلاغۃ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۴۵ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ج ۱۱ ص ۲۱۶ والبدایۃ والنھایۃ (ابن کثیر) ج ۶ ص ۲۱۸ ط مصر۔

ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام سے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد تمھیں بہت مشقتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا: کہ میرا دین محفوظ رہے گا آپ نے فرمایا کہ ہاں تمھارا دین محفوظ رہے گا۔(۱۸۳)

(۳۹) ایک دن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کے مجمع میں فرمایا:

اِنَّ مِنْکُمْ یُقَاتِلُ عَلٰی تَاوِیلِ الْقُرْآنِ ، کَمَا قَاتَلْتُ عَلٰی تَنْزِیلِهِ ، فَاسْتَشْرِفُ لَها القَومِ وَ فِیهِم اَبُو بَکْر وَ عُمَر ، قَال اَبُوبَکْر: أَنـا هَوَ؟ قَالَ: لَا ، قَالَ عُمَرَ: أَنَا هَوَ؟ قَالَ : لَا، وَلکِنَّ خَاصَفَ النَعْلِ یَعْنِي عَلِیاً. ایک دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا تم میں ایک شخص وہ بھی ہے جو قرآن کی تاویل کے متعلق اسی طرح قتال کرے گا جس طرح میں نے اس کی تنزیل کے متعلق قتال کیا ہے. لوگ گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنے لگے۔ ان میں حضرت ابوبکر و حضرت عمر بھی تھے۔ حضرت ابوبکر نے پوچھا وہ شخص میں ہوں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمر نے پوچھا: میں ہوں یا رسول اللہ؟ آپ نے فرمایا: نہیں لیکن وہ جو جوتیوں کو گانٹھ رہا ہے۔ یعنی حضرت علی علیہ السلام اس وقت آپ اپنی نعلین مبارک درست کر رہے تھے۔

---

(۱۸۳) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۴۰ ط افست، تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (حاکم)، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۱۸، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیۂ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۴ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۸۷ ح ۳۱۸۔

ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ کی زبان سے یہ الفاظ سن کر ہم حضرت علی علیہ السلام کے پاس آئے اور یہ خوشخبری سنائی تو حضرت علی علیہ السلام اپنے کام میں اسی طرح مشغول رہے اور گردن بھی نہ اٹھائی۔ معلوم ہوتا تھا کہ وہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے ہی اس حدیث کو سُن چکے تھے۔(۱۸۴)

اسی جیسی ایک حدیث ابوایوب انصاری کی بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو بیعت توڑنے والوں، جادۂ اعتدال سے باہر نکل جانے والوں اور دین سے خارج ہونے والوں سے جہاد کرنے کا حکم دیا ہے۔(۱۸۵)

---

(۱۸۴) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۲ (باسند صحیح) و تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (باسند صحیح)، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۵ ح ۲۵۸۵ ط ا، مطالب السؤول (ابن طلحۂ شافعی) ج ا ص ۶۴، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۸۳، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۱۵ و ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۳ ص ۱۲۷ ح ۱۱۶۸، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۵، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸۔

(۱۸۵) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۳۹، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۳ ص ۱۶۸ ح ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷ و ۱۲۰۸، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۱۰، ۱۲۲ و ۱۲۵، میزان الاعتدال (ذہبی) ج ا ص ۲۷۱ و ۵۸۴، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۶ ص ۲۳۵ و ج ۵ ص ۱۸۶ و ج ۷ ص ۲۳۸، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۳ ص ۲۴۵ ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۱۲۸ ط اسلامبول، نہایۃ اللغہ (ابن اثیر) ج ۴ ص ۶۰، لسان العرب (ابن منظور) ج ۳ ص ۱۸ و ج ۹ ص ۲۵۳، تاج العروس (زبیدی) ج ا ص ۶۵۱ و ج ۵ ص ۲۰۶، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۱۶۹ ط الحیدریہ، اسد الغابہ (ابن اثیر) ج ۴ ص ۳۳، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۴۳۵، ۴۳۷ و ۴۵۱، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۹۸ ح ۲۸۲ ط ۲، الاستیعاب (ابن عبدالبر) در حاشیہ الاصابہ (ابن حجر) ج ۳ ص ۵۳ و فرائد السمطین (حموینی) ج ا ص ۱۵۰، ۲۷۹، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۵ و ۳۳۲۔ و در الغدیر (علامہ امینی) ج ۳ ص ۱۹۲ اس کو نقل کیا ہے از: تاریخ (ابن کثیر) ج ۷ ص ۳۰۶ و الخصائص (سیوطی) ج ۲ ص ۱۳۸۔

ایک حدیث جناب عمار سے منقول ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِي سَتُقَاتِلُکَ الفِئَةُ البَاغِيَةُ ، وَ أَنْتُ عَلَى الحَقِّ، فَمَنَ لَمْ يَنْصُرْکَ يَوْمَئِذٍ فَلَيْسَ مِنّي.

اے علی علیہ السلام عنقریب تم باغی گروہ سے جنگ کروگے اور تم حق پر ہوگے اس دن جو بھی تمھاری مدد نہ کرے گا وہ مجھ سے نہ ہوگا۔(۱۸۶)

جناب ابوذر کی حدیث ہے جس میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَالّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، إنّ فِيكُم لَرَجُلاً يُقَاتِلِ النَّاسَ مِنَ بَعْدِي عَلٰى تَأوِيلِ القُرآنِ، كَمَا قاتَلْتُ المُشْرِكِينَ عَلى تَنْزِيلِه

اس ذات اقدس کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں ایک ایسا شخص بھی ہے جو میرے بعد لوگوں سے تاویل قرآن میں قتال کرے گا جیسا کہ میں نے مشرکین سے اس کی تنزیل پر قتال کیا ہے(۱۸۷)

ابورافع کہتے ہیں کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سَيَكُونُ بَعدِي قَومٌ يُقَاتِلُونَ عَلِيّاً، حَقٌّ عَلَى اللهِ جِهَادُهُم،

---

(۱۸۶) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج۶ ص۱۵۵ ح۲۵۸۸ ط۱، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج۵ ص۳۲ و ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج۳ ص۱۷۱ ح۱۲۰۹۔

(۱۸۷) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج۶ ص۱۵۵ ط۱، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج۵ ص۳۶، المناقب (خوارزمی حنفی) ص۴۴ و کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص۳۳۴ ط الحیدریہ۔

فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِع جِهَادَهُمْ بِيَدِه فَبِلِسَانِه، فَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعِ بِلِسَانِهِ فَبِقَلْبِه.

میرے بعد ایک جماعت ایسی بھی ہوگی جو علی علیہ السلام سے جنگ کریگی۔ جو ان لوگوں سے جہاد کرے اس کا خدا پر حق ہے. جو شخص ہاتھ سے جہاد نہ کر سکے وہ زبان سے کرے اور جو زبان سے نہ کرسکے وہ دل سے کرے۔(۱۸۸)

اسی طرح اخضر انصاری کی حدیث ہے جس میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَنَا أُقَاتِلُ عَلى تَنزِيلِ القُرآن، عَلِيّ يُقَاتل عَلى تَاوِيلِهِ.

میں تنزیل قرآن کے متعلق قتال کرتا ہوں اور علی تاویل قرآن کے متعلق قتال کریں گے۔(۱۸۹)

(۴۰) حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ اَخْصِمُکَ بِالنُّبُوَّةِ فَلانُبُوَّةِ بَعْدِي، وَتَخْصِمُ النَّاسَ بِسَبعٍ وَلَا يُحَاجُّکَ فِيهَا اَحد مِن قُرَيْشٍ ، أَنْتَ أَوَّلُهُمْ اِيمَاناً بِالله، وَ أَوفَاهُم بِعَهْدِ الله ، وَاَقْوَمُهُمْ بِأمْرِ الله، وَاَقْسَمُهُمْ بِالسَّوِيَّةِ، وَ أَعْدَلُهُم فِى الرَّعِيَّةِ وَأَبْصَرُهُمْ بِالضيَّةِ لِقَضِيَّةِ،

---

(۱۸۸) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج۶ ص ۱۵۵ طاو مجمع الزوائد (ہیثمی) ج۹ ص ۱۳۴۔ اور اس حدیث کو ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر) ج۳ ص ۱۲۳ از المعجم الکبیر (طبرانی) ج اص ۵۱/ أ میں مخطوطہ میں نقل کیا ہے۔

(۱۸۹) رجوع کریں الاصابہ (ابن حجر عسقلانی) ج اص ۲۵ و ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۲۳۳ ط اسلامبول

وَأَعْظَمُهُمْ عِنْدَ اللهِ مَزِيَّةً.

اے علی علیہ السلام! میں تم سے بہ سبب نبوت بڑھ گیا ہوں۔ میرے بعد باب نبوت بند ہے اور تم باقی لوگوں سے سات چیزوں میں فوقیت رکھتے ہو، تم سب سے پہلے خدا پر ایمان لانے والے ہو، سب سے زیادہ خدا سے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرنے والے ہو، اور بیت المال کی تقسیم میں انصاف کرنے والے ہو اور رعیت میں سب سے زیادہ انصاف برتنے والے ہو اور فیصلوں میں تم ہی سب سے زیادہ بالغ نظر ہو، بلحاظ فضل و شرف خدا کے نزدیک تم ہی سب سے عظیم تر ہو۔(۱۹۰)

اور ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا عَلِي لَكَ سَبْعُ خِصَالٍ لَايُحَاجُكَ فِيهَا أَحَدٌ ، أَنْتَ أَوَّلُ الْمُؤمِنِينَ بِاللهِ، وَ أَوْفَاهُمْ بِعَهْدِ اللهِ وَأَقْوَمُهُمْ بِأَمْرِ اللهِ وَأَرْأَفُهُمْ بِالرَّعِيَّةِ ، وَ اَعْلَمُهُمْ بِالْقَضِيَّةِ، وَاَعْظَمُهُمْ مَزِيَّةً.

اے علی علیہ السلام! تمھیں سات ایسی خصوصیات حاصل ہیں کہ کوئی شخص بھی ان

---

(۱۹۰) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۶ ط ا، حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج ا ص ۶۵۔۶۶، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ا ص ۷ا ا حدیث ۱۶۰، الریاض النضرہ (طبری) ج ۲ ص ۲۶۲، مطالب السؤول (ابن طلحہ شافعی) ج ا ص ۹۵، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۱۷۳ ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۷۱، المیزان (ذہبی) ج ا ص ۳۱۳، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۷۰ ط الحیدریہ، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۳۱۵ ط اسلامبول، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۴ و فرائد السمطین (حموینی) ج ا ص ۲۲۳ ح ۱۷۴۔

میں سے کسی چیز میں تمھارے برابر نہیں ہے۔تم سب سے پہلے خدا پر
ایمان لانے والے ہو۔ سب سے زیادہ خدا کے وعدے کو پورا کرنے
والے ہو، سب سے زیادہ امور خداوندی کو درست کرنے والے ہو،
رعیت پر سب سے زیادہ مہربان، بیت المال کو تقسیم کرنے میں سب سے
زیادہ انصاف کرنے والے اور خدا کے نزدیک بلحاظ فضل وشرف سب
سے عظیم ہو۔(۱۹۱)

یہ چالیس حدیثیں تھی جنھیں بیان کرنے کا میں نے وعدہ کیا تھا۔ان جیسی بے حد وحساب حدیثیں سنن وصحاح میں موجود ہیں۔سب کی سب اجتماعی طور پر ایک ہی مطلب پر دلالت کرتی ہیں، ان سب کا ماحصل بس ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس امت میں ثانی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔اس امت پر بعد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں وہی حکومت واقتدار حاصل ہے جو خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زندگی میں حاصل تھا۔

احمد ابن حنبل فرماتے ہیں کہ حضرت رسول خداؐ کی زبان مبارک سے حضرت علیؑ کی شان میں جتنی آیتیں اور حدیثیں وارد ہوئیں ہیں، اتنی کسی اور صحابی کے لئے نہیں ہوئی ہیں۔(۱۹۲)

---

(۱۹۱) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۶ ط ۱، حلیۃ الاولیاء (ابونعیم اصفہانی) ج ۱ ص ۶۶ افست ط السعادہ ومطالب السؤول (ابن طلحہ شافعی) ج ۱ ص ۹۵۔

(۱۹۲) رجوع کریں المستدرک (حاکم نیشا بوری) ج ۳ ص ۱۰۷، تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (حاکم)، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۳ ص ۶۳ ح ۱۱۰۸، شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۱۹ ح ۷، ۸ و ۹، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۳ ط الحیدریہ، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۵۳ ط الحیدریہ، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۶۸، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۸۰ ط القضاء، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر ہیثمی) ص ۷۲ ط المیمنیہ، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۱۲۱ و ۲۷۵ ط اسلامبول، الکامل فی التاریخ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ کتاب الٰہی کی جتنی آیات حضرت علیؑ کے متعلق نازل ہوئی ہیں اتنی کسی اور کے متعلق نہیں ہوئیں۔ (۱۹۳)

پھر دوسری مرتبہ فرمایا: حضرت علیؑ کی شان میں تین سو آیات نازل ہوئی ہیں۔ (۱۹۴)

تیسری مرتبہ فرمایا: خداوند عالم نے جس جس مقام پر؛ یَـاَیُّهَـا الَّذِیْنَ آمَنُوا ؛ فرمایا ہے وہاں رأس ورئیس حضرت علیؑ ہیں۔ (۱۹۵) خداوند متعال نے قرآن مجید کی اکثر و بیشتر آیات میں اصحاب پیغمبرؐ پر عتاب فرمایا ہے مگر حضرت علیؑ کا ذکر ہمیشہ اچھائی کے ساتھ کیا ہے۔

(ابن اثیر) ج ۳ ص ۳۹۹، السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۲ ص ۲۰۷، السیرۃ النبویہ (زین دحلان) درحاشیہ السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۲ ص ۱۱، اسعاف الراغبین (صبان) در حاشیہ نورالابصار (شبلنجی) ص ۱۳۵ ط العثمانیہ، مطالب السؤول (ابن طلحہ شافعی) ج ۱ ص ۸۷ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۷۹ ح ۳۰۹۔

(۱۹۳) رجوع کریں ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۳۰ ح ۹۳۳ ط بیروت، شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۳۹ ح ۴۹ و ۵۳، نورالابصار (شبلنجی شافعی) ص ۴۷ ط العثمانیہ مصر، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۷۱، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۶ ط المیمنیہ مصر و اسعاف الراغبین (صبان) درحاشیہ نورالابصار (شبلنجی) ص ۱۴۵ ط العثمانیہ۔

(۱۹۴) حاشیہ نمبر ۸۸ ملاحظہ فرمائیں۔

(۱۹۵) رجوع کریں الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۷۶ ط المیمنیہ مصر، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۴۹ ح ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۷ و ۸۲، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ س ۴۳۰ ح ۹۳۲، ذخائر العقبی (طبری) ص ۸۹، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۱۴۰ ط الحیدریہ، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۸۹، نورالابصار (شبلنجی) ص ۷۴ ط العثمانیہ مصر، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۱۲۶ و ۲۸۶ ط اسلامبول، تاریخ الخلفاء (سیوطی شافعی) ص ۱۷۱، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۱۲، اسعاف الراغبین (صبان) در حاشیہ نورالابصار (شبلنجی) ص ۱۴۵ ط العثمانیہ، الریاض النضرہ (طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۷۴ ط ۲ و منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۸۔

(۲) اس نکتہ کی طرف توجہ ضروری ہے کہ ہمارے مخالفین اپنے طریق سے دوسروں کے فضائل میں کچھ ایسی حدیثیں روایت کرتے ہیں، جن کا ہمارے ہاں کوئی وجود نہیں ہے۔ وہ روایتیں ہمارے نزدیک قابل اعتبار بھی نہیں ہیں اور ہم انہیں ماننے پر بھی تیار نہیں ہیں۔ خواہ وہ ہمارے مخالفین کے نزدیک بہت زیادہ قابل اعتبار ہی کیوں نہ ہوں۔

آپ ملاحظہ فرمائیں کہ ہم آپ کے جواب میں اپنا مقصود ثابت کرنے کے لئے فقط وہ احادیث پیش کرتے ہیں، اور صرف ان احادیث سے استدلال پیش کرتے ہیں جو آپ کی کتابوں میں موجود ہیں اور آپ کے طریق سے مروی ہیں۔ اور ایسی حدیثیں پیش نہیں کرتے جو فقط ہمارے ہاں تو پائی جاتی ہوں اور آپ کے ہاں نہ ہوں۔ جیسے غدیر اور اس جیسی دوسری احادیث۔

اس کے علاوہ ہم نے اس پہلو کو بھی نہیں چھوڑا اور ان احادیث کی چھان بین بھی کی ہے جو دوسروں کے فضائل پر مشتمل ہیں۔ اور جنہیں فقط آپ لوگوں نے ہی بیان کیا ہے۔ اور ہمارے ہاں ان کا وجود تک نہیں ہے۔ لیکن جستجو، تلاش اور سعی کے باوجود کوئی ایسی حدیث نہیں ملی جو ان احادیث کے معارض ہو اور جس سے ان حضرات کے استحقاق امامت یا خلافت کی کوئی دلیل نکل سکتی ہو۔ لہذا آج تک آپ میں سے کسی نے بھی خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ان روایات سے استدلال نہیں کیا۔

متلاشی

(۱) اہلسنت کے طریق سے حدیث غدیر پیش کرنے کی درخواست۔

آپ نے بار بار حدیث غدیر کا ذکر کیا۔ مہربانی کر کے حدیث غدیر کو اہلسنت کے طرق سے تحریر فرمایئے تا کہ ہم اس میں تدبر اور غور و فکر کر سکیں۔

حق شناس

(۱) حدیث غدیر کے موارد میں سے چند کی طرف اشارہ۔

طبرانی نے اوران کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی ایسے سلسلۂ اسناد سے جس کی صحت پر محدثین کا اتفاق واجماع ہے، زید بن ارقم سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غدیر خم میں درختوں کے سائے میں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

أَيُّهَا النّاس يُوشَکَ أَنْ أُدْعِيَ فأُجِيبُ ، وَإنّي مَسْئُولٌ، وَإنَّكُمْ مَسْئُولُونَ ، فَمَاذَا أَنْتُم قَائِلُونَ؟ قَالُوا: نَشْهَدُ أَنَّکَ بَلَغتَ وَ جَاهَدْتَ وَنَصَحْتَ، فَجزَاکَ اللهُ خيراً ، فَقَالَ: أَلَيْسَ تَشْهَدُونَ أنْ لَا إِلٰه إِلّا الله، وأنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُولُهُ،وأنَّ جَنَّتَهُ حَقٌّ،وَنَارُهُ حَقٌّ ،وأَنَّ المَوتَ حَقّ ،وأَنَّ البَعْثَ حَقّ بَعْدَالموتِ، وأَنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ لارَيْبَ فِيهَا، وأَنَّ الله يَبْعَثُ مَنْ فِي القُبُورِ؟ قَالُوا: بَلٰى نَشْهَدُ بِذَلِکَ ، قَالَ : اللّٰهُمَّ اِشْهَدْ، ثُمَّ قَالَ : يَا اَيُّهَا النَّاس اِنْ الله مَوْلَايَ، وَ أَنَا مَولٰى المُؤمِنِينَ وَاَنَا اَوْلٰي بِهِمْ مِن اَنْفُسِهِم ، فَمَنَ كُنْتُ

مَوْلَاهُ فَهٰذَا مَوْلَاهُ. يَعْنِى عَلِيّاً. اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ.

اے لوگو! قریب ہے کہ مجھے بلایا جائے اور مجھے جانا پڑے (۱۹۶) مجھ سے بھی سوال ہوگا (۱۹۷) اور تم سے بھی پوچھا جائے گا۔ (۱۹۸) تم بتاؤ تم لوگ کیا کہنے والے ہو۔

سارے مجمع نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے پوری تبلیغ فرمائی۔ ہمیں راہ راست پر لانے کے لیے بے حد جد وجہد کی، ہماری خیر خواہی میں کوئی کسر نہ اٹھائی۔ خداوند عالم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپ نے فرمایا: تم اس کی گواہی نہیں دیتے کہ بس معبود حقیقی اللہ تعالیٰ ہے اور محمدؐ خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور جنت حق ہے۔ جہنم حق ہے، موت حق ہے، موت کے بعد پھر زندہ ہونا حق ہے اور قیامت آکر رہے گی۔ اس کے آنے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور یہ کہ خداوند عالم تمام قبروں سے مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا۔

---

(۱۹۶) حضرت نے اپنی رحلت کی خبر دی کہ اب تعین خلیفہ کے سلسلے میں عہد خدا کا وقت آن پہنچا ہے اور اس میں تاخیر ممکن نہیں ہے۔

(۱۹۷) چونکہ حضرت علیؑ کے خلافت کا اعلان اہل نفاق، حاسد اور کینہ پروروں کے لئے سنگین تھا اس لئے آپ فرما رہے ہیں کہ میں مسؤل ہوں اور ہر صورت میں اعلان کر کے رہوں گا۔

(۱۹۸) شاید (تم سے بھی پوچھا جائے گا۔) کا اشارہ وَقِفُوهم اِنَّهم مَسؤلُون کی طرف ہو۔ لہذا حاشیہ نمبر ۴۸ کی طرف رجوع کریں۔

لوگوں نے کہا ہاں ہم گواہی دیتے ہیں (۱۹۹) آنحضرتؐ نے فرمایا خداوندا تو بھی گواہ رہنا۔(۲۰۰)

پھر آپ نے فرمایا، اے لوگو! خداوندِ عالم میرا مولیٰ ہے اور میں تمام مومنین کا مولیٰ ہوں اور میں ان کی جانوں پر ان سے زیادہ قدرت و اختیار رکھتا ہوں۔ تو یاد رکھنا کہ جس جس کا میں مولیٰ و آقا ہوں۔ یہ یعنی علی علیہ السلام بھی اس کے مولیٰ و آقا ہیں۔

خداوندا تو دوست رکھ اسے جو انھیں دوست رکھے اور دشمن رکھ اسے جو انھیں دشمن رکھے پھر آپ نے فرمایا:

اے لوگو! میں تم سے پہلے پہنچنے والا ہوں اور تم بھی حوض کوثر پر آنے والے ہو۔ وہ ایسا حوض ہے جس کی چوڑائی بصریٰ سے صنعا تک کی درمیانی مسافت سے بھی زیادہ ہے اس میں چاندی کے اتنے پیالے ہیں جتنے آسمان پر ستارے. جب تم حوض کوثر پر میرے پاس پہنچو گے تو میں اس وقت تم سے ثقلین کے متعلق پوچھوں گا کہ میرے بعد تم نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟

ثقل اکبر کتاب الٰہی ہے جس کا ایک کنارہ خدا کے ہاتھوں میں ہے دوسرا

---

(۱۹۹) اس خطبہ میں تدبر کرنے والوں کے لئے واضح ہو جائے گا کہ اس کا اصلی ہدف یہ تھا کہ بتایا جائے کہ حضرت علیؑ کی ولایت اصول دین سے ہے۔

(۲۰۰) آپؐ کے کلام میں اس جملے (وَاَنَا اَوْلٰی بِهِمْ مِنْ اَنْفُسِهِمْ) کی موجودگی بتا رہی ہے اور لفظی قرینہ ہے کہ مولی سے مراد اولی بالتصرف ہے۔

تمھارے ہاتھوں میں لہٰذا مضبوطی سے پکڑے رہنا۔ گمراہ نہ ہونا نہ اس میں تغیر و تبدل کرنا، دوسرے میرے عترت و اہلبیت ہیں۔ ان کے متعلق خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ روز قیامت میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ (۲۰۱)

اور امام حاکم نے مستدرک کے باب مناقب علی علیہ السلام میں زید بن ارقم سے ایک حدیث دو طریقوں سے درج کی ہے اور ان دونوں طریقوں کو مسلم و بخاری کے شرائط و معیار پر صحیح قرار دیا ہے۔

زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ:

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر پلٹے تو مقام غدیر خم پر اتر پڑے اور کجاووں کا منبر تیار فرما کر بالائے منبر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا:

مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے مجھے بلایا جا رہا ہے اور میں جانے والا ہوں میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن میں ایک دوسرے سے بزرگ تر ہے۔ ایک کتابِ خدا دوسرے میری عترت۔ اب دیکھنا ہے کہ میرے بعد تمھارا ان دونوں کے ساتھ کیسا سلوک رہتا ہے؟ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔

پھر آپ نے فرمایا:

---

(۲۰۱) رجوع کریں الصواعق المحرقہ (ابن حجر ہیثمی مکی شافعی) ص ۲۵ ط المیمنیہ (باسند صحیح)، مجمع الزوائد (ہیثمی شافعی) ج ۹ ص ۱۶۴، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۵ ح ۵۴۵، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۹۵۹ ط ۲، نوادر الاصول (حکیم ترمذی شافعی) ص ۲۸۹ ط امصر و ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۳۷ ط اسلامبول۔

اِنَّ اللہَ عَزَّوَجَلَّ مَولَائِی ، وَ أَنَا مَولٰی کُلِّ مُؤمِنٍ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِ عَلِی علیہ السلام. فَقَالَ : مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَھٰذَا وَلِیُّہُ ، اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ.

خداوند عالم میرا مولیٰ ہے اور میں ہر مومن کا مولیٰ ہوں۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: جس جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے یہ مولیٰ ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو ان کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو ان کو دشمن رکھے۔

یہ پوری طولانی حدیث امام حاکم نے درج کی ہے (۲۰۲) ذہبی نے اپنی تلخیص میں اسکا آخری حصّہ درج نہیں کیا۔ اسی حدیث کو امام حاکم نے زید بن ارقم کے حالات لکھتے ہوئے دوبارہ لکھا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی وضاحت بھی کردی ہے۔ علامہ ذہبی (باوجود متعصب ہونے کے) نے بھی تلخیص مستدرک کے اسی باب میں اس کو درج کیا ہے اور اس کے صحیح ہونے کی صراحت کی ہے۔ (۲۰۳)

اور امام احمد نے زید بن ارقم سے روایت کرکے یہ حدیث لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ: ہم لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک وادی میں اترے۔ جسے وادیٔ خم کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کا حکم دیا اور سخت گرمی میں نماز ادا ہوئی۔

---

(۲۰۲) رجوع کریں المستدرک (حاکم نیشابوری) ج ۳ ص ۱۰۹۔

(۲۰۳) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۵۳۳ (با سند صحیح)، تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل مستدرک (با سند صحیح)، خصائص امیر المؤمنین (نسائی) ص ۹۳ ط الحیدریہ، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۹۳ ط الحیدریہ، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۳۲ ط اسلامبول و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۹۱ ح ۲۵۵ ط ۲۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایک درخت پر کپڑا ڈال کر سایہ کر دیا گیا تھا آپ نے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

اَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ أَوْلَسْتُمْ تَشْهَدُونَ إِنّي أولٰى بِكّلِ مُؤمِنٍ مِن نَفْسِه ؟ قَالُوا: بَلٰى ، قَالَ: فَمَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاه.

کیا تم نہیں جانتے ،اور کیا تم گواہی نہیں دیتے کہ میں ہر مومن پر اس سے زیادہ تصرف و اقتدار رکھتا ہوں ۔لوگوں نے کہا بے شک ۔آپ نے فرمایا: تو جس کا میں مولیٰ ہوں علی علیہ السلام اس کے مولیٰ ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو ان کو دشمن رکھے۔(۲۰۴)

امام نسائی زید بن ارقم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری حج سے فارغ ہو کر پلٹے اور مقام غدیر خم پر اُترے ، وہاں آپ نے کجاووں کا منبر تیار کرایا۔اور اس پر جا کر ارشاد فرمایا:

كَأنّي دُعيت فَاَجَبْتُ ، و إنّي تَارِكٌ فِيكُم الثَّقَلَين ، اَحْدُهُما اَكْبَرُ مِن الآخر ، كِتَابَ الله وَعِتْرَتِي اَهْلُ بَيْتِي ، فَانْظُرُوا كَيْفَ تَخلِفُوُنِى فِيهِما، فَإنَّهُمَا لَن يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوضَ، ثُمَّ قَالَ : اِنَّ الله مَوْلَائي، و أَنَا وَلِيُّ كُلِّ مُؤمِنٍ ، ثُمَّ

---

(۲۰۴) رجوع کریں مسند (احمد بن حنبل) ج ۴ ص ۳۷۲ و ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۲ ح ۵۴۳۔

إنَّه أَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ، فَقَالَ : مَنْ كُنْتُ وَلِيَّه فَهٰذَا وَلِيُّهُ......

مجھے ایسا معلوم ہورہا ہے کہ مجھے بلایا گیا ہے اور میں جانے والا ہوں، میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں جن میں سے ایک دوسرے سے بزرگ تر ہے، ایک کتاب خدا اور دوسرے میرے اہل بیت علیہم السلام۔ اب دیکھنا ہے کہ تم ان دونوں سے کیا طرز عمل اختیار کرتے ہو۔ یہ دونوں کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ خدا میرا مولا ہے اور میں ہر مومن کا مولا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا: جس کا میں ولی ہوں علی علیہ السلام اس کے ولی ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو ان کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو ان کو دشمن رکھے۔

ابوالطفیل کہتے ہیں کہ میں نے زید سے پوچھا کہ آپ نے خود حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا فرماتے ہوئے سنا ہے (۲۰۵)؟ زید نے جواب دیا: مجمع میں جتنے لوگ موجود تھے سب حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور اپنے کانوں سے آپؐ کے الفاظ سن رہے تھے۔(۲۰۶)

---

(۲۰۵) ابوطفیل کی بات سے معلوم ہوتا ہے کہ امت حیران تھی کی غدیر میں واضح اعلان کے بعد کس طرح حضرت علیؑ کو نظرانداز کیا گیا۔

(۲۰۶) رجوع کریں خصائص امیر المؤمنین (نسائی شافعی) ص۲۱ ط التقدم مصر، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج۲ ص۳۶ ح۵۳۴، انساب الاشراف (بلاذری) ج۲ ص۳۱۵، المناقب (خوارزمی) ص۹۳ و کنز العمال (متقی ہندی) ج۱۵ ص۹۱۔

امام مسلم نے بھی اس حدیث کو باب فضائل امیر المومنین علیہ السلام میں زید بن ارقم سے متعدد طریقوں سے نقل کیا لیکن انھوں نے عبارت مختصر اور قطع و برید کر کے لکھی ہے (۲۰۷) اور یہ کوئی نئی بات نہیں، وہ ایسا کرتے رہتے ہیں۔

امام احمد نے براء بن عازب کی حدیث دو طریقوں سے لکھی ہے۔ براء بن عازب کہتے ہیں کہ:

ہم لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ہم لوگ اثناء راہ میں مقام غدیر خم پر اترے۔ نماز جماعت کا اعلان ہوا، درختوں پر چادر تان کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سایہ کیا گیا۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر مجمع سے خطاب کیا:

اَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ اِنّي اَولٰی بِالمُؤمِنِينَ مِنْ اَنْفُسِهِم، قَالُوا: بَلٰی قَالَ: اَلَسْتُمْ تَعْلَمُونَ اِنّي اَولیٰ بِكُلِّ مُؤمِنٍ مِنْ نَفْسِه،قَالُوا: بَلٰی، قَالَ: فَأَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍ، فَقَالَ: مَنْ كُنْتُ مُولَاهُ فَعَلِيٌ مَولاهُ.

کیا تم نہیں جانتے کہ میں مومنین کی جانوں پر ان سے زیادہ قدرت و اختیار رکھتا ہوں۔ لوگوں نے کہا: بے شک، آپ نے پھر پوچھا: کیا تم نہیں جانتے کہ میں ہر مومن کی جان کا ان سے زیادہ مالک ہوں، لوگوں نے کہا: بے شک، تو آپ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ جس جس کا میں مولیٰ ہوں، علی علیہ السلام اس کے مولیٰ ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو ان کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو ان کو دشمن رکھے۔

براء بن عازب کہتے ہیں کہ) اس کے بعد حضرت عمر، حضرت علی علیہ السلام کی ملاقات کو آئے اور کہا:

---

(۲۰۷) رجوع کریں صحیح (مسلم) ج ۲ ص ۳۶۲ ط عیسی الحلبی مصر و ج ۷ ص ۱۲۲ ط محمد علی صبیح مصر۔

مبارک ہو آپ کو اے علی علیہ السلام ابن ابی طالب، آپ ہر مومن و مومنہ کے مولیٰ ہو گئے (۲۰۸)

امام نسائی عائشہ بنت سعد سے روایت کرتے ہیں وفرماتی ہیں کہ: میں نے اپنے باپ کو کہتے سنا کہ میں نے یوم جمعہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں حمد وثناء الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا:

اَيُّهَا النَّاس إنّي وَلِيُّكُم قَالُوا: صَدَقْتَ يَا رَسُولَ الله ثُمَّ رَفَعَ يَدَ عَلِيٍ، فَقَالَ: هَذَا وَلِيّي وَيُؤَدِّي عَنّي دَيْنِي، وَ أَنَا مُوالي مَنْ وَالاهُ وَ مُعادٍ مَنْ عَادَاه.

اے لوگو! میں تمھارا ولی ہوں، لوگوں نے کہا بے شک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سچ فرماتے ہیں۔ پھر آپ نے حضرت علی علیہ السلام کو اونچا کر کے فرمایا کہ یہ میرے ولی ہیں اور میرے مرنے کے بعد میرے قرض ادا کریں گے۔ جو ان کو دوست رکھے گا اس کا میں دوست ہوں اور جو ان کو دشمن رکھے گا اس کا میں دشمن ہوں۔ (۲۰۹)

سعد سے یہ حدیث بھی مروی ہے۔ سعد کہتے ہیں کہ: ہم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جب آپ مقام غدیر خم پر پہنچے لوگوں کو ٹھہرایا۔ جو آگے بڑھ چکے تھے ان کو واپس بلایا۔ جو پیچھے تھے ان کا انتظار کیا جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

---

(۲۰۸) رجوع کریں مسند (احمد بن حنبل) ج ۴ ص ۲۸۱، ذخائر العقبی (طبری شافعی) ص ۶۷، الریاض النضرہ (طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۲۳، الفصول المہمہ (ابن صباغ مالکی) ص ۲۴، الحاوی للفتاوی (جلال الدین سیوطی شافعی) ج ۱ ص ۱۲۲ و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۱۷ ح ۳۳۵ ط ۲۔

(۲۰۹) رجوع کریں خصائص امیر المؤمنین (نسائی) ص ۱۰۱ ط الحیدریہ والبدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر) ج ۵ ص ۲۱۲۔

اَيُّهَا النَّاس مَنْ وَلِيُّكُمْ ؟ قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُولُه، ثُمَّ اَخَذَ بِيَدِ عَلِيٍّ فَأَقَامَهُ ، ثُمَّ قَالَ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُولُه وَلِيُّهُ، فَهٰذَا وَلِيُّهُ، اللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ ، وَعَادِ مَنْ عَادَاه.

اے لوگو! تمھارا ولی کون ہے؟ لوگوں نے کہا: کہ اللہ اوراس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سُنکر آپ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر انھیں کھڑا کیا اور ارشاد فرمایا۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے ولی ہیں یہ بھی اس کے ولی ہیں۔ خداوندا! تو دوست رکھ اس کو جو ان کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو ان کو دشمن رکھے۔(۲۱۰)

واقعہ غدیر کے متعلق اس قدر حدیثیں موجود ہیں جنکا احصاء ممکن نہیں ہے (۲۱۱) اور وہ سب کی سب صریح نصوص ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام آپ کے ولیعہد تھے اور آپ کے بعد آپ کے جملہ امور کے مالک ومختار بھی آپ ہی تھے۔

جیسا کہ فضل بن عباس ابن ابی لہب کا ایک شعر بھی ہے۔

وَكَانَ وَلِيَّ العَهدِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ

عَلِيٌّ وَ فِي كلِّ المَواطِنِ صَاحِبُهُ

---

(۲۱۰) رجوع کریں خصائص امیر المؤمنین (نسائی) ص ۱۰۱ ط الحیدریہ، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۷۰ وترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۵۳ ح ۵۵۲۔

(۲۱۱) رجوع کریں الغدیر (علامہ امینی) ج ۱ ص ۱۴۔۲۱۳ ط بیروت، عبقات الانوار (میر حامد حسین) دو جلد در حدیث غدیر۔ ط ھند، غایۃ المرام (علامہ بحرانی) وترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۵۔۹۰۔

رسول ﷺ کے ولی عہد حضرت علی ابن ابی طالبؑ ہیں اور ہر مقام پر آپ کے رفیقِ کار بھی آپ ہی ہیں۔ (۲۱۲)

(۲۱۲) یہ اشعار جناب فضل بن عباس نے ولید بن عقبہ بن ابی معیط کے جواب میں کہے ہیں محمود رافعی نے انہیں شرح ہاشمیات کے مقدمے میں صفحہ نمبر ۸ پر درج کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

متلاشی

(۱) آیا حدیث غدیر متواتر ہے؟

اگر اس چیز کی طرف توجہ رکھیں کہ امامت شیعہ حضرات کے نزدیک اصول دین سے ہے۔ اور یہ بتائیں کہ کیا حدیثِ غدیر متواتر ہے کہ آپ اس سے استدلال فرمار ہے ہیں؟ اگر چہ یہ حدیث صحیح طریقوں سے ثابت اور مسلّم ہے۔

حق شناس

(۱) طبعی قوانین حدیث غدیر کے متواتر ہونے کا تقاضا کرتے ہیں۔

(۲) حدیثِ غدیر پر خدا کی عنایت۔

(۳) حدیثِ غدیر پر رسولِ خداؐ کی عنایت۔

(۴) حدیثِ غدیر پر امیر المومنینؑ کی عنایت۔

(۵) حدیثِ غدیر پر سید الشھداءؑ کی عنایت۔

(۶) حدیثِ غدیر پر نو اماموںؑ کی عنایت۔

(۷) حدیثِ غدیر پر شیعوں کی عنایت۔

(۸) اہلسنت کے طریق سے حدیثِ غدیر کا تواتر۔

(۱) غیر شیعہ کہتے ہیں کہ مسئلہ خلافت و امامت کو ہر صحیح حدیث کے ذریعے ثابت کیا جا سکتا ہے خواہ متواتر ہو یا نہ ہو۔ ہم اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ آپ کے مسلک کے مطابق کم از کم یہ

حدیث صحیح تو ہے لہذا اسے مانیں۔

مزید یہ کہ یہ حدیث متواتر ہے۔اور حدیث غدیر کا متواتر ہونا تو ایسا یقینی امر ہے جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں۔(۲۱۳)

---

(۲۱۳)اہل سنت میں سے جن لوگوں نے حدیث غدیر کے تواتر کا اعتراف کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔جلال الدین سیوطی شافعی نے ''الفوائد المتکاثرۃ فی الاخبار المتواترۃ'' اور ''الازہار المتناثرۃ فی الاخبار المتواترۃ'' میں۔کلام سیوطی میں تواتر حدیث غدیر کا علامہ مناوی نے ''التیسیر فی شرح الجامع الصغیر'' ج۲ص۴۴۲ اور علامہ عزیزی نے ''شرح الجامع الصغیر'' ج۳ص۳۶۰ پر تذکرہ کیا ہے۔

۲۔ملا علی قاری حنفی نے ''المرقاۃ شرح المشکاۃ'' ج۵ص۵۶۸۔

۳۔جمال الدین عطاء اللہ بن فضل اللہ شیرازی نے ''الاربعین'' مخطوط۔رجوع کریں ''خلاصۃ عبقات الانوار'' (سید علی میلانی) ج۶ص۱۲۳۔

۴۔مناوی شافعی نے ''التیسیر فی شرح الجامع الصغیر'' ج۲ص۴۴۲۔

۵۔میرزا مخدوم بن میر عبد الباقی نے ''النواقص علی الروافض'' میں۔رجوع کریں ''خلاصۃ عبقات الانوار'' (سید علی میلانی) ج۶ص۱۲۱۔

۶۔محمد بن اسماعیل یمانی صناعانی نے ''الروضۃ الندیۃ'' میں۔رجوع کریں ''احقاق الحق'' (علامہ نور اللہ تستری) ج۶ص۲۹۴و ''خلاصۃ عبقات الانوار'' (سید علی میلانی) ج۶ص۱۲۶۔

۷۔محمد صدر عالم نے ''معارج العلی فی مناقب المرتضی'' میں۔رجوع کریں ''خلاصۃ عبقات الانوار'' (سید علی میلانی) ج۶ص۱۲۷۔

۸۔شیخ عبد اللہ شافعی نے ''الاربعین'' میں۔

۹۔شیخ ضیاء الدین مقبلی نے ''الابحاث المسددۃ فی الفنون المتعددۃ'' میں۔رجوع کریں ''خلاصۃ عبقات الانوار'' (سید علی میلانی) ج۶ص۱۲۵۔

۱۰۔ابن کثیر دمشقی نے اپنی تاریخ (البدایۃ والنہایۃ) میں محمد بن جریر طبری کے حالات لکھتے ہوئے تذکرہ کیا ہے۔

۱۱۔ ابو عبداللہ حافظ ذہبی کے حدیث غدیر کے تواتر کے حوالہ سے ذکر کیے گئے کلام کو ابن کثیر نے اپنی تاریخ ج ۵ ص ۲۱۳۔۲۱۴ میں نقل کیا ہے۔

۱۲۔ حافظ ابن جزری حدیث غدیر کے تواتر کو اپنی کتاب ''اسنی المطالب فی مناقب علی بن ابی طالب'' ص ۴۸ پر ذکر کیا ہے۔

۱۳۔ شیخ حسام الدین متقی نے ''مختصر قطف الازہار المتناثرۃ'' میں۔

۱۴۔ ثناء اللہ پانی پتی نے ''السیف المسلول'' میں۔ رجوع کریں ''عبقات الانوار'' ج ۶ ص ۱۲۷۔

۱۵۔ محمد مبین لکھنوی نے ''وسیلۃ النجاۃ فی فضائل السادات'' کے ص ۱۰۴ پر۔ ان کے علاوہ دوسرے افراد کو احقاق الحق (قاضی نور اللہ تستری) ج ۲ ص ۴۲۳، عبقات الانوار (میر حامد حسین موسوی ہندی)، والغدیر (علامہ امینی) ج ۱ ط بیروت میں دیکھیں۔ حدیث غدیر بہت سے طرق سے نقل کی گئی ہے۔

۱۔ احمد بن حنبل سے ۴۰ طریق

۲۔ ابن جریر طبری سے ۷۲ طریق

۳۔ جزری مقری سے ۸۰ طریق

۴۔ ابن عقدہ کوفی سے ۱۰۵ طریق

۵۔ ابو سعید سجستانی سے ۱۲۰ طریق

۶۔ ابو بکر جعابی سے ۱۲۵ طریق

۷۔ محمد الیمنی سے ۱۵۰ طریق۔ رجوع کریں الغدیر (علامہ امینی) ج ۱ ص ۱۴۔

۸۔ ابو العلاء عطار ہمدانی سے ۲۵۰ طریق۔ رجوع کریں الغدیر (علامہ امینی)، ج ۱ ص ۱۵۸۔

۹۔ مسعود سجستانی نے حدیث غدیر کو ۱۳۰۰ اسناد سے روایت کیا ہے۔

۱۰۔ شیخ عبداللہ شافعی نے اپنی کتاب ''المناقب'' ص ۱۰۸ کے خطی نسخہ میں کہا ہے کہ یہ حدیث یعنی ''حدیث غدیر'' تو تواتر کی حد سے گذر چکی ہے حتی اتنی تعداد میں کسی اور خبر کے طرق بیان نہیں ہوئے۔ رجوع کریں احقاق الحق (تستری) ج ۶ ص ۲۹۰۔

اس کے تواتر پر انسانی فطرت گواہ ہے. خدا نے اسے اس طرح قرار دیا ہے کہ اسے ہزاروں لوگوں کی نظروں کے سامنے پیش کیا جائے مختلف علاقوں سے آنے والے ہزاروں لوگ اسے سنکر جائیں اور دوسروں کو بتائیں۔ (۲۱۴)

مخصوصاً اگر ایسا واقعہ قیامت تک اس خاندان کے بزرگوں کے متعلق ہو کہ اسے ہر جگہ پر پہنچنا چاہیئے۔ (۲۱۵)

---

(۲۱۴) ''غدیر خم'' میں حضرت پیامبر گرامی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موجود لوگوں کی تعداد کے متعلق مختلف اقوال ہیں:
۱۔ بعض کے نزدیک ۹۰۰۰۰ افراد ۲۔ بعض کے نزدیک ۱۱۴۰۰۰ افراد ۳۔ تیسرا قول ۱۲۰۰۰۰ افراد کا ہے۔ ۴۔ بعض نے ۱۲۴۰۰۰ افراد بیان کئے ہیں، اس سے زیادہ تعداد ذکر کرنے والے بھی موجود ہیں۔ رجوع کریں تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۳۰، السیرۃ الحلبیہ (علی بن برہان الدین حلبی) ج ۳ ص ۲۵۷، السیرۃ النبویہ (زین دحلان) درحاشیہ السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۳ ص ۳ والغدیر (علامہ امینی) ج ۱ ص ۹۔

(۲۱۵) حدیث غدیر کے حوالے سے احتجاج

۱۔ عاشورہ کے دن حضرت امیر المؤمنین کا احتجاج

۲۔ حضرت عثمان کے حکومت کے ایام میں حضرت امیر المؤمنین کا احتجاج

۳۔ کوفہ میں رحبہ کے دن حضرت امیر المؤمنین کا احتجاج

۴۔ جنگ جمل کے دن حضرت امیر المؤمنین کا احتجاج

۵۔ کوفہ میں حدیث رکبان کا احتجاج

۶۔ جنگ صفین کے دن حضرت امیر المؤمنین کا احتجاج

۷۔ حضرت رسول خدا کی دختر جناب فاطمہؑ کا حدیث غدیر کے ساتھ استدلال

۸۔ حضرت امام حسنؑ کا احتجاج

۹۔ حضرت امام حسینؑ کا احتجاج

۱۰۔ حضرت عبداللہ بن جعفر کا حدیث غدیر کے دن معاویہ سے احتجاج

لہٰذا جو واقعہ اتنی اہمیت کا حامل ہو کیا اسے اخبار احاد میں شمار کیا جائے گا؟ نہیں، ہرگز نہیں بلکہ اس واقعہ کی خبر تو یوں دنیا میں پھیلی ہونگی جیسے طلوع آفتاب کے وقت آفتاب کی کرنیں چپہ چپہ کو منوّر کر دیتی ہیں۔ خشکی وتری دونوں میں اُجالا پھیل جاتا ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللهِ تَبْدِيلاً خدائی سنت میں تو تبدیلی ناممکن ہوا کرتی ہے۔

(۲) حقیقت یہ ہے کہ حدیث غدیر سرچشمۂ عنایات الٰہی ہے اور اس کے لطف وکرم کا نمونہ ہے۔ کیونکہ اس حدیث کی خداوند عالم نے پیغمبرؐ پر وحی فرمائی۔ اس میں قرآن مجید سمو کر نازل فرمایا۔

۱۱۔ برد کا حدیث غدیر کیساتھ عمرو بن عاص سے احتجاج

۱۲۔ عمرو بن عاص کا حدیث غدیر کیساتھ سے معاویہ احتجاج

۱۳۔ حضرت عمار بنیاسر کا جنگ صفین کے دن حجز سے احتجاج

۱۴۔ حضرت اصبغ بنباتہ کا معاویہ سے احتجاج

۱۵۔ کوفہ میں ایک نوجوان کا ابو ہریرہ سے حدیث غدیر کے حوالے سے احتجاج

۱۶۔ ایک نوجوان کا زید بن ارقم سے حدیث غدیر کے حوالے سے احتجاج

۱۷۔ ایک عراقی نوجوان کی جابر بن عبداللہ انصاری سے گفتگو

۱۸۔ قیس بن عبادہ کا معاویہ سے حدیث غدیر کے حوالے سے احتجاج

۱۹۔ دارمیہ حجونیہ کا معاویہ سے احتجاج

۲۰۔ حضرت امیر المؤمنینؑ کے کسی مخالف کے ساتھ عمرواودی کا احتجاج

۲۱۔ عمر بن عبدالعزیز کا احتجاج

۲۲۔ مامون کا فقہاء سے حدیث غدیر کے حوالے سے احتجاج

اس حوالے سے رجوع کریں علامہ امینی کی کتاب الغدیر فی الکتاب والسنہ والادب ج۱، ص۱۵۹ تا ۲۱۲، رحاب الغدیر، (مرودج خراسانی) فصل ۵، ۶

تا کہ مسلمان کلام مجید کی صبح وشام تلاوت کریں اور جسے خلوت وجلوت میں اپنی دعاؤں، وظائف، نمازوں، منبروں اور مناروں پر پڑھتے رہیں جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغ مَا أُنزِلَ اِلَيکَ مِنْ رَبِّکَ وَاِن لَمْ تَفعَلْ فَمَا بَلَّغتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ.

اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس چیز کو پہنچا دو جو تم پر نازل کی گئی اور اگر تم نے نہ پہنچایا تو گویا تم نے کار رسالت ہی انجام نہیں دیا۔ ڈرو نہیں۔ خدا تجھے لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔ (۲۱۶)

---

(۲۱۶) سورہ مائدہ (۵) آیہ ۶۷۔

اس آیہ شریفہ کے غدیر کے دن نازل ہونے کے شواہد کیلئے رجوع کریں ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۸۶ ح ۵۸۶ ط بیروت، فتح البیان فی مقاصد القرآن (علامہ سید صدیق حسن خان) ج ۳ ص ۸۹ ط بولاق مصر، شواہد التنزیل (حاکم حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۱۸۷ ح ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹ و ۲۵۰ ط ا بیروت، اسباب النزول (واحدی نیشابوری) ص ۱۱۵ ط الحلبی مصر، الدرّ المنثور (سیوطی شافعی) ج ۲ ص ۲۹۸ ط افست بیروت، فتح القدیر (شوکانی) ج ۲ ص ۶۰ ط ۲ الحلبی، تفسیر (فخر رازی شافعی) ج ۱۲ ص ۵۰ ط مصر ۱۳۷۵ھ، مطالب السؤول (ابن طلحہ شافعی) ج ۱ ص ۴۴، الفصول المہمہ (ابن صباغ مالکی مکی) ص ۲۵ ط الحیدریہ، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۱۲۰ و ۲۴۹ ط اسلامبول، الملل والنحل (شہرستانی شافعی) در حاشیہ الفصل (ابن حزم) ج ۱ ص ۲۲۰ ط مصر و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۵۸ ح ۱۲۰ ط ا بیروت، الغدیر (علامہ امینی) ج ۱ ص ۲۱۴ ط بیروت از الکشف والبیان (ثعلبی) مخطوط، تفسیر (رسعنی موصلی حنبلی)، عمدۃ القاری فی شرح صحیح البخاری (بدر الدین حنفی) ج ۸ ص ۵۸۴، شرح دیوان امیر المؤمنین (میبدی) ص ۴۱۵ مخطوط، تفسیر (نیشابوری) ج ۶ ص ۱۷۰، تفسیر (عبد الوہاب بخاری) در تفسیر آیہ ﴿**قل لا أسألكم عليه اجراً الّا المودّة فى القربى**﴾، روح المعانی (آلوسی) ج ۲ ص ۳۴۸، تفسیر المنار (محمد عبدہ) ج ۶ س ۴۶۳ و......

اوراس دن جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حضرت علی علیہ السلام کی امامت پر نص اور ولی عہد ہونے کا) پیغام پہنچادیا۔ تو خداوند عالم نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَلْیَومَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِینَکُمْ وَ أَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی وَرَضِیتُ لَکُمُ الاِسلامَ دِیناً.

آج کے دن ہم نے تمھارے لیے تمھارے دین کو کامل کیا اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کیں اور دین اسلام کو تمھارا دین بنا پسند کیا۔ (۲۱۷)

ماشاءاللہ! یہ تو خدا کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے

جو شخص بھی ان آیات کا مطالعہ کرے، غور وفکر سے کام لے تو خداوند عالم کی ان عنایات اور

---

(۲۱۷) سورہ مائدہ (۵) آیہ ۳۔

رجوع کریں ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۷۵ ح ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷ و ۵۸۵ ط بیروت، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۱ ص ۱۵۷ ح ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵ و ۲۵۰ ط بیروت، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۱۹ ح ۲۴، تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ج ۸ ص ۲۹۰ ط السعادہ مصر، الدرالمنثور (سیوطی) ج ۲ ص ۲۵۹ ط ا مصر، الاتقان (سیوطی) ج ۱ ص ۳۱ ط ۱۳۶۰ھ، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۸۰ ط الحیدریہ، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی) ص ۳۰ ط الحیدریہ، تفسیر (ابن کثیر شافعی) ج ۳ ص ۲۸۱ ط بولاق، مقتل الحسین (خوارزمی حنفی) ج ۱ ص ۴۷، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۱۱۵ ط اسلامبول، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۷۲، ۷۴ و ۳۱۵ ط بیروت و تاریخ (یعقوبی) ج ۲ ص ۳۵ ط الحیدریہ۔ و در الغدیر (علامہ امینی) ج ۱ ص ۲۳۰ از تاریخ ابن کثیر (دمشقی) ج ۵ ص ۲۱۰، و احقاق الحق (تستری) ج ۶ از الکشف والبیان (ثعلبی) مخطوط، روح المعانی (آلوسی) ج ۶ ص ۵۵ ط المنیریہ، البدایۃ والنہایہ (ابن کثیر دمشقی) ج ۵ ص ۲۱۳ و ج ۷ ص ۳۴۹ ط قاہرہ۔ جہاں تک شیعہ طرق کا تعلق ہے ان کیلئے چند اور کتب میں رجوع کریں بحارالانوار (علامہ مجلسی) ج ۳۷ باب ۵۲ ط جدید۔

بے پایاں احسان پر سر جھکا کر رہے گا۔

(۳) جب اس مسئلہ پر اس حد تک توجہ الٰہی تھی تو تعجب نہیں ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے یہ مسئلہ انتہائی اہمیت کے ساتھ آیا ہو۔ اس لیے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا وقت قریب پہنچا اور آپ کو اندازہ ہو گیا کہ اب زندگی کے دن تھوڑے رہ گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بحکم خدا طے کیا کہ حج اکبر کے موقع پر بھرے مجمع میں علی علیہ السلام کی ولایت و جانشینی کا اعلان کر دیا جائے۔ مکہ میں یوم انذار ، پے در پے نصوص اور ان کے بعد باقی دوسری نصوص پر اکتفاء نہ کیا۔ (۲۱۸)

لہذا حج کے موقع سے آپ نے منادی کرا دی کہ ہم اس سال آخری حج کرنے والے ہیں اور یہ حجۃ الوداع ہو گا۔ ہر ہر گوشہ سے مسلمان سمٹ کر آ گئے کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس عبادت میں شرکت کا ثواب حاصل کریں۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کے ہمراہ مدینہ سے نکلے۔ جب عرفات کا دن آیا تو آپ نے تمام مسلمانوں سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا:

علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے ہوں میرے امور یا تو میں خود ادا کر سکتا ہوں یا علی علیہ السلام۔ (۲۱۹)

اور جب آپ ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کے ہمراہ حج کر کے پلٹے اور وادیٔ خم میں پہنچے اور روح الامین آیۂ تبلیغ لے کر آپ کی خدمت میں نازل ہوئے، آپ وہاں اُترے، منزل فرمائی، جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ آ پہنچے اور جو آگے بڑھ گئے تھے وہ لوٹ آئے۔ جب سب اکٹھا ہو گے آپ نے باجماعت نماز پڑھائی پھر بالائے منبر جا کر خطبہ ارشاد فرمایا اور صاف صاف کھلے لفظوں میں حضرت علی علیہ السلام کی جانشینی و خلافت کا اعلان فرمایا۔

---

(۲۱۸) حاشیہ نمبر ۹۱ کی طرف رجوع کریں۔

(۲۱۹) حاشیہ نمبر ۱۵۳ کی طرف رجوع کریں۔

(جس کی قدرے تفصیل آپ سن چکے ہیں) اور آپ کے اس اعلان کو مجمع کے تمام مسلمانوں نے بھی سُنا جو ایک لاکھ سے بھی زیادہ تھے اور مختلف مقامات کے رہنے والے تھے۔(۲۲۰)

لہٰذا خداوند عالم کا وہ طریقہ جو اس کی مخلوقات میں جاری و ساری ہے جس میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا اس کا تقاضا یہی ہے کہ حدیث غدیر متواتر ہی ہو خواہ نقل میں کئی موانع ہی کیوں نہ ہوں۔

(۴) مزید برآن ائمہ طاہرین علیہم السلام نے بڑے حکیمانہ انداز سے اس کی نشر و اشاعت فرمائی۔ حدیث غدیر کے متواتر ہونے کا اندازہ آپ ایک اس واقعہ سے کیجیے کہ جب امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے زمانۂ خلافت میں کوفہ کے میدان رحبہ میں لوگوں کو جمع کیا اور ارشاد فرمایا کہ: میں قسم دیتا ہوں کہ ہر وہ مسلمان جس نے یوم غدیر خم حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بالائے منبر اعلان فرماتے سنا ہو کھڑا ہو جائے اور جو کچھ حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کہتے سنا ہو اس کی گواہی دے، لیکن وہی کھڑا ہو جس نے اپنی آنکھوں سے غدیر خم میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو دیکھا اور اپنے کانوں سے حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کہتے سنا ہو۔ حضرت کے قسم دینے پر ۳۰ صحابی اٹھ کھڑے ہوئے جن میں صرف ۱۲ تو وہ تھے جو غزوہ بدر میں بھی شریک رہ چکے تھے۔ ان سب نے گواہی دی کہ اس روز حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

> کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنین پر ان سے زیادہ قدرت و اختیار رکھتا ہوں؟ لوگوں نے کہا: بے شک یا رسول اللہ، آپ نے فرمایا: میں جس کا مولیٰ ہوں، یہ علی علیہ السلام بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو ان کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو ان کو دشمن رکھے۔(۲۲۱)

---

(۲۰۲) حاشیہ نمبر ۲۱۴ کی طرف رجوع کریں۔

(۲۲۱) رجوع کریں ترجمہ امام علیؑ از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۷، ح ۵۰۳ ط بیروت۔

آپ بہتر جانتے ہیں کہ خصوصاً اس موقع پر ۳۰ صحابیوں کا جھوٹ پر اتفاق کر لینا عقلاً کس قدر ناممکن ہے لہٰذا اگر صرف انھیں ۳۰ صحابیوں کی گواہی کو لیا جائے تو اس حدیث کا متواتر ہونا قطعی طور پر ثابت و مسلّم ہے۔ پھر اس حدیث کو مجمع کے ان تمام لوگوں نے سُنا جو میدان رحبہ میں اکٹھا ہوئے تھے۔ انھوں نے اپنے اپنے مقام پر جا کر ہر شہر و ہر قریہ میں اسے بیان کیا۔ ہر شخص سے نقل کیا اور حدیث کی پوری پوری اشاعت ہوئی۔

یہ بھی غور ہے کہ رحبہ کا واقعہ امیر المومنینؑ کی خلافت کے زمانہ میں پیش آیا۔ امیر المومنین علیہ السلام کی بیعت ۳۵ھ میں ہوئی اور واقعہ غدیر ۱۰ھ میں پیش آیا۔ ان دونوں کی درمیانی مدت کم سے کم پچیس ۲۵ برس ہوتی ہے۔ اتنی طولانی مدت میں جو ایک چوتھائی صدی کے برابر تھی جس میں نجانے کتنی لڑائیاں ہوئیں، کتنے فتنہ و فساد اور تباہ کاریوں کا سامنا ہوا اور طاعون کی وبا پھیلی۔

خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ واقعہ غدیر میں شریک ہونے والوں کی کتنی بڑی تعداد ختم ہو چکی ہوگی، کتنے بوڑھے اور سن رسیدہ اشخاص اپنی موت مر چکے ہوں گے۔ کتنے نوجوان شوق جہاد میں میدان کارزار میں کام آئے ہوں گے۔

مرنے والوں کی بہ نسبت زندہ رہنے والوں کی کتنی مختصر تعداد ہوگی اور جو زندہ بھی رہے ہوں گے وہ ایک جگہ تو ہوں گے نہیں۔ متفرق مقامات پر منتشر ہوں گے۔ کوئی کہیں ہوگا کوئی کہیں کیونکہ رحبہ میں تو وہی لوگ آئے ہوں گے جو امیر المومنین علیہ السلام کے ہمراہ عراق میں موجود تھے۔

ان سب باتوں کے باوجود امیر المومنین علیہ السلام کے کہنے پر ۳۰ صحابی اٹھ کھڑے ہوئے جن میں صرف ۱۲ تو بدری تھے اور ان سب نے گواہی دی کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر دیکھا اور اپنے کانوں سے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حدیث ارشاد فرماتے سنا۔

اس مجمع میں ان کے علاوہ اور بھی کچھ ایسے افراد موجود تھے، جو اپنے بغض و کینہ کی وجہ سے گواہی دینے کے لئے نہ اٹھے اور گواہی نہ دی۔ جیسے انس بن مالک وغیرہ۔ جس کے نتیجہ میں امیر المومنین علیہ السلام

کی نفرین کا شکار ہوئے۔(۲۲۲)

اگر امیر المومنین علیہ السلام کو موقع ملتا کہ ہر بقید حیات مرد وزن، ہر صنف کے اصحاب کو اکٹھا کر سکتے اور ان کو ویسی ہی قسم دے کر گواہی طلب کرتے جیسی آپ نے رحبہ میں (قسم دے کر گواہی) مانگی تھی تو نا معلوم ایسے کتنے تیس گواہی دینے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے۔ یہ خیال تو رحبہ کے دن کے متعلق ہے جو واقعہ غدیر کے پچیس برس گزرنے کے بعد ہوا۔ اب ذرا سوچیے کہ اگر امیر المومنین کو ایسا موقع سر زمین حجاز پر ملتا اور واقعہ غدیر کو اتنی مدت نہ گزری ہوتی جتنی رحبہ کے دن تک گزر چکی تھی اور آپ اسی طرح قسم دے کر لوگوں سے گواہی طلب کرتے تو اس صورت میں کتنے لوگ اٹھ کھڑے ہوتے اور گواہی دیتے۔

آپ اسی پر اچھی طرح غور کریں تو اسی ایک واقعہ کو حدیث غدیر کے تواتر کی قوی ترین دلیل پائیں

---

(۲۲۲) حضرت امیر المؤمنینؑ کی نفرین کا شکار ہونے والے افراد میں

۱۔انس بن مالک

رجوع کریں: المعارف (ابن قتیبہ) ص۱۹۴، ۳۹۱، شرح نہج البلاغہ (ابن حدید) ج۴ص۷۲۱ ط مصر

۲۔ براء بن عازب

رجوع کریں: احقاق الحق (تستری) ج۶، ارجع المطالب (عبداللہ امرتسری) ص۵۸۰ ط لاہور، اربعین (ہروی) مخطوط، انساب الاشراف (بلاذری) ج۱

۳۔زید بن ارقم

رجوع کریں: مناقب علی ابن ابی طالب (ابن مغازلی) ص۲۳ ح۳۳، شرح نہج البلاغہ (ابن حدید) ج۴ ص۷۴ ط مصر، سیرہ حلبیہ (برہان الدین) ج۳ص۳۳۷

۴۔جریر بن عبداللہ بجلی

رجوع کریں: انساب الاشراف (بلاذری) ج۲ص۱۵۶

گے۔ واقعہ رحبہ کے متعلق جو روایات کتب احادیث وسنن میں موجود ہیں انھیں بھی ذرا دیکھیے۔
چنانچہ امام احمد نے زید بن ارقم کی حدیث ابوطفیل سے روایت کر کے لکھی ہے۔ ابوطفیل فرماتے ہیں کہ امیر المومنین نے رحبہ میں لوگوں کو جمع کر کے ارشاد فرمایا: ہر مرد مسلم کو جس نے حضرت رسولؐ کو غدیر خم میں ارشاد فرماتے سنا ہو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اٹھ کھڑا ہو آپ کے اس قسم دینے پر ۳۰ افراد اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابونعیم کا بیان ہے کہ بہت سے لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے اس موقع پر چشم دید گواہی دی۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر خطاب کیا تھا کہ:

کیا تم جانتے ہو کہ میں مومنین سے زیادہ ان کے نفوس پر قدرت واختیار رکھتا ہوں؟ سب نے کہا: بیشک یا رسول اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تو جس کا میں مولیٰ ہوں علی علیہ السلام اس کے مولیٰ ہیں۔ خداوندا! تو دوست رکھ اس کو جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے۔ اور دشمن رکھ اس کو جو علی علیہ السلام کو دشمن رکھے۔

ابوطفیل کہتے ہیں کہ میں رحبہ سے نکلا اور میرے دل میں بڑا خلجان تھا کہ آخر جمہور مسلمین نے اس حدیث پر کیوں عمل نہیں کیا۔ میں زید بن ارقم کی خدمت میں پہنچا اور ان سے رحبہ کا واقعہ بیان کیا کہ حضرت علی علیہ السلام کو میں نے ایسا ایسا کہتے سنا۔ زید بن ارقم نے جواب میں کہا کہ: تم اسے غلط نہ سمجھنا میں نے خود بھی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کہتے ہوئے سُنا ہے۔ (۲۲۳)

---

(۲۲۳) رجوع کریں مسند (احمد بن حنبل) ج ۴ ص ۳۷۰ (باسند صحیح) ط المیمنیہ مصر، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۷ ح ۵۰۳، مجمع الزوائد (ہیثمی شافعی) ج ۹ ص ۱۰۴، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۵۶ ط الحیدریہ وخصائص (نسائی شافعی) ص ۱۰۰ ط الحیدریہ۔ والغدیر (علامہ امینی) ج ۱ ص ۱۷۴ از الریاض النضرہ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۱۶۹، نزل الابرار (بدخشی) ص ۲۰، البدایۃ والنہایہ (ابن کثیر) ج ۵ ص ۲۱۱۔ وغیرہ

زید بن ارقم کی گواہی کو رحبہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے بیان کے ساتھ ملا لیا جائے تو اس حدیث کے ۳۲ گواہ ہو جاتے ہیں۔ امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت علی علیہ السلام کی حدیث کو عبد الرحمٰن بن ابی لیلی سے اس طرح نقل کرتے ہیں:

میں رحبہ میں اس موقع پر موجود تھا اور میں نے خود حضرت علی علیہ السلام کو لوگوں کو قسم دیتے سُنا۔ آپ فرمارہے تھے کہ میں قسم دیتا ہوں ہر اس شخص کو جس نے غدیر خم میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو: **مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَهٰذَا عَلِیٌّ مَوْلَاهُ** کہتے سنا ہوا اٹھ کھڑا ہو اور گواہی دے اور وہی شخص اٹھے جنھوں نے اپنی آنکھوں سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہو اور اپنے کانوں سے کہتے سنا ہو۔

عبد الرحمٰن کہتے ہیں کہ:

بارہ بدری صحابی اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں آج تک وہ منظر نہ بھلا سکا۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم نے رسولؐ کو غدیر خم میں کہتے سُنا کہ کیا میں مومنین سے زیادہ ان کے نفوس کا مالک و مختار نہیں اور میری ازواج کیا ان کی مائیں نہیں ہیں؟ ہم سب نے کہا: بے شک یا رسول اللہ، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس کا میں مولیٰ ہوں علی علیہ السلام اس کے مولیٰ ہیں۔ خداوند تو دوست رکھ اس کو جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی علیہ السلام کو دشمن رکھے۔ (۲۲۴)

اسی مسند میں امام احمد نے دوسرے طریقے سے بھی اسی روایت کو لکھا ہے جس میں ہے کہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۲۲۴) رجوع کریں مسند (احمد بن حنبل) ج ۲ ص ۱۹۹ ح ۹۶۱ (باسند صحیح) ط دار المعارف مصر، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۱۱ ح ۵۰۶، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۵۱ ح ۴۳۰ ط ۲ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۶۹۔

خداوندا تو دوست رکھ اس کو جوان کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جوان کو دشمن رکھے۔ اور مدد کر اس کی جوان کی مدد کرے اور ذلیل وخوار کر اسے جوان کی مدد نہ کرے۔ (۲۲۵)

اس مجمع میں تین ایسے افراد بھی موجود تھے جو غدیر خم میں حاضر ہونے کے باوجود گواہی دینے کے لئے نہ اٹھے حضرت علیؑ نے ان کی نفرین کی اور وہ اسی نفرین میں ہی مبتلا رہے۔

اگر آپ حضرت علی علیہ السلام اور زید بن ارقم کو بھی ان بارہ ۱۲ بدری اصحاب کے ساتھ ملا لیں تو چودہ ۱۴ بدری اصحاب ہو جاتے ہیں۔ واقعہ رحبہ کے متعلق جو حدیثیں اور روایات کتب احادیث وسنن میں موجود ہیں ان پر غور فرمایئے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس واقعہ میں امیر المومنین علیہ السلام کی کیا حکمت کار فرما تھی۔ بہر حال غرض یہ تھی کہ حدیث غدیر کی نشر واشاعت ہمہ گیر ہو جائے جو نا واقف ہیں ان کو بھی معلوم ہو جائے۔

(۵) سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی عہد معاویہ میں ایسا ہی مؤقف اختیار کیا۔ آپ نے بھی (رحبہ میں) امیر المومنین علیہ السلام کی طرح حق کا اعلان کیا۔ حج کے موقع پر جب عرفات میں لاکھوں مسلمانوں کو جمع کیا اور اپنے جد، والد، والدہ اور بھائیوں کو یاد فرمایا، آپ نے ایسا فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا کہ کسی نے ایسا فصاحت و بلاغت میں ڈوبا ہوا کلام سُنا ہی نہ ہوگا۔ لوگ ہمہ تن گوش ہو کر سننے لگے۔ اس خطبہ میں آپ نے واقعہ غدیر کا حق ادا کر دیا۔ اور اس خطبہ کے متعلق سب کچھ کہہ دیا اور امام مظلومؑ کے اس خطبے سے بھی حدیث غدیر کی شہرت اور نشر و اشاعت میں بڑا اثر ہوا۔ (۲۲۶)

---

(۲۲۵) رجوع کریں مسند (احمد بن حنبل) ج ۲ ص ۲۰۱ ح ۹۶۴ ط دار المعارف مصر و ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۱۱ ح ۵۰۷۔

(۲۲۶) رجوع کریں ''کتاب سلیم (بن قیس ہلالی تابعی'' متوفی سال ۹۰ ھ) ص ۲۰۶۔ ۲۰۹ ط نجف۔

(٦) حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے باقی نو (۹) ائمہ معصومین علیہ السلام کا بھی اس حدیث کی نشر و اشاعت میں بڑا حکیمانہ طرز عمل رہا ہے۔ مختلف طریقوں سے انھوں نے اس حدیث کی نشر واشاعت فرمائی۔ چنانچہ وہ ہر سال ۱۸ ذی الحجہ کو عید کا دن قرار دیتے رہے، اس دن مسرت وشادمانی کا اظہار فرماتے، خدا کی خوشنودی کے لیے نمازیں پڑھتے، روزے رکھتے، دعائیں کرتے اور زیادہ سے زیادہ نیکی واحسان فرماتے. اس نعمت کی شکرگزاری کرتے جس سے خداوند عالم نے انہیں نوازا تھا۔ یہ سب کچھ اُس نعمت پر شکرانہ تھا جس دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اَقدس سے حضرت علی علیہ السلام کی خلافت پر نص صادر ہوئی، وہ اسے آشکار فرماتے یعنی امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کا اعلان فرمایا کرتے۔ اس دن خصوصیت کے ساتھ صلۂ رحم فرماتے۔ اپنے عیال کے لیے سامان راحت پیدا کرتے. اپنے خویش وبرادران کی ملاقات کو جاتے، اپنے ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک فرماتے اور ان سب باتوں کا اپنے دوستوں کو بھی حکم دیتے۔

(۷) اسی وجہ سے ہر زمانہ میں اور ہر شہر میں ہر سال کی ۱۸ / ذی الحجہ شیعوں کے نزدیک عید کا دن رہا ہے۔ (۲۲۷)

---

(۲۲۷) عترت طاہرہؑ اور شیعوں کے نزدیک عید غدیر کی اہمیت کے حوالہ سے رجوع کریں تفسیر (فرات بن ابراہیم کوفی تیسری صدی سے) ص ۱۲ ط الحیدریہ، الکافی (ثقۃ الاسلام کلینی) ج ۴ ص ۱۴۸ ح ا وص ۱۴۹ ح ۳ ط جدید تہران، مطالب السوٴل (ابن طلحہ شافعی) ج ا ص ۴۴ ط نجف، بحار الانوار (علامہ مجلسی) ج ۳۷ ص ۱۰۹ باب ۵۲ ح ۲، ۴۰، ۴۶، ۵۳ و ۵۴ و ج ۹۸ ص ۲۹۸ باب ۴ ح ا و ۶ ط جدید تہران، امالی (شیخ صدوق) ص ۱۱۱، الخصال (شیخ صدوق) ص ۲۴۰ وثواب الاعمال (شیخ صدوق) ص ۴۷۔ البتہ ''عید غدیر'' شیعیان اہلبیتؑ سے اختصاص نہیں رکھتا بلکہ اکثر مسلمان ''روز غدیر'' کو عید مناتے تھے، جیسا کہ الغدیر (علامہ امینی) ج ا ص ۲۶۷ میں نقل کیا ہے از الآثار الباقیہ فی القرون الخالیہ (بیرونی) ص ۳۳۴، مطالب السوٴل (ابن طلحہ شافعی) ج ا ص ۴۴ ط نجف، وفیات الاعیان (ابن خلکان) ج ا ص ۶۰ در ترجمہ المستعلی بن المستنصر و ج ۲ ص ۲۲۳ در ترجمہ وشرح حال المستنصر باللہ العبیدی۔

شیعہ اس دن مسجدوں میں عبادت کرتے ہیں۔ کلام مجید کی زیادہ تلاوت کرتے ہیں اور ماثور دعائیں پڑھتے ہیں۔ خداوند عالم کا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے آج کے دن امیر المومنین علیہ السلام کو امام بنا کر دین کو کامل اور اپنی نعمت کو تمام کیا۔ پھر ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔ اظہار خوشی و مسرّت کرتے ہیں۔ خدا کی خوشنودی کے لیے لوگوں کے ساتھ نیکی و احسان کرتے ہیں۔ اپنے رشتہ داروں، ہمسایوں کی خوشی کے اسباب فراہم کرتے ہیں۔

نیز اسی تاریخ میں ہر سال شیعہ مزار اقدس امیر المومنین علیہ السلام کی زیارت کا شرف حاصل کرتے ہیں۔ شیعیانِ امیر المومنین علیہ السلام ہر خطہ زمین سے لاکھوں کی تعداد میں روضہ اقدس پر جمع ہوتے ہیں تا کہ اس دن وہ بھی خدا کی اسی طرح عبادت کریں جس طرح ان کے ائمہ معصومین علیہم السلام (آج کے دن) کیا کرتے تھے۔ روزہ رکھ کر، نمازیں پڑھ کے، خداوند عالم سے توبہ استغفار کر کے اور تقرب وخوشنودیٔ الٰہی کے لیے نیکیاں کر کے صدقہ و خیرات دیکر اس وقت تک ضریح سے نہیں جاتے جب تک ضریح مبارک سے چمٹ کر ائمہ طاہرین سے منقول زیارتیں نہ پڑھ لیں۔

جو امیر المومنین کے مدارج عالیہ، مخصوص اور گرانقدر فضائل و محامد، دین اسلام کی بنیاد کو مضبوط و استوار کرنے کے لیے آپ کی محنت و مشقت، حضرت سرور کائنات کی خدمت نیز آپ کے اور خصوصیات و فضائل جس میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنا جانشین بنایا اور یوم غدیر آپ کی خلافت کا اعلان فرمایا۔

ان سب باتوں کی گواہی دیتے ہیں۔ شیعہ ہر سال ایسا کرتے ہیں، ان کا وطیرہ بن چکا ہے۔ شیعوں کے خطباء و مقررین کا دستور ہے کہ وہ ہر شہر میں، ہر مقام پر، اپنی تقریر و تحریر میں حدیث غدیر کو بہترین اسلوب اور بہت ہی عمدہ پیرایہ میں بیان کرتے ہیں ان کی کوئی تقریر حدیث غدیر کے تذکرہ سے خالی نہیں ہوتی۔ اسی طرح قدیم شعراء اور نئے دور کے شعراء کی بھی ہمیشہ یہ عادت رہی کہ وہ اپنے قصائد میں واقعہ غدیر کو نظم کرتے آئے ہیں۔

لہذا احادیث غدیر کے بطریق اہل بیت علیہم السلام وشیعیان اہلبیت علیہم السلام متواتر ہونے میں تو کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ انھوں نے اس حدیث کو بعینہ اس کے الفاظ میں محفوظ رکھنے میں جتنی احتیاط کی اوراس کے تحفظ وانضباط نشرواشاعت میں جتنی کدوکاوش سے کام لیا وہ انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی تھی۔

آپ کتب اربعہ اور دیگر شیعہ کتب احادیث ملاحظہ فرمائیں۔ان میں یہ حدیث بے شمار طرق و اسناد سے مروی ہے جس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اگر اس کی زحمت گوارا فرمائیں تو شیعوں کے نزدیک اس حدیث کا متواتر ہونا روز روشن کی طرح واضح ہوجائے گا۔

(۸) بلکہ بلحاظ اصول فطرت اہل سنت حضرات کے یہاں بھی اس حدیث کے متواتر ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (۲۲۸)

جی ہاں!

اصول فطرت کے مطابق جیسا کہ عرض کیا ہے کہ خدا کی خلقت اور آفرینش میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے۔دین تو محکم ہے لیکن اکثر لوگ آگاہ نہیں ہیں۔

صاحب فتاوای حامد (یہ انتہائی متعصب شخص ہے مگر اس) نے بھی اپنی کتاب (**الصلوات الفاخرة فی الاحادیث المتواترة**) میں اس حدیث کے متواتر ہونے کا صاف صاف اقرار کیا ہے۔

علامہ سیوطی کے علاوہ ان جیسے دیگر حافظان حدیث نے بھی اس حدیث کے تواتر کی تصریح کی ہے۔

علامہ جریر طبری جن کی تاریخ اور تفسیر کی مشہور کتابیں ہیں اور احمد بن محمد ابن سعید بن عقدہ اور محمد

---

(۲۲۸) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۲۱۳۔

بن احمد بن عثمان ذہبی نے تو اس حدیث کو اتنا اہم سمجھا کہ حدیث غدیر کے متعلق مستقل کتابیں لکھیں اور ان تمام طریقوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی جن طریقوں سے یہ حدیث مروی ہے۔(۲۲۹)

علامہ طبری نے اپنی کتاب میں پچھتر ۷۵ طریقوں سے اور ابن عقدہ نے اپنی کتاب میں ایک سو پانچ طریقوں سے اس حدیث کو لکھا ہے۔

علامہ ذہبی جیسے شدید متعصب شخص نے بھی اکثر و بیشتر طرق کو صحیح قرار دیا ہے۔

غایۃ المرام کے سولہویں باب میں ۸۹ حدیثیں بطریق اہل سنت مذکور ہیں جس میں واقعہ غدیر کا ذکر ہے۔

اور علامہ سیوطی نے اس حدیث کو اپنی کتاب تاریخ الخلفاء میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے حالات کے ضمن میں جناب ترمذی سے نقل کیا ہے۔اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:

اس حدیث کو امام احمد نے حضرت علی علیہ السلام، حضرت ابو ایوب انصاری، حضرت زید بن ارقم، حضرت عمر اور حضرت ذی مر سے روایت کیا ہے۔اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:ابو یعلی نے ابو ہریرہ سے اور طبرانی نے ابن عمر، مالک بن حویرث، حبشی بن جنادۃ، جریر، سعد بن ابی وقاص، ابو سعید خدری اور انس سے روایت کیا۔اس کے بعد لکھتے ہیں کہ:بزار نے حضرت ابن عباس، حضرت عمارہ اور حضرت

---

(۲۲۹)''حدیث غدیر'' کے متعلق شیعہ اور اہل سنت نے سینکڑوں مستقل کتابیں لکھیں ہیں اور اسکے صحتِ صُدور اور تواتر کا اثبات کیا۔مزید معلومات کے لئے رجوع کریں الغدیر (علامہ امینی) ج۱ص۱۵۲ط بیروت، عبقات الانوار (میر حامد حسین موسوی ہندی)، حدیث الغدیر، ج۶ ص۵۶۔۱۰۸ط قم، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص۶۰ ط الحیدریہ، الفہرست (نجاشی) ص۶۹ ط بمبئی، المراجعات (علامہ سید شرف الدین) نیز حاشیہ نمبر۶۴۱ با تحقیق و تعلیق حسین راضی وفی رحاب الغدیر (مروج خراسانی) فصل ۱۱۔

بریدہ سے روایت کیا۔(۲۳۰)

اس حدیث کے بہت زیادہ معروف ومشہور ہونے پر دوسری ادلّہ کے علاوہ ایک وہ روایت بھی ہے جو امام احمد نے اپنی مسند میں ریاح بن حارث سے دو طریقوں سے روایت کی ہے۔ ریاح کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں آئی اور یہ کہہ کر سلام کیا کہ سلام ہو آپ پر اے ہمارے آقا و مولیٰ!

امیر المومنین علیہ السلام نے پوچھا: آپ لوگ کون ہیں؟

انھوں نے جواب دیا: یا امیر المومنین علیہ السلام ہم آپ کے موالی ہیں۔

آپ نے فرمایا: میں تمھارا مولیٰ کیسے ہوا؟ حالانکہ تم قوم عرب ہو۔

انھوں نے کہا: ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غدیر خم میں کہتے سنا کہ

مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَهَذَا عَلِيّ مَوْلَاهُ.

میں جس کا مولیٰ ہوں علی اس کے مولیٰ ہیں۔

ریاح کہتے ہیں کہ جب وہ چلنے لگے تو میں بھی پیچھے پیچھے چلا۔ میں نے ان کے متعلق دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ چند انصار تھے جن میں ابو ایوب انصاری بھی تھے۔(۲۳۱)

---

(۲۳۰) حدیث غدیر کو ۱۱۰ افراد اصحاب میں سے (جبکہ سید بن طاووس ''کتاب الطرائف'' میں ابن عقدہ سے ''کتاب الولایۃ'' کے مطابق ۱۱۶ افراد) ۸۴ افراد از تابعین، و ۳۶۰ افراد از بزرگان علماء اہل سنت نے ۱۴ صدیوں میں اسکی روایت کی ہے ان کی وضاحت کے لئے الغدیر (علامہ امینی) کو ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۳۱) رجوع کریں مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۴۱۹، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۳۴ ط اسلامبول و ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۲۲ ح ۵۲۰، و احقاق الحق (علامہ تستری) ج ۶ ص ۳۲۶ از مناقب (احمد بن حنبل) مخطوط، البدایۃ والنہایہ (ابن کثیر) ج ۵ ص ۲۱۳ و ج ۷ ص ۳۴۷ ط مصر و ارجح المطالب (عبید اللہ آمر تسری حنفی) ص ۵۷۷ ط لاہور۔

ان ادلہ کے علاوہ جو اس حدیث غدیر کے تواتر پر دال ہیں ایک وہ حدیث بھی ہے جو اسحاق ثعلبی نے اپنی تفسیر میں بسلسلہ تفسیر سورۂ معارج دو معتبر سندوں سے ذکر کی ہے کہ:

حضرت رسول اللہؐ نے غدیر خم کے دن لوگوں کو جمع کیا جب سب اکٹھے ہو گئے تو آپ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرمایا:

جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے علی علیہ السلام مولیٰ ہیں۔

یہ بات ہر طرف مشہور ہو گئی اور ہر شہر میں اس واقعہ کی خبر پہنچی۔ حارث بن نعمان فہری کو بھی معلوم ہوئی۔ وہ یہ سن کر ایک ناقہ پر سوار ہو کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچا۔ ناقہ کو بٹھا کر اترا اور کہا: یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے ہم کو حکم دیا کہ خدا کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی دیں ہم نے آپ کے اس حکم کو مانا۔

آپ نے حکم دیا کہ پانچ وقت نماز پڑھیں۔ ہم نے اسے بھی قبول کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ہم زکوٰۃ دیں۔ ہم نے اس حکم کی بھی تعمیل کی۔ آپ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا، ہم نے قبول کیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ہم حج کریں۔ ہم نے حج بھی کیا ہم نے اتنی باتیں آپ کی مانیں اور آپ اس پر بھی راضی نہ ہوئے اور آپ نے یہ کیا کہ اپنے چچازاد بھائی علی علیہ السلام کی آستین پکڑ کر ان کو کھڑا کیا ان کو ہم لوگوں پر فضیلت دی اور ان کے متعلق فرمایا کہ جس کا میں مولیٰ ہوں اس کے یہ علی مولیٰ ہیں۔ یہ بات آپ کی جانب سے تھی یا خدا کی جانب سے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ یہ بات خدا کی جانب سے تھی اور خدا کے حکم سے میں نے ایسا کیا۔ یہ سُن کر حارث یہ کہتے ہوئے اپنی سواری کی طرف بڑھا اور کہا پروردگارا! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہہ رہے ہیں اگر سچ ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا، یا دردناک عذاب بھیج۔

وہ ابھی اپنی سواری تک پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ خداوند عالم نے اسے اپنے عذاب میں مبتلا کیا۔

آسمان سے ایک پتھر اس کی کھوپڑی پر گرا جو سر کو توڑتا ہوا اسفل سے نکل گیا اور اس نے اسی جگہ جان دے دی اور اس واقعہ کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی:

سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ لِلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ . مِنَ اللّٰهِ ذِی الْمَعَارِجِ.

سائل نے عذاب چاہا جسے کافر دور کرنے پر قادر نہیں ہیں .اس نے خدائے برتر سے یہ عذاب مانگا تھا.

بالکل انہی الفاظ میں بہت سے علمائے اہلسنت نے اس حدیث کو مسلّمات سے شمار کیا ہے۔(۲۳۲)

---

(۲۳۲) رجوع کریں نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص۹۳، نور الابصار (شبلنجی) ص۷۱ ط العثمانیہ، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص۳۰، الفصول المہمہ (ابن صباغ مالکی) ص۲۵، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص۲۷۴ ط اسلامبول والسیرۃ الحلبیہ (برہان الدین حلبی شافعی) ج۳ ص۲۷۴ ط البہیہ مصر۔ نیز حاشیہ نمبر۲۷۴ ملاحظہ فرمائیں۔

متلاشی

اہلسنت کی طرف سے حدیثِ غدیر کی تاویل کا ذکراوراس کے جواب کی خواہش۔

لفظ مولیٰ خود قرآن میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ کبھی تو اولیٰ کے معنوں میں جیسے خداوند عالم کا یہ قول جسے کفار سے خطاب کر کے فرمایا۔

مَأوَاکُمُ النَّارُ هِیَ مَولَاکُم.

تمھارا ٹھکانا جہنم ہے اور وہی تمھارا مولیٰ ہے۔ (۲۳۳)

اور کبھی ناصر کے معنوں میں جیسے ارشاد خداوند عالم ہے:

ذَلِکَ بِانَّ اللهَ مَولَی الَّذِینَ آمَنُوا وَأَنَّ الکَافِرِینَ لَامَولٰی لَهُمْ.

یہ اس خاطر ہے کہ خدا ایمان لانے والوں کا مددگار ہے مگر کافروں کا کوئی مددگار نہیں۔ (۲۳۴)

اور کبھی وارث کے معنوں میں جیسے خداوند عالم کا قول ہے۔

---

(۲۳۳) سورہ حدید (۵۷) آیہ ۱۵۔

(۲۳۴) سورہ محمد (ص) (۴۷) آیہ ۱۱۔

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الوَالِدانِ وَالاَقْرَبُونَ.

ہم نے ہر ایک کے لیے وارث قرار دیے ہیں جو ماں باپ اور اقرباء چھوڑ جاتے ہیں.(۲۳۵) یعنی موالی بمعنی وارث ہے۔

اور جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت زکریاؑ کا قول ہے:

وَانِّي خِفْتُ المَوالِيَ مَنْ وَرَائِی.

میں اپنے بعد کے وارثوں سے ڈرتا ہوں۔(۲۳۶)

کبھی دوست کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسے قول باری تعالیٰ ہے:

يَوْمَ لاَيُغْنِي مَولیً عَنْ مَولیً شَيئاً.

یاد کرو اس دن کو جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئے گا۔(۲۳۷)

اسی طرح لفظ ولی اولیٰ بالتصرف کے معنوں میں آتا ہے جیسے ہم لوگوں کا قول کہ فلاں، فلاں کا ولی ہے۔

کبھی ناصر اور محبوب کے معنوں میں بھی استعمال ہوا ہے اور حضرات اہلسنت کہتے ہیں کہ غالباً اس حدیث کے معنی یہ ہیں (۲۳۸) کہ میں جس کا مددگار ہوں یا دوست ہوں یا حبیب ہوں حضرت علیؑ اس کے مددگار ہیں یا دوست ہیں یا حبیب ہیں۔ اسکا کیا جواب ہے، مہربانی سے بیان فرمایئے۔

---

(۲۳۵) سورہ نساء (۴) آیہ ۳۳۔

(۲۳۶) سورہ مریم (۱۹) آیہ ۵۔

(۲۳۷) سورہ دخان (۴۴) آیہ ۴۱۔

(۲۳۸) یعنی جملہ "مَنْ كُنْتُ مَوْلاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلاهُ" یا "مَنْ كُنْتُ وَلِيَّهُ فهذا وَلِيُّهُ" اور انکی مثل۔

حق شناس

(۱) حدیثِ غدیر کی تاویل کا امکان نہیں ہے۔
(۲) نص وراثت کی طرف اشارہ۔

(۱) مجھے یقین ہے کہ آپ نے جو کچھ فرمایا اس سے خود بھی مطمئن نہیں اور نہ ہی اس طرف آپ کا میلان ہے، آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حکمتِ بالغہ، شانِ عصمت اور حیثیت خاتمیت کا پورا پورا اندازہ ہے کہ حضرت ختمی مرتبت تمام اہل حکمت کے سید و سردار اور تمام نبیوں کے خاتم تھے۔ آپ بخوبی آگاہ ہیں کہ

مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰیۙ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰیۙ عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰیۙ

وہ اپنی خواہش نفسانی سے کبھی تکلم نہ فرماتے تھے۔ جو کچھ فرماتے وہ وحیِ ربانی کی ترجمانی ہوتی تھی۔ خداوند عالم نے آپ کو تعلیم دے کر دنیا میں بھیجا تھا۔ (۲۳۹)

سوچیے اگر غیر مسلم فلسفی آپ سے واقعۂ غدیر کے متعلق پوچھے اور کہے کہ آخر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

---

(۲۳۹) سورہ نجم (۵۳) آیات ۳۔۵۔

ان لاکھوں مسلمانوں کو غدیر خم میں پہنچ کر سفر جاری رکھنے سے کیوں روک دیا۔ کس لیے ان کو چلچلاتی دوپہر میں تپتی زمین پر ٹھہرایا اور یہ اتنا اہتمام کس مقصد کے لئے تھا کہ جو آگے بڑھ گئے تھے ان کو واپس بلایا اور جو پیچھے رہ گئے تھے ان کا انتظار کیا۔

آخر یہ کس لیے چٹیل میدان میں انھیں رکنے پر مجبور کیا۔ جہاں پانی تھا نہ سبزہ، پتھریلی زمین تھی۔ ٹھیک ایسی جگہ پہنچ کر جہاں راہیں بدلتی تھیں، لوگ جدا ہونے والے تھے۔ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا تا کہ حاضرین غیر حاضر اشخاص کو پہنچا دیں اور آخر یہ کون سی ضرورت آپڑی تھی کہ آپ نے سلسلہ تقریر میں اپنے وقت رحلت قریب ہونے کی خبر دی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

قریب ہے کہ میرے پروردگار کا مجھے بلاوا آپہنچے اور مجھے وہاں جانا پڑے۔ وہاں مجھ سے بھی سوال کیا جائے گا اور تم سے بھی باز پرس ہوگی۔

وہ کون سی بات تھی جس کے متعلق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا جانے والا تھا کہ آپ نے اسے پہنچایا یا نہیں اور امت سے باز پرس کی جانے والی تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس بات میں اطاعت کی گئی یا نہیں؟

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ سوال کرنے کی وجہ کیا تھی کہ کیا تم لوگ گواہی نہیں دیتے کہ بس معبود حقیقی وہی خداوند عالم ہے اور محمدؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں اور جنت حق ہے، جہنم حق ہے، موت برحق ہے اور موت کے بعد دوبارہ زندہ ہونا حق ہے۔ قیامت آنے والی ہے اس کے متعلق کوئی شبہ نہیں اور خداوند عالم قبروں کے تمام مردوں کو زندہ کرے گا۔

لوگوں نے کہا:

بے شک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم اس کی گواہی دیتے ہیں اور یہ آخر کس لیے رسولؐ نے فوراً علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور اتنا اونچا کیا کہ سپیدیٔ بغل نمایاں ہوئی اور ارشاد فرمایا:

اے لوگو! خداوند عالم میرا مولیٰ ہے اور میں مومنین کا مولیٰ ہوں اور آپ نے اپنے اس جملہ کی کہ

میں مومنین کا مولیٰ ہوں، یہ تشریح کیوں فرمائی کہ میں ان پر ان کے نفوس سے زیادہ تصرف واقتدار رکھتا ہوں۔

اور یہ تفسیر فرمانے کے بعد آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ:

جس کا میں مولیٰ ہوں یہ علی علیہ السلام اس کے مولیٰ ہیں یا جس کا میں ولی ہوں علی علیہ السلام اس کے ولی ہیں خداوندا تو دوست رکھ اس کو جو علی کو دوست رکھے اور دشمن رکھ اس کو جو علی علیہ السلام کو دشمن رکھے۔ مدد کر اس کی جو علی علیہ السلام کی مدد کرے اور اس کی نصرت نہ کر اس کی جو علی علیہ السلام کی مدد سے گریز کرے۔

یہ آخر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کے لیے خصوصیت سے ایسی دعا کیوں فرمائی جو صرف ائمہ برحق اور سچے خلفاء کے لائق وسزاوار ہے اور یہ کیوں آپ نے مجمع سے یہ کہہ کر پہلے گواہی لے لی تھی کہ: کیا میں تمھارے نفوس پر تم سے زیادہ اختیار نہیں رکھتا؟ لوگوں نے کہا: بے شک، تو یہ گواہی لے لینے کے بعد آپ نے فرمایا: کہ میں جس کا مولیٰ ہوں یہ علی علیہ السلام اس کے مولیٰ ہیں یا جس کا میں مولیٰ ہوں یہ علی علیہ السلام اس کے مولیٰ ہیں۔

اور آخر کس وجہ سے آپ نے اہل بیت علیہم السلام اور کتاب الٰہی کو ہم پلہ قرار دیا؟ اور صاحب عقل وفہم کے لیے روز قیامت تک انھیں مبتدا اور پیشوا کیوں فرمایا؟ کس چیز کے لیے حکیم اسلام اتنا زبردست اہتمام فرما رہے تھے وہ کون سی مہم تھی جس کے لیے اتنی پیش بندی کی ضرورت لاحق ہوئی، وہ کون سی غرض تھی جس کی تکمیل آپ لوگوں کے بھرے مجمع میں مدنظر تھی۔ وہ بات کیا تھی جس کے پہنچانے کا خداوند عالم کی جانب سے اتنا تاکیدی حکم ہوا اور آیت اتری کہ:

يَا اَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْکَ مِن رَبِّکَ وَاِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ.

اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پیغام کو پہنچا دو جو تمھارے پروردگار کی جانب سے نازل ہوا ہے اگر تم نے ایسا نہ کیا تو گویا کار رسالت ہی انجام نہ

دیا۔(۲۴۰)

خدا کو اتنی شدید تاکید اور دھمکی سے ملتا جلتا حکم دینے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟ وہ بات کیا تھی جس کے پہنچانے میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ڈر رہے تھے کہ کہیں فتنہ نہ کھڑا ہو جائے اور اس کے بیان کرنے میں منافقین کی ایذا رسانیوں سے بچنے کے لیے خدا کی حفاظت وحمایت کی ضرورت محسوس کر رہے تھے۔

اگر بیگانہ فلاسفہ آپ سے یہ سوالات کریں تو کیا آپ اتنی عقل اور سمجھ رکھتے ہوئے یہی جواب دیں گے کہ ان تمام باتوں سے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غرض صرف یہ ظاہر کرنا تھا کہ علی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں کے مددگار اور دوست ہیں۔ میرا تو یہی خیال ہے کہ آپ یہ جواب دینا کبھی بھی پسند نہ کریں گے۔ مجھے وہم وگمان بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ اس قسم کی باتیں اس حکیم مطلق، رب الارباب کے لیے جائز سمجھیں گے۔ نہ ہی حکیم اسلام خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے۔

آپ سے بہت بعید ہے کہ آپ رسولؑ کے لیے یہ جائز ومناسب قرار دیں کہ وہ اپنی تمام تر صلاحیتیں اور پوری پوری کوشش ایسی چیز واضح کرنے میں صرف کر دیں جو خود روشن اور واضح ہو۔ جس کی وضاحت کی کوئی ضرورت ہی نہ ہو یا ایسے عمل کی وضاحت فرمائیں جسے وجدان وعقل سلیم واضح سمجھیں۔ مجھے تو کوئی شک نہیں کہ آپ یقیناً پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال کو اس سے بلند وبرتر سمجھتے ہوں گے کہ ارباب عقل اس کو معیوب سمجھیں یا فلاسفہ وصاحبان حکمت نکتہ چینی کریں۔

کوئی شبہ نہیں کہ آپ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وفعل کی قدر ومنزلت سے واقف ہیں۔ آپ معرفت رکھتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے افعال واقوال کس قدر حکمت سے لبریز اور شان عصمت کے حامل ہوتے ہیں۔

---

(۲۴۰) حاشیہ نمبر ۲۱۶ کی طرف رجوع کریں۔

خداوند عالم جس کے متعلق فرمائے:

اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِى قُوَّةٍ عِنْدَ ذِى الْعَرْشِ مَكِينٍ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ وَ مَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ.

بے شک یہ قرآن ایک معزز فرشتہ جبرئیل کی زبان کا پیغام ہے جو بڑا قوی، عرش کے مالک کی بارگاہ میں بلند رتبہ رکھتا ہے۔ سب فرشتوں کا سردار، امانتدار ہے اور مکہ والو تمھارے ساتھی محمدؐ دیوانے نہیں ہیں۔(۲۴۱)

آیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو متہم کیا جا سکتا ہے کہ وہ واضح باتوں کی وضاحت اور بدیہی چیزوں کے بیان کرنے کے لیے اتنا اہتمام کریں اور ان اظہر من الشّمس چیزوں کو واضح کرنے کے لیے ایسا ساز و سامان فراہم کریں۔

ایسی بے تکی و بے ربط پیش بندیاں کریں۔ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ان مہملات سے پاک وصاف اور بزرگ و برتر ہے۔

(خدا حق کی آپکے ذریعے مدد و نصرت فرمائے) آپ یقیناً یہ جانتے ہوں گے کہ اس چلچلاتی دوپہر میں، اس موقع ومحل کے مناسب اور غدیر کے دن کے افعال واقوال کے لائق وسزاوار یہی بات تھی کہ آپ اپنی ذمہ داری پوری کر دیں اور اپنے بعد کے لیے جانشین معین فرمائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انداز گفتگو جچے تلے الفاظ، واضح عبارت بھی یہی کہتی ہے اور عقلی دلیلوں سے بھی اسی بات کا قطع ویقین ہوتا ہے کہ آنحضرت کا مقصد اس دن یہی تھا کہ حضرت علیؑ کو اپنا ولیعہد اور اپنے بعد جانشین وقائم مقام کر جائیں۔

---

(۲۴۱) سورہ تکویر (۸۱) آیات ۱۹۔۲۲۔

لہٰذا یہ حدیث ان تمام قرائن کے ساتھ جسے الفاظ حدیث اپنے دامن میں لیے ہوئے ہیں، امیر المومنین کی خلافت وامامت کے متعلق صریح اور واضح نص ہے۔ جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں اور نہ اس معنی کو چھوڑ کر دوسرے معنی مراد لینے کی گنجائش نکلتی ہے۔ یہ تو ایسی واضح چیز ہے کہ کسی دلیل کی ضرورت ہی نہیں بشرطیکہ انسان چشم اور گوش شنوا رکھتا ہو۔ بہرحال الفاظ حدیث سے وہی باتیں ذہن میں آتی ہیں جو ہم نے بیان کیں۔ (۲۴۲)

لہٰذا حدیث کے بیان کا کوئی سبب بھی ہو الفاظ سے جو معنی فوراً ذہن میں آتے ہیں وہی مراد ہوں گے اور اسباب پر اعتنا نہ کی جائے گی۔

اس حدیث غدیر میں اہل بیت علیہم السلام کا جو ذکر ہوا تو یہ ہمارے ہی بیان کیے ہوئے معنی کا مؤید ہے۔ ہم نے جو کچھ سمجھا ہے اسی کی تائید ہوتی ہے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں اہل بیت علیہم السلام کو قرآن مجید کا ہم پلہ قرار دیا ہے اور ارباب عقل کے لیے نمونہ ہدایت فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم مضبوطی سے تھامے رکھو تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ ایک کتاب خدا، دوسرے عترت واہل بیت علیہم السلام۔ (۲۴۳)

آپ نے ایسا اس لیے کیا اور اس وجہ سے فرمایا کہ امّت والے جان لیں، سمجھ لیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہونے کے بعد بس ان ہی دو چیزوں کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے، یہی دونوں بھروسہ کے لائق ہیں۔ ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی اطاعت واتباع واجب ولازم ہونے کا آپ اسی سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں کتاب خدا کے برابر قرار دیا ہے۔ کتاب خدا جس کے پاس باطل کا گزر تک نہیں اس کا ہم پلہ انھیں فرمایا ہے لہٰذا جس طرح کتابِ الٰہی کو چھوڑ کر کسی دوسری

---

(۲۴۲) خصوصاً ''قرائن عقلی ونقلی'' جنکی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔

(۲۴۳) حاشیہ نمبر ۲، ۳ و ۴ کی طرف رجوع کریں۔

کتاب کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں ہوسکتا۔

بالکل اسی طرح ائمہ اہلبیت علیہم السلام کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں (۲۴۴) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمانا کہ یہ دونوں کبھی ختم نہ ہوں گے یا کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں۔ (۲۴۵) اور واضح دلیل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد زمین ان ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے خالی نہیں ہوسکتی۔ ان میں کوئی نہ کوئی فرد ہر زمانہ اور ہر وقت ضرور موجود رہے گا جو کتاب الٰہی کے ہم پلّہ ہوگا۔

اگر آپ اس حدیث پر اچھی طرح غور و تدبّر فرمائیں تو یہ حقیقت آپ پر منکشف ہوگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ارشاد فرما کر خلافت کو ائمہ طاہرین ہی میں منحصر کر دیا ہے۔ ان کے علاوہ گنجائش ہی نہیں نکلتی۔ اس کی تائید اس حدیث سے بھی ہو رہی ہے جسے امام احمد نے اپنی مسند میں زید بن ثابت سے روایت کی ہے۔

زید بن ثابت کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> **اَنّی تارِک فِیکُم خلیفتَین : کِتَابَ اللّٰہِ حَبْل مَمْدُود مِن السَّماءِ اِلی الاَرضِ وَعِترَتِی اَھلَ بَیتِی فَاِنَّھُما لَن یَفتَرِقا حَتّی یَرِدَا عَلَیَّ الحَوضَ.**
>
> میں تم میں اپنے دو جانشین چھوڑے جاتا ہوں کتاب خدا جو ایک رسی ہے جس کا سلسلہ آسمان سے زمین تک ہے دوسرے میری عترت و اہلبیت علیہم السلام یہ حوض کوثر پر میرے پاس آنے تک ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ

---

(۲۴۴) حاشیہ نمبر ۲، ۳ و ۴ کو ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۴۵) حاشیہ نمبر ۳ و ۴ کی طرف رجوع کریں۔

ہونگے۔(۲۴۶)

یہ بذات خود ائمہ اطہار علیہم السلام کی امامت پر نص ہے۔ آپ بے خبر نہ ہوں گے کہ عترت کی اتباع کو واجب ولازم کرنا بعینہ امیر المومنین علیہ السلام کی اطاعت واتباع کو واجب کرنا ہے۔ اس لیے کہ آپ راس و رئیس اہلبیت علیہم السلام تھے لہٰذا حدیث غدیر ہو یا اس جیسی دیگر حدیثیں سب کی سب حضرت علی علیہ السلام ہی کی امامت وخلافت کی نصوص صریحہ ہیں۔ سب سے آپ ہی کی امامت ثابت ہوتی ہے۔

وہ اہلبیت علیہم السلام جن کی منزلت خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک کلام الٰہی جیسی تھی اور جو روایتیں خود امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان سے (آپ کی گراں قدر شخصیت اور جلالت وعظمت کے ساتھ ساتھ) آپ کی امامت ثابت ہوتی ہے اور یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ ہر اس شخص کے ولی تھے جس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ولی تھے۔

(۲) ان قعطی دلیلوں کے علاوہ آپ کیلئے نص وراثت ہی کافی ہے کیونکہ یہ تنہا حجت بالغہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

---

(۲۴۶) رجوع کریں مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۱۲۲، ۱۸۲ و ۱۸۹ ط المیمنیہ مصر، الدر المنثور (سیوطی شافعی) ج ۲ ص ۶۰، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۳۸ ط اسلامبول و مجمع الزوائد (ہیثمی شافعی) ج ۹ ص ۱۶۲۔ نیز حاشیہ نمبر ۴ ملاحظہ فرمائیں۔

متلاشی

(۱) حدیثِ غدیر اور اس میں تاویل کا امکان نہ ہونا قبول ہے۔

(۲) اہلسنت طریق سے حدیث وراثت بیان کرنے کی درخواست۔

(۱) آپ جیسے نرم لب ولہجہ میں اپنا مطلب بیان کرنے والا میں نے کسی کو نہیں پایا اور نہ ہی میں نے آپ جیسا زور استدلال کسی میں دیکھا ہے۔ آپ نے جن قرائن کا ذکر کیا ان پر غور کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے وہی ٹھیک ہے۔ شک وشبہات کے بادل چھٹ گئے اور یقین کے چہرے سے شکوک کے پردے اُٹھ گئے۔ اب کوئی تردّد باقی نہیں رہا یقیناً حدیث غدیر میں لفظ ولی ومولیٰ سے مراد اولیٰ بالتصرف ہے، نہ کہ کچھ اور کیونکہ اگر اس لفظ سے ناصر یا محبّ و غیرہ مقصود ہوتے تو پھر حارث کو عذاب کا سوال کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی لہٰذا لفظ مولیٰ کے متعلق آپ کی جو رائے ہے وہی پایۂ تحقیق کو پہنچی ہوئی اور درست ہے، اس میں تأویل کا امکان نہیں ہے۔

(۲) اب ہماری یہ خواہش ہے کہ حدیث وراثت کو بطریق اہل سنت تحریر فرمایئے تاکہ ہم اس میں بھی تدبر کر سکیں۔

حق شناس

علیؑ، وارث پیغمبرؐ ہیں۔

کوئی شبہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام کو اپنے علم و حکمت کا اسی طرح وارث بنایا جس طرح دیگر انبیاء کرام نے اپنے اوصیاء کو بنایا تھا۔ چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

أَنَا مَدِينَةُ العِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا، فَمَنْ أَرَادَ العِلْمَ فَلْيَأْتِ البَابَ.

میں شہر علم ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ۔ جو علم کا طلبگار ہو وہ دروازے سے آئے۔(۲۴۷)

حضرت نے یہ بھی فرمایا۔

أَنَا دَارُ الحِكْمَةِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا.

میں حکمت کا گھر ہوں اور علی علیہ السلام اس کا دروازہ ہیں۔(۲۴۸)

نیز فرمایا۔ عَلِيٌّ بَابُ عِلْمِي وَمُبِينٌ مِنْ بَعْدِي لأُمَّتِي مَا أَرسَلتُ بِهِ، حُبُّهُ إِيمَانٌ وَبُغْضُهُ نِفَاقٌ.

---

(۲۴۷) حاشیہ نمبر ۱۴۶ کی طرف رجوع کریں۔

(۲۴۸) حاشیہ نمبر ۱۴۷ کی طرف رجوع کریں۔

علی میرے علم کا دروازہ ہیں اور میں جن چیزوں کو لے کر مبعوث ہوا، میرے بعد میری امت سے ان چیزوں کو علی علیہ السلام ہی بیان کریں گے، ان کی محبت ایمان اوران کی دشمنی نفاق ہے۔(۲۴۹)

زید بن ابی اوفی کی حدیث ہے کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

وَ أَنْتَ أَخِي وَ وَارِثِي،قَالَ : وَمَا أَرِثُ مِنکَ؟ قَالَ : مَاوَرَّثَ الاَنبِیاءَ مِن قَبلِي.

تم میرے بھائی ہو،تم میرے وارث ہو۔امیر المومنین علیہ السلام نے پوچھا: میں آپ کی کس چیز کا وارث ہوں؟ فرمایا: مجھ سے پیشتر کے انبیاء نے اپنے اوصیاء کو جن چیزوں کا وارث بنایا انھیں چیزوں کے تم بھی وارث ہو۔(۲۵۰)

بریدہ کی حدیث میں صاف صاف تصریح ہے کہ وارث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام ہی ہیں۔(۲۵۱)

دعوت عشیرہ کے موقع پر حدیث دار کے عنوان سے جو کچھ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا اسی پر غور کیجیے وہی آپ کی تسلی کے لیے کافی ہوگا۔(۲۵۲)

---

(۲۴۹) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۱۵۶ ط ا و کشف الخفاء (......) ج ا ص ۲۰۴۔ نیز حاشیہ نمبر ۱۴۸ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۵۰) رجوع کریں الریاض النضر ہ (محب الدین طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۳۴ ط ۲۔ نیز حاشیہ نمبر ۱۱۰ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۵۱) حاشیہ نمبر ۲۶۲ کی طرف رجوع کریں۔

(۲۵۲) حاشیہ نمبر ۹۱ کی طرف رجوع کریں۔

اسی وجہ سے حضرت علی علیہ السلام حضرت رسول کی زندگی میں فرمایا کرتے تھے کہ:

خدا کی قسم میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھائی ہوں، ان کا ولیعہد ہوں، ان کے چچا کا بیٹا ہوں، ان کے علم کا وارث ہوں۔ لہٰذا مجھ سے زیادہ حقدار کون ہوسکتا ہے؟ (۲۵۳)

ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث کیونکر ہو گئے؟ جبکہ آپ نے اپنے چچا سے تو کوئی ارث نہ پایا آپ نے فرمایا کہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام اولاد عبدالمطلب کو جمع کیا جو گروہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ ان کی دعوت کی سب نے پیٹ بھر کر کھایا اور کھانا اسی طرح بچا رہا جس طرح تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کسی نے کچھ کھایا ہی نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے سے فراغت کے بعد ارشاد فرمایا:

اے فرزندان عبدالمطلب! میں خاص طور پر تمھاری طرف اور عمومی طور پر لوگوں پر مبعوث ہوا ہوں، لہٰذا تم میں کون اس شرط پر میری بیعت کرتا ہے کہ وہ میرا بھائی ہو، میرا ساتھی ہو، میرا وارث بنے کوئی بھی کھڑا نہ ہوا۔ البتہ میں کھڑا ہو گیا اگرچہ میں سب سے چھوٹا تھا۔ حضرت رسولخداؐ نے مجھ سے کہا: تم بیٹھ جاؤ، پھر تین مرتبہ آپ نے اسی بات کو دہرایا اور ہر مرتبہ

---

(۲۵۳) رجوع کریں خصائص امیر المؤمنین (نسائی شافعی) ص ۱۸ ط مصر، فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی (مغربی) ص ۲۱ ط مصر، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۹۷، مجمع الزوائد (ہیثمی شافعی) ج ۹ ص ۱۳۴ (اور اس کو صحیح مانتے ہوئے)، ذخائر العقبی (محب الدین طبری شافعی) ص ۱۰۰، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۱۸۸ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، الریاض النضرہ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۳۰۰، میزان الاعتدال (ذہبی) ج ۳ ص ۲۵۵ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۲۲۴ ح ۱۷۵۔

میں کھڑا ہوتا رہا اور آپ بٹھا دیا کرتے۔ تیسری مرتبہ جب کوئی کھڑا نہ ہوا تو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ پر رکھا۔ اسی وجہ سے میں اپنے چچا کے بیٹے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وارث ہوا اور چچا کا نہ ہوسکا۔ (۲۵۴)

امام حاکم نے مستدرک میں ایک روایت درج کی ہے اور علامہ ذہبی نے بھی تلخیص مستدرک میں اسے نقل کیا ہے اور دونوں کو صحت کا یقین ہے۔ اس حدیث میں ہے کہ قثم بن عباس سے کسی نے پوچھا:

آپ لوگوں کی موجودگی میں حضرت علیؑ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث کیسے بن گئے؟

قثم نے جواب دیا: اس لیے کہ وہ ہم میں سب سے پہلے اسلام لائے اور ہم سے زیادہ رسولؐ سے وابستہ و پیوستہ رہے۔ (۲۵۵)

تمام لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث علی علیہ السلام ہی ہیں۔ عباس یا دیگر بنی ہاشم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث نہیں، یہ حقیقت اتنی آشکارا تھی کہ سب کے سب شک و تردید کے بغیر

---

(۲۵۴) رجوع کریں:

تاریخ (طبری) ج ۲ ص ۳۲۱، خصائص امیر المؤمنین (نسائی شافعی) ص ۱۸ ط مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۲۱۲ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۰۶ ط الحیدریہ و مسند (احمد بن حنبل) ج ۲ ص ۳۵۲ ح ۱۳۷۱ (باسند صحیح) ط دار المعارف، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۴۲ ط المیمنیہ مصر و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۵۴ ح ۴۵۳ ط ۲ حیدر آباد۔

(۲۵۵) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۵ ط حیدر آباد، تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۵ (اور اس کو صحیح مانتے ہوئے)، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۴۲ ط المیمنیہ مصر و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۲۵ ح ۳۶۲ ط ۲۔

اس سے آگاہ تھے لیکن ان لوگوں کو اس کا سبب معلوم نہیں تھا کہ چچا کے ہوتے ہوئے علی علیہ السلام جو چچازاد بھائی تھے وہ کیونکر وارث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گئے۔ جبکہ حضرت چچا عباس وارث نہ ہوئے کوئی اور چچا زاد اور رشتہ دار بھی وارث نہ ہوا۔

اسی وجہ سے ان لوگوں نے کبھی خود حضرت علی علیہ السلام سے اس کی وضاحت چاہی، کبھی قثم سے پوچھا اور ان دونوں بزرگواروں نے جو جواب دیا وہ آپ سُن چکے ہیں۔ ورنہ واقعی وحقیقی جواب تو یہ ہے کہ خداوند عالم نے روئے زمین کے باشندوں پر ایک نظر ڈال کر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتخب کیا اور انھیں خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنایا۔ پھر دوسری مرتبہ زمین پر نگاہ کی اور حضرت علی علیہ السلام کو منتخب کیا اور اپنے رسولؐ پر وحی فرمائی کہ علی علیہ السلام کو اپنا وارث اور وصی مقرر کر دیں۔ (۲۵۶)

امام حاکم مستدرک میں قثم والی حدیث کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

مجھ سے قاضی القضاۃ ابوالحسن محمد بن صالح ہاشمی نے بیان کیا، وہ کہتے تھے کہ میں نے ابوعمرو قاضی سے سنا، انھوں نے اسمٰعیل بن اسحاق قاضی سے سُنا۔ اسمٰعیل بن اسحاق سے قثم بن عباس کے اس قول کا ذکر ہوا تو انھوں نے فرمایا: وارث یا تو نسب کی وجہ سے وارث ہوتا ہے یا ولا کی وجہ سے اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ چچا کی موجودگی میں چچازاد بھائی وارث نہیں ہوسکتا۔

اسمٰعیل بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس اتفاق واجماع سے ظاہر ہوا کہ علی علیہ السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے وارث ہوئے ان کے سوا اور کوئی وارث نہیں ہوا۔ (۲۵۷)

---

(۲۵۶) حاشیہ نمبر ۲۶۵ کی طرف رجوع کریں۔

(۲۵۷) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۵۔

اور یہ کہ علی (علیہ السلام) وارث پیامبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں، رجوع کریں: کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۶۱ ح ۳۰۹ ط ۱، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۸۹ ح ۱۴۱ و ۱۴۸ ط

وراثت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق متواتر حدیثیں موجود ہیں۔(۲۵۸)
خصوصاً بطریق اہلبیت علیہم السلام (۲۵۹) تو بہت ہی زیادہ۔ ہمارے لئے وصایت کے متعلق یہی روشن اور واضح نصوص کافی ہیں۔

بیروت، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص۵۳ و۱۱۴ ط اسلامبول، فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی (مغربی) ص۱۹ ط الاسلامیہ، الریاض النضرہ (محب الدین طبری) ج۲ ص۲۳۴ ط۲ وفرائد السمطین (حموینی) ج۱ ص۳۱۵۔ نیز حاشیہ نمبر۲۶۲ کی طرف رجوع کریں۔

(۲۵۸) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج۳ ص۱۲۵۔ اور یہ کہ علی (علیہ السلام) وارث پیامبر (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) ہیں، رجوع کریں: کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص۲۶۱ ح۳۰۹ ط۱، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج۱ ص۸۹ ح۱۴۱ و۱۴۸ ط

(۲۵۹) رجوع کریں الکافی (ثقۃ الاسلام کلینی) ج۱ ص۲۳۴ ح۳، ۷، ۸ و۹ وص۲۷۹ ح۱ ط جدید تہران، بحار الانوار (علامہ مجلسی) ج۲۲ ص۴۵۶ ح۳۰ و۳۱ ط جدید تہران، علل الشرایع (شیخ صدوق) ص۱۹۶ باب۱۳۳ ح۱ و۲ وص۴۶۹ ح۳۰ ط الحیدریہ و امالی (شیخ الصدوق) ص۱۳، ۳۴، ۱۱۰، ۱۶۲، ۲۷۲، ۲۹۵، ۳۰۹، ۳۲۶، ۳۲۹، ۴۲۷، ۵۲۱ و۵۸۹ ط الحیدریہ۔

متلاشی

نصوصِ وصایت کی درخواست۔

ہم اہل سنت امیر المومنین علیہ السلام کے وصی ہونے کو قبول نہیں کرتے اور اسکے متعلق وارد شدہ نصوص سے آگاہ نہیں ہیں۔ مہربانی ہوگی اس کی وضاحت فرمایئے میں آپ کا سپاس گزار ہونگا۔

حق شناس

نصوصِ وصایت۔

امیر المومنین علیہ السلام کے وصی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے متعلق اہل بیت طاہرین علیہم السلام سے صریح اور متواتر نصوص موجود ہیں۔ (۲۶۰) اور بطریق اغیار آپ جان چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کی گردن پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ:

هَذَا أَخِي وَوَصِي ، وَخَلِيفَتِي فِيكُم ، فَاسمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا.

یہ میرے بھائی ہیں، میرے وصی ہیں اور تم میں میرے خلیفہ ہیں، ان کا حکم سنو اور ان کی اطاعت کرو۔ (۲۶۱)

بریدہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍ وَصِيٌّ وَ وَارِثٌ ، وَإِنَّ وَصِيي وَ وَارِثِي عَلِيٌّ بن اَبِي طَالِبٍ علیہ السلام۔

ہر نبی کا وصی اور وارث ہوتا ہے اور میرے وصی و وارث علی بن ابی طالب ؑ

---

(۲۶۰) رجوع کریں بحار الانوار (علامہ مجلسی) ج ۲۲ باب ۱ ص ۴۵۹ و ج ۳۸ باب ۵۶ ط جدید تہران، امالی (شیخ صدوق) ط الحیدریہ۔ اس کے علاوہ مربوطہ شیعہ کتب۔

(۲۶۱) حاشیہ نمبر ۹۱ ملاحظہ فرمائیں۔

ہیں۔(۲۶۲)

سلمان فارسی کہتے ہیں کہ: پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اِنَّ وَصِيي وَمَوضِعَ سِرّي، وَخَيْراً مَن أُترِکَ بَعدِي، يُنجِزُ عِدّتي، وَيقْضِي دَيْنِي عَلِيُّ ابْنُ اَبِي طَالِبٍ علیہ السلام۔

میرے وصی اور میرے رازوں کی جگہ اور بہترین ہستی جسے میں اپنے بعد چھوڑ کر جانے والا ہوں، جو میرے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرے گا، میرے قرض ادا کرے گا وہ علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔(۲۶۳)

یہ حدیث نص صریح ہے کہ حضرت علی علیہ السلام وصی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور تصریح ہے کہ آپ رسولؐ کے بعد افضلِ خلائق تھے۔ اس مطلب کا لازمہ یہ ہے کہ آپ خلیفہ ہیں اور آپ کی اطاعت واجب ہے۔ یہ بات کسی عاقل سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں انس سے روایت کی ہے کہ:

آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا:

---

(۲۶۲) رجوع کریں ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج۳ ص۵ ح۱۰۲۱ و۱۰۲۲، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص۲۰۰ ح۲۳۸، المناقب (خوارزمی حنفی) ص۴۲، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص۷۱، المیزان (ذہبی) ج۲ ص۲۷۳، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص۷۹، ۲۰۷، ۲۳۲ و۲۴۸ ط اسلامبول، علی والوصیہ (شیخ نجم الدین عسکری) ص۵۹، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص۶۲۰ ط الحیدریہ، شرح الہاشمیات (محمد محمود رافعی) ص۲۹ ط۲ التمدن مصر، الریاض النضرہ (محب الدین طبری) ج۲ ص۲۳۴ ط۲ و کنوز الحقائق (مناوی شافعی) ص۱۳۰ ط بولاق۔

(۲۶۳) رجوع کریں مجمع الزوائد (ہیثمی شافعی) ج۹ ص۱۱۳ ط القدسی، کنز العمال (متقی ہندی) ج۶ ص۱۵۴ ح۲۵۷۰ ط ا و منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج۵ ص۳۲ ط المیمنیہ۔

يَا أَنس اَوَّلُ مَن يَدخُلُ عَلَيکَ مِنْ هَذَا البَاب إمَامُ المُتَّقِينَ ، وَسَيِّدُ المُسلِمِينَ ، وَيَعسُوبُ الدِّينَ ، وَخَاتِمِ الوَصِيينَ ، وَقَائِد الغُرّ المُحَجَّلين قَالَ أَنس: فَجاءَ عَلِيٌّ فَقَامَ اِلَيهِ رَسُول الله ﷺ مُستَبشِراً وَاعْتَنَقَهُ ، وَقَالَ لَهُ : أَنتَ تُؤَدِّي عَنِّي، وَتُسْمِعُهُم صَوتِي، وَتُبِينُ لَهُم مَا اختَلَفُوا فِيهِ مِن بَعدِي.

اے انس پہلا وہ شخص جو اس دروازے سے تمھارے پاس آئے گا وہ امام المتّقین ، سیّد المسلمین ، یعسوب الدین ، خاتم الوصیین ، قائد الغرالمحجلین ہوگا۔ انس کہتے ہیں کہ ناگاہ حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے۔ رسول ﷺ انھیں دیکھتے ہوئے ہشاش بشاش ہو کر ان کی طرف بڑھے اور گلے سے لگایا اور فرمایا: تم میری جانب سے حقوق ادا کرو گے، تم میری آواز لوگوں کو سناؤ گے اور میرے بعد جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہوگا تو حق واضح کرو گے۔ (۲۶۴)

طبرانی نے معجم کبیر میں ابوایوب انصاری سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اے فاطمہ سلام اللہ علیہا کیا تمھیں معلوم نہیں کہ خداوند عالم نے روئے زمین کے باشندوں پر ایک نگاہ ڈالی اور تمھارے باپ کو منتخب کیا اور انھیں رسالت

---

(۲۶۴) رجوع کریں حلیۃ الاولیاء (ابونعیم) ج۱ ص۶۳، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج۹ ص۱۶۹ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، المناقب (خوارزمی حنفی) ص۴۲، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج۲ ص۴۸۷ ح۱۰۰۵، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص۲۱۲ ط الحیدریہ، میزان الاعتدال (ذہبی) ج۱ ص۶۴، مطالب السؤول (ابن طلحہ شافعی) ص۲۱ ط تہران وینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص۳۱۳ ط اسلامبول۔

پر فائز کیا۔ پھر دوبارہ نگاہ ڈالی تو تمھارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھے وحی فرمائی تو میں نے تمھارا نکاح ان سے کردیا اور ان کو اپنا وصی بنایا۔(۲۶۵)

غور فرمایئے کہ کس طرح خداوند عالم نے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منتخب کرنے کے بعد تمام روئے زمین کے باشندوں میں حضرت علی علیہ السلام کو منتخب فرمایا۔ اور یہ بھی ملاحظہ کیجیے کہ خداوند عالم نے جس طرح نبی کا انتخاب فرمایا، ٹھیک اسی طرح وصی نبی کو بھی منتخب فرمایا۔

یہ بھی دیکھیے خداوند عالم نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی فرمائی کہ ان سے اپنی بیٹی بیاہ دو اور انھیں اپنا وصی بناؤ۔

یہ بھی سوچیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے دوسرے انبیاء کے خلفاء و جانشین، ان کے اوصیاء کے علاوہ اور بھی کوئی ہوئے!!؟ اور کیا خدا کے منتخب کیے ہوئے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصی کو ہٹا دینا اور غیروں کو اس پر مقدم کرنا جائز ہے؟ اور کیا کسی شخص کے لیے سزاوار ہے کہ ان پر حکمران بن بیٹھے، خود خلیفہ بن جائے اور وصی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عوام اور رعایا جیسا بنا دے۔

اور کیا عقلاً ممکن ہے کہ زبردستی مسند خلافت پر بیٹھ جانے والے شخص کی پیروی ایسے شخص کے لیے واجب ہو جسے خدا نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح منتخب کیا ہو۔ بھلا یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

---

(۲۶۵) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ٦ ص ۱۵۳ ح ۲۵۴۱، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۱، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۹٦ ط الحیدریہ، البیان فی اخبار صاحب الزمان (گنجی شافعی) ہمراہ با کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۵۰۲ ط الحیدریہ، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۸ ص ۲۵۳، الفصول المہمہ (ابن صباغ مالکی) ص ۲۸۱، مناقب علی بن ابیطالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۱۰۱ ح ۱۴۴ و ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۸۱ ط اسلامبول۔

تو اور کسی کو منتخب کریں اور ہم ان کے انتخاب کو ٹھکرا کر کسی دوسرے کو منتخب کر لیں حالانکہ خدا قرآن میں فرما رہا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلاَمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللهُ وَ رَسُولُهُ أَمْراً أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِم وَ مَنْ يَعْصِ اللهُ و رَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلاَ لاً مُبِناً.

کسی مومن و مومنہ کو یہ حق نہیں کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی امر میں اپنا حکم صادر کر دیں تو وہ اپنے پسند و اختیار کو دخل دے جو خدا اور رسول کے حکم کی نافرمانی کرے گا وہ واضح گمراہی میں مبتلا ہو گا.(۲۶۶)

---

(۲۶۶) سورہ احزاب (۳۳) آیہ ۳۶۔

متلاشی

منکرانِ وصایت کی دلیل۔

اہل سنت حضرت علی علیہ السلام کے وصی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کو نہیں مانتے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جسے بخاری نے صحیح بخاری میں روایت کیا ہے کہ:

جناب عائشہ کی خدمت میں تذکرہ ہوا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا وصی حضرت علی علیہ السلام کو بنایا تھا۔ جناب عائشہ بولیں: یہ کون کہتا ہے؟ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔ میں اپنے سینہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لٹائے ہوئے تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طشت طلب کیا۔ اس پر جھکے اور انتقال کر گئے اور مجھے پتہ بھی نہ چلا لہٰذا حضرت علی علیہ السلام کو وصی بنانے اور علی علیہ السلام سے وصیت کرنے کا موقع کہاں ملا؟ (۲۶۷)

جناب عائشہ فرمایا کرتیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری آغوش میں دم توڑا (۲۶۸) اور یہ بھی فرمایا کرتیں کہ میرے سینہ پر لیٹے لیٹے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا۔ (۲۶۹) کبھی فرمایا کہ رسول کا سر میرے زانو پر تھا کہ ملک الموت قبض روح کے لئے آئے۔ (۲۷۰)

---

(۲۶۷) رجوع کریں صحیح (بخاری) ج ۴ص ۳ و ج ۶ ص ۱۸ ط مطابع الشعب، صحیح (مسلم) ج ۲ص ۱۵ ط الحلبی مصر

(۲۶۸) رجوع کریں صحیح (بخاری) ج ۶ ص ۱۴ ط مطابع الشعب۔

(۲۶۹) رجوع کریں صحیح (بخاری) ج ۶ ص ۱۶ ط مطابع الشعب۔

(۲۷۰) رجوع کریں صحیح (بخاری) ج ۶ ص ۱۸ ط مطابع الشعب۔

صحیح مسلم میں جناب عائشہ سے مروی ہے، وہ فرماتی ہیں کہ:

آنحضرت ﷺ نے نہ درہم چھوڑا نہ دینار اور نہ اونٹ چھوڑا نہ بکری نہ کسی چیز کے متعلق آپ نے وصیت فرمائی۔(۲۷۱)

اور صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں طلحہ بن مصرف سے روایت ہے کہ:

میں نے عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے پوچھا کہ کیا پیغمبر ﷺ نے اپنا وصی مقرر فرمایا۔؟

انھوں نے کہا: نہیں۔ تو میں نے کہا کہ یہ کیسے ہے دوسروں کے لیے تو رسول ﷺ نے وصیت کرنا واجب قرار دیا ہے اور خود وصیت نہ کی تو انھوں نے کہا کہ پیغمبر ﷺ نے کتاب خدا کے متعلق وصیت کی ہے۔(۲۷۲)

لٰہذا اب ہمیں اس تعارض احادیث کی صورت حال میں کیا کرنا ہوگا۔

---

(۲۷۱) رجوع کریں صحیح (مسلم) ج۲ ص۱۵ ط الحلبی مصر۔

(۲۷۲) رجوع کریں صحیح (بخاری) ج۴ ص۳ مطابع الشعب (کتاب الوصایا)۔

حق شناس

(۱) رسول خداؐ کی علیؑ کو کی گئی وصیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) منکران کی بیان کردہ روایات حجت نہیں ہیں۔

(۳) عقل اور وجدان بھی وصیت پر حکم لگاتی ہے۔

(۱) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت علی علیہ السلام سے وصیت فرمانا ایسی بات ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ آپ نے انھیں جب اپنے علم وحکمت کا وارث بنایا تھا (۲۷۳) تو حضرت علی علیہ السلام کو وصیت کی کہ وہ آپ کو غسل دیں اور تجہیز و تکفین کریں (۲۷۴)۔

---

(۲۷۳) حاشیہ نمبر ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹ کی طرف رجوع کریں۔

(۲۷۴) رجوع کریں طبقات (ابن سعد) ج ۲ قسم دوم ص ۶۱ و ۶۳، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۴ ص ۵۴ ح ۱۰۹۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرض ادا کریں۔ رسولؐ کے کیے ہوئے وعدوں کو پورا کریں۔ رسولؐ کی ذمہ داریاں اپنے سر لیں (۲۷۵)۔ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرنے کے بعد جب لوگوں میں اختلاف پیدا ہو تو احکام الٰہی اور امور شریعت واضح کر دیں (۲۷۶) اور آپؐ امت سے فرما چکے تھے کہ:

میرے بعد یہ علی علیہ السلام ہی تمھارے ولی ہیں (۲۷۷)۔ اور یہ میرے بھائی ہیں (۲۷۸)۔

وج ۴ص ۵۵ ح ۱۰۴۱ وج ۶ ص ۱۵۵ ح ۲۵۸۳ وج ۶ ص ۳۹۳ و ۴۰۳ ط ۱، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) درحاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۴۵، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۲۳۶، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۸۷ ح ۱۰۰۶، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۳۰، ۳۱، ۳۳ و ۳۶، المستدرک (حاکم) ج ۱ ص ۳۶۲، السیرۃ النبویہ (ابن ہشام) ج ۴ ص ۲۲۹، تاریخ (یعقوبی) ج ۲ ص ۱۰۳ ط الحیدریہ، نور الابصار (شبلنجی) ص ۴۸ ط العثمانیہ، الریاض النضرہ (طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۳۵ و ۲۳۶ و مسند (احمد بن حنبل) ج ۱ ص ۲۶۰ ط المیمنیہ مصر، احقاق الحق (تستری) ج ۸ نے (اس بات کو کہ علی علیہ السلام نے پیامبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا اور تجہیز کی) از الانس الجلیل (مقدسی) ص ۱۹۴، السنن الکبری (بیہقی) ج ۴ ص ۵۳، انساب الاشراف (بلاذری) ص ۵۷۰ ط دار المعارف مصر، نزہۃ المجالس (صفوری شافعی) ج ۲ ص ۱۶۵، مشارق الانوار (حمزاوی) ص ۶۵ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۲۱۔

(۲۷۵) رجوع کریں مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ س ۱۲۱، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۲۲۸ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۴ ص ۶۰ ح ۱۱۷۰ وج ۶ ص ۱۵۳، ۱۵۵، ۴۰۱ و ۴۰۴ و مسند (احمد بن حنبل) ج ۴ ص ۱۶۴۔

(۲۷۶) حاشیہ نمبر ۱۴۹ و ۲۶۴ کی طرف رجوع کریں۔

(۲۷۷) حاشیہ نمبر ۲۱۰ و ۲۱۱ کی طرف رجوع کریں۔

(۲۷۸) حاشیہ نمبر ۹۱، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳ و ۲۷۵ کی طرف رجوع کریں۔

میرے نواسوں کے باپ ہیں(۲۷۹)۔ میرے وزیر ہیں(۲۸۰)۔صرف وہ میرے ہمراز ہیں(۲۸۱) میرے ولی ہیں(۲۸۲)،وصی ہیں(۲۸۳)۔

---

(۲۷۹) رجوع کریں المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۲۷، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ح ۲۷،۱۵۴و ۲۶۹، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۱۲۲ ح ۱۵۲، خصائص امیر المؤمنین (نسائی شافعی) ص ۳۶ ط التقدم العلمیہ مصر، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۵۳ ط اسلامبول، الریاض النضرہ (محبّ الدین طبری) ج ۲ ص ۲۲۱، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۲۴ والفتح الکبیر (نبہانی) ج ۱ ص ۳۳۰۔
(۲۸۰) رجوع کریں المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۱۱۱ ح ۱۵۴، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۲۲۸ ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۴۳، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۶۲ و ۲۵۰، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۸۹ ح ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۵۵، ۱۵۷، و ۱۵۸ و فرائد السمطین (حموینی) ج ا س ۳۱۱ و ۳۱۸۔ بقیہ مدارک حاشیہ نمبر ۲۷۵ میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۲۸۱) رجوع کریں مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۱۲۴ ح ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۲،۷۷ و ۳۷۳۔ صحیح (ترمذی) ج ۵ ص ۳۰۳، اسد الغابہ (ابن اثیر) ج ۴ ص ۲۷، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ۳۲۷۔۳۲۸ ط الحیدریہ، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۹ س ۱۷۳ ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۵۸ ط اسلامبول، مشکاۃ المصابیح (عمری) ج ۳ ص ۲۴۴، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ س ۱۲۲ ح ۳۵۳ ط ۲، الریاض النضرہ (محبّ الدین طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۶۵ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۲۲۔
(۲۸۲) رجوع کریں مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۷۷ ح ۳۲۳ و میزان الاعتدال (ذہبی) ج ۲ ص ۵۷۔ بقیہ مدارک حاشیہ نمبر ۹۴ میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۲۸۳) رجوع کریں ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۵۳، ۸۱، ۸۲، ۱۱۴، ۱۲۲، ۱۲۳ و ۳۲۹ ط اسلامبول، المناقب (ابن مغازلی شافعی) ص ۸۹ ح ۱۳۲، ۱۴۴، ۲۸۰، ۳۰۹، ۳۲۲، ۳۲۶ و ۳۵۳، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۶۳، ۱۴۹ و ۲۳۴، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۱۶۸ و ۲۶۱ ط الحیدریہ، البیان فی اخبار صاحب الزمان (گنجی شافعی) ضمیمہ کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۵۰۲ ط الحیدریہ، الفصول المہمہ (ابن صباغ مالکی) ص ۲۸۱، ترجمۃ الامام علی

میرے شہر علم کا دروازہ ہیں (۲۸۴)، میری حکمت کے گھر کا دروازہ ہیں (۲۸۵)، اس امت کے لیے باب حطہ ہیں (۲۸۶)، امت کے لیے امان اور سفینہ نجات ہیں (۲۸۷) ان کی اطاعت بھی اسی طرح فرض ہے جس طرح میری اطاعت فرض ہے، ان کی نافرمانی اسی طرح باعث ہلاکت ہے جس طرح میری نافرمانی (۲۸۸)، علی علیہ السلام کی پیروی میری پیروی ہے اور ان سے جدائی مجھ سے جدائی ہے (۲۸۹)۔

بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ا ص ۷۸ ح ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱ و ۱۴۳ و ص ۲۳۹ ح ۳۰۳ و ج ۳ ص ۵ ح ۱۰۲۱، ۱۰۲۲ و ۱۰۲۳، المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۷، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص ۱۳۶، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۴۳، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۸ ص ۲۵۳ ط بیروت، فرائد السمطین (حموینی) ج ا ص ۱۵۰ و ص ۲۷۲ ح ۲۱۱ و ص ۳۱۵ ح ۲۵۰ و ج ۲ ص ۳۵ ح ۳۷۱، ۴۰۳، ۴۳۱ و ۵۶۴۔ نیز حاشیہ نمبر ۹۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵ و ۴۳۶ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۸۴) حاشیہ نمبر ۱۴۶ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۸۵) حاشیہ نمبر ۱۴۷ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۸۶) حاشیہ نمبر ۱۵۲ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۸۷) حاشیہ نمبر ۸، ۹ و ۱۰ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۸۸) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۱ و ۱۲۸، تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۲۱۔ ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۱۸۸ ح ۶۷۱، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۷ و ۶۸۸ و فرائد السمطین (حموینی) ج ا ص ۱۷۹ ح ۱۴۲۔ نیز حاشیہ نمبر ۱۵۶ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۸۹) رجوع کریں المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۵۷، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۴۰ ح ۲۸۷، ۲۸۸ و ۳۲۴، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۲۸، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۳۰۳ ط اسلامبول و فرائد السمطین (حموینی) ج ا ص ۳۹۹ ح ۲۳۷۔ نیز حاشیہ نمبر ۱۵۷ ملاحظہ فرمائیں۔

علیؑ سے جو صلح رکھے اس سے رسولؐ کی بھی صلح ہے اور جس نے علیؑ سے جنگ کی اس سے رسولؐ بھی بر سر جنگ ہیں (۲۹۰)۔ جس نے علیؑ سے موالات کی رسولؐ بھی اس کے ولی ہیں۔ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے رسولؐ بھی اس کے دشمن ہیں (۲۹۱)۔ جس نے علیؑ کو دوست رکھا۔ اس نے خدا اور خدا کے رسولؐ کو دوست رکھا۔ جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے خدا اور اس کے رسولؐ سے بغض رکھا (۲۹۲)۔

---

(۲۹۰) رجوع کریں مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۵۰ ح ۷۳ وص ۶۴ ح ۹۰، المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۴۹، تلخیص المستدرک (ذہبی) در ذیل المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۴۹، صحیح (ترمذی) ج ۵ ص ۳۶۰ ح ۳۹۶۲، سنن (ابن ماجہ) ج ۱ ص ۵۲ ح ۱۴۵، اسد الغابہ (ابن اثیر) ج ۳ ص ۱۱ و ج ۵ ص ۵۲۳، ذخائر العقبی (طبری) ص ۲۵، الصواعق المحرقہ (ابن حجر) ص ۱۱۲ ط المیمنیہ مصر، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۶۶ و ۱۶۹، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۳۳۰ و ۳۳۱ ط الحیدریہ، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۲۹۴، ۲۶۱، ۳۰۹، ۳۷۰، ۲۳۰، ۱۹۴، ۲، ۷ا و ۱۶۵ ط اسلامبول، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج ۲ ص ۲۷ المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۷۶ و ۹۱، مقتل الحسین (خوارزمی) حنفی ج ۱ ص ۶۱ و ۹۹، المعجم الصغیر (طبرانی) ج ۲ ص ۳، الفتح الکبیر (نبہانی) ج ۱ ص ۱۷۱، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۹۲، فرائد السمطین (حموینی) ج ۲ ص ۳۸ ح ۳۷۲، الریاض النضرہ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۱۸۹، ترجمۃ الامام الحسین از تاریخ دمشق (ابن عساکر) ص ۱۰۰ و تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ج ۷ ص ۱۳۶۔ نیز اس موضوع کے لئے رجوع کریں شرح (ابن ابی الحدید) ج ۴ ص ۲۲۱ و ج ۱۸ ص ۲۴ ط امصر۔

(۲۹۱) رجوع کریں مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۳۸۲ ح ۴۳۰ و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۹۶ ح ۲۷۳ ط ۲۔ نیز حاشیہ ۱۶۲ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۹۲) رجوع کریں مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۱۰۳ ح ۱۴۵ و ۲۷۷، ترجمۃ الامام علی بن

جس نے علی علیہ السلام کی ولایت قبول کی اس نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت قبول کی اور جس نے علی علیہ السلام سے عداوت رکھی اس نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھی (۲۹۳)۔ جس نے علی علیہ السلام کو اذیت دی اس نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دی (۲۹۴)۔ جس نے علی علیہ السلام کو سب وشتم کیا اس نے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب وشتم کیا (۲۹۵)۔ علی علیہ السلام نیکوکاروں کے امام، بدکاروں کے قاتل ہیں۔ جس نے علی علیہ السلام کی مدد کی وہ منصور ہوا، جس نے علی علیہ السلام کی مدد سے گریز کیا وہ ذلیل وخوار ہوا (۲۹۶)، علی علیہ السلام مسلمانوں کے سردار، متقین کے امام، روشن پیشانی والوں کو جنت تک لے جانے والے ہیں (۲۹۷)۔

علی علیہ السلام ہدایت کا علم ہیں، اولیائے خدا کے امام ہیں، فرمانبرداران الٰہی کے لیے نور ہیں، اور وہ کلمہ ہیں جسے خدا نے متقین پر لازم کیا

ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۱۹۰ ح ۶۷۳ و ۶۷۳، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۲ و ۱۳۳، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۱۷۱ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۳۱۲، ۳۱۴ و ۳۱۵ ط اسلامبول، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۹۵ ح ۲۷۲ و ۲۷۳ ط ۲ و الریاض النضرہ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۲۰ ط ۲۔ نیز حاشیہ نمبر ۱۴، ۱۶۰ و ۱۶۲ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۹۳) حاشیہ نمبر ۱۴ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۹۴) حاشیہ نمبر ۱۵۹ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۹۵) حاشیہ نمبر ۱۵۸ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۹۶) حاشیہ نمبر ۱۳۸ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۹۷) حاشیہ نمبر ۱۳۹ ملاحظہ فرمائیں۔

ہے۔(۲۹۸) وہ صدیق اکبر ہیں، فاروق امت ہیں اور مؤمنین کے لئے یعسوب ہیں (۲۹۹) وہ فرقان عظیم اور ذکر حکیم کی مانند ہیں (۳۰۰) انکی رسول خدا سے وہی نسبت ہے جو ہارون کی موسیٰ سے ہے (۳۰۱)۔

---

(۲۹۸) حاشیہ نمبر ۱۴۳ ملاحظہ فرمائیں۔

(۲۹۹) رجوع کریں ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۴۷ ح ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴ و ۱۲۶، السیرۃ الحلبیہ (برہان الدین حلبی شافعی) ج ۱ ص ۳۸۰، مجمع الزوائد (ہیثمی شافعی) ج ۹ ص ۱۰۲، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۲۲۸ ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل، الاستیعاب (ابن عبد البر) در حاشیہ الاصابہ (ابن حجر) ج ۴ ص ۱۷۰، اسد الغابہ (ابن اثیر جزری شافعی) ج ۵ ص ۲۸۷، ذخائر العقبیٰ (محب الدین طبری شافعی) ص ۵۶، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۱۸۷ ط الحیدریہ، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۳، الریاض النضرہ (محب الدین طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۰۴، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۳۹ و ۴۰، لسان المیزان (ابن حجر عسقلانی شافعی) ج ۲ ص ۴۱۴۔ نیز حاشیہ ۱۴۴ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۰۰) حاشیہ نمبر ۲، ۳، ۴، ۵ و ۶ (حدیث ثقلین) ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے علاوہ، پیامبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے یہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہونگے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس آئیں۔ رجوع کریں المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۱۱۰ ط الحیدریہ، المعجم الصغیر (طبرانی) ج ۱ ص ۵۵، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۳۹۹ ط الحیدریہ، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۳۴، الصواعق (ابن حجر) ص ۷۴ و ۷۵ ط المیمنیہ مصر، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص ۱۷۳ ط السعادہ مصر، اسعاف الراغبین (صبان) در حاشیہ نور الابصار (شبلنجی) ص ۱۴۳ ط العثمانیہ، نور الابصار (شبلنجی) ص ۷۳ ط العثمانیہ، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۴۰، ۹۰، ۱۸۵، ۲۳۷، ۲۸۳ - ۲۸۳ و ۲۸۵ ط اسلامبول، فیض الغدیر (شوکانی) ج ۴ ص ۳۵۸، الجامع الصغیر (سیوطی) ج ۲ ص ۵۶، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۷۷ ح ۱۴۰، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۱ ط المیمنیہ، الفتح الکبیر (نبہانی) ج ۲ ص ۲۴۲ ط مصر۔

(۳۰۱) حاشیہ نمبر ۹۴، ۹۸، ۱۰۱، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲ و ۱۱۳ ملاحظہ فرمائیں۔

علی علیہ السلام کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وہی منزلت حاصل ہے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا سے ہے (۳۰۲)۔ علی علیہ السلام رسولؐ کیلیے ایسے ہیں جیسے بدن کیلیے سر (۳۰۳)، علی علیہ السلام نفس رسولؐ کی مثل ہیں (۳۰۴)۔ خداوند عالم نے تمام روئے زمین کے باشندوں پر نظر ڈالی اور رسولؐ و علیؑ کو منتخب کیا (۳۰۵)۔

---

(۳۰۲) حاشیہ نمبر ۱۵۱ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۰۳) پیامبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے ہیں: ''علی کی مجھ سے وہی نسبت ہے جو سر کی بدن سے ہے'' رجوع کریں ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۳۷۵ ح ۸۷۰، الصواعق المحرقہ (ابن حجر) ص ۷۵ ط المیمنیہ، نورالابصار (شبلنجی) ص ۷۳ ط العثمانیہ، اسعاف الراغبین (صبان) در حاشیہ نورالابصار (شبلنجی) ص ۱۴۳ ط العثمانیہ، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۱۸۰، ۱۸۵، ۲۵۴، و ۲۸۴ ط اسلامبول، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۸۷ و ۹۱ ط الحیدریہ، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۹۲ ح ۱۳۵ و ۱۳۶، الجامع الصغیر (سیوطی) ج ۲ ص ۵۶ ط المیمنیہ، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۰، الریاض النضرہ (طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۱۴، کنوز الحقائق (مناوی) ص ۱۸ ط بولاق، مشارق الانوار (حمزاوی) ص ۹۱ ط الشرفیہ مصر و تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ج ۷ ص ۱۲ ط السعادہ مصر۔

(۳۰۴) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج ۲ ص ۱۲۰، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۳۶۸ ح ۸۶۷ و ۸۶۸، مجمع الزوائد (ہیثمی شافعی) ج ۹ ص ۱۶۳ و ۱۳۴، الصواعق المحرقہ (ابن حجر شافعی) ص ۷۵ ط المیمنیہ، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۴۰، ۲۸۵ و ۳۱۲ ط اسلامبول، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۴۴ ح ۴۱۲ ط ۲، خصائص امیر المؤمنین (نسائی شافعی) ص ۸۹ ط الحیدریہ، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۴۰، الاستیعاب (ابن عبدالبر) در حاشیہ الاصابہ (ابن حجر) ج ۳ ص ۴۶، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۸۱، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۸۸۔ ۲۸۹ ط الحیدریہ و الریاض النضرہ (طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۱۶۔

(۳۰۵) رجوع کریں مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۱۰۱ ح ۱۴۴، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۶۳، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۴۳۶ ط اسلامبول، الفصول المہمہ (ابن صباغ مالکی) ص ۲۸۱ و البیان فی

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک یہی ارشاد لے لیجیے جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر یوم عرفات میں فرمایا تھا کہ میرے فرائض کی ادائیگی علی علیہ السلام ہی کر سکتے ہیں۔(۳۰۶)

اس کے علاوہ بکثرت ایسی خصوصیات سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر المومنین علیہ السلام کو سرفراز کیا جو صرف وصی ہی کے لیے زیب دیتی ہیں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم مقام ہی کے لیے مناسب ہیں۔

لہٰذا اب پوچھا جا سکتا ہے کب اور کہاں ایک عاقل انسان کے لیے ممکن ہے ان خصوصیات اور مخصوص فضائل و کمالات کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کے وصی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے سے انکار کرے؟ کیسے درست ہو سکتا ہے؟ کتنی حدیثوں کو جھٹلایا جائے گا؟ اور کہاں تک جھٹلایا جا سکتا ہے؟۔

(۲) حضرات اہل سنت ہمارے مقابلے میں دلیل و حجت نہیں لا سکتے۔اور بخاری وغیرہ نے طلحہ بن مصرف والی حدیث جو ذکر کی ہے جس میں ہے کہ میں نے عبد اللہ بن ابی اوفی سے پوچھا کہ کیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصیت فرمائی؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں: میں نے کہا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ رسولؐ لوگوں پر تو وصیت کرنا واجب قرار دیں اور خود وصیت نہ کریں؟ انھوں نے جواب دیا کہ آنحضرتؐ نے کتاب خدا کے متعلق وصیت فرمائی (۳۰۷)۔

یہ حدیث ہمارے لیے حجت نہیں اور نہ ہمارے جواب میں پیش کی جا سکتی ہے۔کیونکہ ہمارے

اخبار صاحب الزمان (گنجی شافعی) در انتہای کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۵۰۲ ط الحیدریہ۔ نیز حاشیہ نمبر ۷۰ او ۲۶۵ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۰۶) رجوع کریں مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۲۲۲ ح ۲۶۸، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴ و ۲۷۴، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ا ص ۸۵ ح ۱۳۷ او کنوز الحقائق (مناوی) ص ۱۷۰۔ نیز حاشیہ ۱۵۳ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۰۷) رجوع کریں صحیح (بخاری) ج ۳ ص ۱۸۶ ط دار الفکر۔

نزدیک یہ حدیث ثابت ہی نہیں ہے۔ مزید برآن یہ تو حکومت وسیاست کی کارسازیاں تھیں۔ ان سب باتوں سے قطع نظر امیر المومنین علیہ السلام کے وصی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کے متعلق ائمہ طاہرین علیہم السلام سے صحیح ومتواتر حدیثیں موجود ہیں لہٰذا ان حدیثوں کی معارض حدیثیں رد کر دی جائینگی۔ انکی کوئی سند نہیں اور نہ ہی وہ حجت ہیں۔

(۳) اس کے علاوہ وصایت دلیل و برہان کی محتاج نہیں ہے۔ خود عقل بتاتی ہے اور وجدان دلالت کرتا ہے (۳۰۸)۔ اور بخاری نے ابن ابی اوفی سے یہ جو روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتاب خدا کے متعلق وصیت فرمائی تو یہ درست ہے مگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا ارشاد ذکر نہیں کیا گیا۔ کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جہاں کتاب خدا کے متعلق وصیت فرمائی وہاں اہل بیت علیہم السلام سے تمسک کرنے کا بھی حکم دیا۔ ایک ساتھ دونوں سے تمسک کی تاکید کی اور امت سے فرمایا تھا کہ دونوں کی رسیوں کو مضبوطی سے تھامے رہنا اور ڈرا دیا تھا کہ اگر دونوں سے تمسک نہ کروگے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور یہ بھی امت کو بتا دیا تھا کہ قرآن واہل بیت علیہم السلام کبھی جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچیں۔

اس باب میں بکثرت متواتر حدیثیں ائمہ طاہرین سے مروی ہیں اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے علاوہ اغیار کی متعدد حدیثیں ہم گزشتہ اوراق میں ذکر کر چکے ہیں لہٰذا فقط انہی پر اکتفاء کیا جاتا ہے (۳۰۹)

---

(۳۰۸) عقل محال بتاتی ہے کہ آنحضرتؐ بذات خود وصیت کا کہیں اور وصیت کے حوالے سے امت پر سختی بھی کریں لیکن خود امت کی شدید احتیاج کے بوجود وصیت نہ کریں۔

(۳۰۹) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۲، ۳، ۴، ۸، ۲۰۱ و ۲۲۹۔

متلاشی

(۱) ام المؤمنین کی حدیث سے اعراض کیوں؟

خدا آپ پر رحم کرے آخر آپ جناب عائشہ ام المؤمنین سے کیوں روگرداں ہیں کہ آپ نے ان کی حدیث کو کیوں پس پشت ڈال دیا؟ اور اسے کیوں فراموش کر بیٹھے؟۔

حق شناس

(۱) ام المومنین کی حدیث سے اعراض کی طرف اجمالی اشارہ۔

وصیت کے متعلق جناب عایشہ کی حدیث سے اعراض اس لئے کیا گیا ہے کہ ان کی یہ حدیث حجت نہیں ہے۔اب کیوں حجت نہیں ہے؟ اس سلسلے میں استدعا ہے کہ مجھ سے اسکی تفصیل نہ پوچھیے ۔

متلاشی

(۱) ام المؤمنین کی حدیث سے اعراض کی تفصیل بیان کرنے کی درخواست۔

حق گم کر بیٹھا ہوں اور اس حق کا طلبگار ہوں لہٰذا میرا سوال ان چیزوں کے متعلق ہے جنکو ترک نہیں کر سکتا اور تشریح و تفصیل کے علاوہ آپ کے پاس کوئی چارہ بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

حق شناس

(۱) ام المؤمنین کی حدیث سے اعراض کی تفصیل۔
(۲) عقل وصایت کا حکم لگاتی ہے۔
(۳) صحیح اخبار ام المؤمنین کے دعوے سے معارض ہیں۔

(۱) خدا آپ کی تائید کرے آپ مجھے تفصیل پر مجبور کر رہے ہیں حالانکہ تشریح و تفصیل آپ کے لیے چنداں ضروری نہ تھی کیونکہ آپ بے خبر نہیں ہیں۔ جتنی آفتیں ٹوٹیں اور مصیبتیں نازل ہوئیں آپ ہی کی بدولت تھیں۔ وصایت کی قتل گاہ، جلی اور روشن دلیلوں کی دھجیاں اڑانے والی یہی ہیں. یہاں ہی خمس، ارث، نحلہ اور ہبہ کی بربادی ہوئی۔ سارے فتنہ وفساد، یہی ہیں (۳۱۰)

---

(۳۱۰) عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ: پیامبر (ص) نے کھڑے ہو کر خطاب فرمایا اور عائشہ کے گھر کی طرف اشارہ کر کے تین مرتبہ فرمایا: ''فتنہ اسی جگہ ہے اور اس جگہ سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔'' رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب الجہاد والسیر باب ''ماجاء فی بیوت ازواج النبی'' ج ۴ ص ۴۶ ط افست دار الفکر بر طبع استانبول و ج ۴ ص ۱۰۰ ط مطابع الشعب۔

جنھوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ کرنے کے لیے شہر بہ شہر دورہ کیا اور آپ کی خلافت چھیننے اور تخت سلطنت الٹنے کی فکر میں لشکر لے کر حملہ آور ہوئیں۔

لہٰذا امیر المومنین علیہ السلام کے وصی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہونے پر جناب عائشہ کے قول سے استدلال کرنا (جب کہ حضرت عائشہ امیر المومنین علیہ السلام کی سخت ترین دشمن تھیں) ہٹ دھرمی ہے جس کی کسی منصف مزاج سے توقع نہیں۔

علی علیہ السلام سے اسکی مخالفت کا یہ ایک مورد نہیں ہے۔ آیا امیر المومنین علیہ السلام کی وصایت سے انکار آسان ہے یا جنگ جمل اصغر (۳۱۱) اور یہ سہل تر ہے یا جنگ جمل اکبر (۳۱۲) دو جنگیں جس میں دل کی حالت آئینہ ہوگئی اور پوشیدہ عداوت آشکار ہوگئی۔ ان دونوں مثالوں سے امیر المومنین علیہ السلام سے حضرت عائشہ کا تعلق واضح ہوجاتا ہے یعنی اس کو جنگ سے پہلے جو دلی عناد تھا یا لڑائیوں کے بعد امیر المومنین علیہ السلام سے جو پیچ وتاب اور غم وغصہ تھا وہ مرتے دم تک رہا حتّٰی کہ آپ نے امیر المومنین علیہ السلام کے انتقال کی خبر سن کر سجدۂ شکر کیا اور خوشی سے یہ اشعار پڑھے۔

فَاَلْقَتْ عَصَاهَا وَاسْتَقَرَّتْ بِهَا النَّوی   کَمَا قَرَّ عَیناً بِالْاَیابِ الْمُسَافِرُ

عصا توڑ ڈالا اور وہ گھر میں اس طرح سکون سے بیٹھ گئی جیسے تھکا ماندا مسافر جب گھر پہنچے تو اس کی آنکھوں کو ٹھنڈک محسوس ہوتی ہے۔ (۳۱۳)

(۳۱۱ و ۳۱۲) رجوع کریں کتاب نقش عائشہ در تاریخ اسلام (علامہ عسکری) ج ۱، کتاب الجمل (شیخ مفید)، انساب الاشراف (بلاذری) ج ۲ ص ۲۲۸، تاریخ (طبری) ج ۴ ص ۴۷۴، اسد الغابہ (ابن اثیر) ج ۲ ص ۳۸، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۲ ص ۴۸۱ ط بیروت افست و مروج الذہب (مسعودی) ج ۲ ص ۳۵۸۔

(۳۱۳) رجوع کریں مقاتل (ابوالفرج اصفہانی) ص ۴۳، نقش عائشہ در تاریخ اسلام (علامہ عسکری) ج ۱ و کتاب الجمل (شیخ مفید) ص ۸۳۔۸۴۔

اگر آپ فرمائیں تو میں انھیں کی سرگذشت کے چند نمونے پیش کروں جن سے آپ کو اندازہ ہو کہ اسکے اور امیر المومنین علیہ السلام کے درمیان کتنا فاصلہ تھا جناب عائشہ فرماتی ہیں کہ:

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مرض کی زیادتی ہوئی اور اذیت بہت بڑھ گئی تو آپ اس حالت میں گھر سے باہر تشریف لے گئے کہ آپ نے دو آدمیوں کا سہارا لیا ہوا تھا اور آپ کے پیر زمین پر گھسٹتے جارہے تھے جن دو آدمیوں کا آپ سہارا لے کر نکلے تھے ان میں ایک تو عباس بن عبد المطلب تھے اور دوسرا ایک اور شخص تھا۔

عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے اس کا ذکر کیا تو انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم جانتے ہو وہ دوسرا شخص کون تھا۔ جس کا نام عائشہ نے نہیں لیا۔ کہا: نہیں۔ کہا: وہ علی علیہ السلام تھے۔

پھر عبداللہ بن عباس نے کہا:

علی علیہ السلام کی کوئی اچھائی عائشہ کو بھلی معلوم نہیں ہوتی تھی (۳۱۴)

جب جناب عائشہ کو امیر المومنین علیہ السلام کی کوئی خوبی گوارا نہ تھی اور وہ ان لوگوں کے ساتھ علی علیہ السلام کا نام لینا پسند نہ کرتی تھیں جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک قدم چلے تو وہ علی علیہ السلام کے وصی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کو بیان کرنا کیسے پسند کرسکتی تھیں جو تمام خوبیوں کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔

---

(۳۱۴) رجوع کریں:

السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۳ ص ۳۴۴ والطبقات (ابن سعد) ق ۲ ج ۲ ص ۲۹ (باسند صحیح) ط لیدن وصحیح (بخاری) باب مرض النبی ووفاتہ ج ۵ ص ۱۳۹۔۱۴۰، افست دار الفکر بر ط استانبول۔ لیکن ابن عباس کا یہ جملہ کہ عائشہ کو علیؑ کی اچھائی بھلی معلوم نہ ہوتی تھی "بخاری" نے حذف کردیا ہے اور صرف پہلا حصہ ذکر کیا ہے بہرحال یہ تو حسب عادت ایسا کیا کرتے ہیں لیکن الطبقات (ابن سعد) نے با (سند صحیح) اسکا ذکر کیا ہے۔

امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند میں جناب عائشہ کی ایک حدیث، عطاء بن یسار سے نقل کی ہے۔
عطا بن یسار کہتے ہیں کہ:

ایک شخص جناب عائشہ کی خدمت میں آیا اور حضرت علی علیہ السلام اور جناب عمار کو گالیاں دینے لگا۔ اس پر جناب عائشہ بولیں علی علیہ السلام کو گالیاں دینے سے میں منع نہیں کرتی لیکن عمار کو گالیاں نہ دو، میں نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمار کے متعلق کہتے سُنا ہے کہ عمار وہ شخص ہیں کہ اگر انھیں دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا جائے تو وہ وہی اختیار کریں گے جو زیادہ بہتر اور زیادہ ہدایت و رشد کا موجب ہو (۳۱۵)

اللہ اکبر! عمار کو گالیاں دینے سے جناب عائشہ تو منع کریں۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صرف اس قول کی بنا پر کہ عمار کو اگر دو چیزوں میں اختیار دیا جائے تو وہ وہی اختیار کریں گے جو بہتر و افضل ہو۔ اور علی علیہ السلام کے متعلق ناسزا کلمات کہنے سے نہیں منع کرتیں۔ وہ علی علیہ السلام جو حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی ہیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولی ہیں، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ایسے ہیں جیسے جناب ہارون علیہ السلام، موسیٰ کے لیے تھے۔

حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمدم و ہمراز ہیں۔ امّت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ شہر علم کا دروازہ ہیں اور وہ ہیں جن کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوست رکھتے ہیں اور وہ بھی خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوست رکھتے ہیں۔ جو تمام مسلمانوں میں سب سے پہلے اسلام لائے، جنھوں نے سب سے پہلے ایمان قبول کیا، جو سب سے زیادہ علم کے مالک تھے، جن کے فضائل بے حساب ہیں۔

ایسے شخص کے متعلق بدگوئی سن کر منع نہیں کیا جاتا! افسوس ہوتا ہے کہ جیسے جناب عائشہ جانتی ہی نہ

---

(۳۱۵) رجوع کریں مسند (احمد بن حنبل) ج ٦ ص ۱۱۳ ط المیمنیہ مصر۔

تھیں کہ علی علیہ السلام کو خدا کے یہاں کیا منزلت حاصل ہے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں علی علیہ السلام کی کیا جگہ ہے؟ اسلام میں ان کا کیا درجہ ہے، انھوں نے اسلام کی راہ میں کتنی سختیاں جھیلی ہیں۔ کتنی آزمائشوں میں ثابت قدم رہے اور غالباً جناب عائشہ نے نہ تو امیر المومنین علیہ السلام کی شان میں نازل ہونے والی کلام مجید کی آیتیں سُنیں نہ احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ کم سے کم عمار کے برابر تو رکھتیں.

خدا کی قسم۔

جناب عائشہ کے اس جملہ نے تو مجھے حیران و ششدر کر دیا ہے اور میں بے حد متفکر ہو گیا ہوں جسمیں جناب عایشہ نے کہا کہ

میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا، جبکہ میں انھیں اپنے سینہ پر لٹائے ہوئے تھی۔ آپ نے طشت منگوایا، اس کی طرف جھکے۔ اسی حالت میں آپ کا انتقال ہو گیا اور مجھے خبر بھی نہ ہوئی۔ لہٰذا مجھے سمجھ نہیں آتی کہ علی علیہ السلام سے انھوں نے کہاں وصیت فرمائی تھی؟

مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس جملہ کے کس گوشے پر تبصرہ کروں، ان کا یہ فقرہ مختلف جہتوں سے قابل بحث ہے۔ کاش کوئی سمجھ سکتا کہ جناب عائشہ جسطرح حضرت کی موت کا منظر بیان فرماتی ہیں یہ کیونکر دلیل ہے کہ آپ نے وصیت نہ فرمائی۔ کیا جناب عائشہ کی رائے میں وصیت اسی وقت صحیح ہوسکتی ہے جب انسان مر رہا ہو ورنہ نہیں۔ یقیناً ایسا نہیں ہے بہر حال حقیقت کو جھٹلانے والے کی دلیل پست ہے خواہ وہ کوئی بھی ہو جیسا کہ خداوند عالم نے اپنی محکم کتاب میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔

كُتِبَ عَلَيكُم إِذَا احضَرَ أَحَدَكُم المَوتُ إن تَرَكَ خيراً الوَصِيَّةُ. (۳۱۶)

---

(۳۱۶) سورہ بقرہ (۲) آیہ ۱۸۰۔

تم لوگوں پر فرض قرار دیا گیا ہے کہ جب موت آئے تو مرنے سے پیشتر اچھی وصیت کر کے جاؤ۔

تو کیا جناب عائشہ کے خیال میں رسول ﷺ کتاب خدا کے خلاف عمل کرتے تھے؟ اس کے احکام سے بے رخی برتتے تھے؟۔

خدا کی پناہ!

جناب عائشہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ رسول ﷺ قدم بہ قدم قرآن کی پیروی کرتے ہیں۔ آپ کا ہر فعل اور ہر عمل کلام الٰہی کے مطابق ہے۔ کلامِ مجید کے اوامر ونواہی کی پابندی میں سب سے پیش پیش رہے۔ کلام مجید کی جملہ باتوں پر عمل کرنے میں درجۂ انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ یقیناً جناب عائشہ نے رسول ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے بھی سُنا ہوگا:

مسلمان شخص اگر ایک چیز بھی قابل وصیت رکھتا ہو تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اس چیز کے متعلق بغیر وصیت نامہ لکھے ہوئے دو راتیں گزار دے۔ (۳۱۷)

یقیناً یہ اور اس قسم کے دیگر ارشادات پیغمبر ﷺ بھی جناب عائشہ نے ضرور سنے ہوں گے کیونکہ دنیا جانتی ہے کہ وصیت کے متعلق آنحضرت ﷺ نے بڑے سخت احکام دیے ہیں اور یہ نہ تو آنحضرت ﷺ کے لیے جائز ہے اور نہ جملہ انبیاء میں سے کسی نبی کے لیے جائز رہا ہے کہ لوگوں کو تو کسی چیز کا حکم دیں اور خود اس حکم کی پابندی نہ کریں یا دوسروں کو تو کسی بات سے منع کریں مگر خود اس سے پرہیز نہ کریں۔ خداوند متعال کبھی ایسے شخص کو رسالت عطا نہیں کرتا۔

---

(۳۱۷) رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب الوصیۃ ج ۳ ص ۱۸۶ ط افست دار الفکر، صحیح (مسلم) کتاب الوصیۃ ج ۱۲ ص ۷۴ ط مصر باشرح نووی، موطأ (مالک) ج ۲ ص ۲۲۸ ط دار احیاء الکتب العربیہ و الفتح الکبیر (نبہانی) ج ۳ ص ۹۱۔

اور جوامام مسلم وغیرہ نے جناب عائشہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے نہ کوئی دینار چھوڑا، نہ درہم، نہ بکری نہ اونٹ نہ کسی چیز کے متعلق وصیت فرمائی۔

یہ بھی پہلی ہی حدیث کی طرح قابل قبول نہیں ہے۔ علاوہ اس کے اگر جناب عائشہ کا یہ مقصد ہے کہ آپ نے قطعی طور پر ایک چیز بھی نہ چھوڑی اور آپ ہر وصیت کیے جانے کے لائق چیز سے بالکل خالی ہاتھ تھے تو بھی صحیح نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ آپ دنیا کی فضولیات چھوڑ کر نہیں مرے جیسا کہ دنیا والے فضول چیزیں چھوڑ کر مرتے ہیں کیونکہ وہ دنیا کے سب لوگوں سے زیادہ زاہد تھے۔

آنحضرت ﷺ نے جس وقت دنیا سے انتقال کیا۔ (۳۱۸) اس وقت آپ کے ذمہ کچھ قرضے تھے، کچھ کیے ہوئے وعدے تھے، کچھ لوگوں کی امانتیں تھیں۔ جن کے متعلق آپ کا وصیت کرنا ضروری تھا۔ آپ نے اپنے بعد بس اتنا مال چھوڑا جس سے آپ کے دیون ادا ہو جائیں۔ آپ نے جن لوگوں سے وعدہ کر رکھا تھا۔ وہ وعدے پورے ہو جائیں اور ان دونوں سے جو کچھ بچ جائے وہ آپ کے ورثا کو ملے جیسا کہ صحیح روایات سے ثابت ہے کہ جناب سیدہ نے میراث پیغمبر ﷺ کا مطالبہ کیا تھا۔ (۳۱۹)

(۲) اس کے علاوہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعد ایسی قابل وصیت چیزیں چھوڑیں جیسی دنیا سے کوئی اٹھنے والا نہیں چھوڑتا۔

---

(۳۱۸) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۴ ص ۶۰ ح ۱۱۷۰ ط قدیم۔

(۳۱۹) رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب المغازی باب غزوہ خیبر ج ۵ ص ۱۷۷ ط محمد علی صبیح و مطابع الشعب، صحیح (مسلم) کتاب الجہاد باب "قول النبی لا نورث" (!) ج ۱۲ ص ۷۶ ط مصر با شرح نووی، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۶ ص ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۸ و ۲۳۲ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، کتاب ابو ہریرہ (سید شرف الدین) ص ۱۳۷، تاریخ (طبری) ج ۳ ص ۲۰۸ والنص والاجتہاد (سید شرف الدین) ص ۵۵۔۶۶۔

آپ اسی کو لے لیجیے کہ آپ نے دین خدا کو چھوڑا جس کی ابھی ابتدا ابتدا تھی۔ بالکل تازہ تازہ تھا۔ اور یہ بہ نسبت طلاء، نقرہ، مکان و جائیداد، کھیتی و مویشی کے وصی کا زیادہ محتاج وضرورتمند تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کوئی نہ کوئی وصی ضرور ہو جو آپ کی جگہ پر ان کے امور کا نگران ہو، یتموں اور بے آسرا لوگوں کی سرپرستی کرے، ان کے دینی و دنیوی حالات کا مدبر و منتظم ہو۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہ بات ناممکن تھی کہ وہ دین خدا کو جو ابھی گہوارہ میں تھا خواہشوں کے حوالے کر جاتے یا اپنی شریعت کی حفاظت کے لیے خیالات و آراء پر بھروسہ کر لیتے اور اپنا وصی مقرر نہ کر جاتے جسے آپ دین و دنیا کے امور کی نگرانی کے لیے وصیت کر جاتے اور جو آپ کا ایسا قائم مقام ہوتا جس پر پورا پورا بھروسہ کیا جا سکتا۔

حضرت رسولخدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعید ہے آپ اپنے ایتام یعنی تمام روئے زمین کے باشندوں کو مثل اس بکری کے چھوڑ جائیں جو جاڑے کی رات میں ادھر ادھر ماری ماری پھرے اور اس کا کوئی حفاظت کرنے والا چرواہا نہ ہو۔

اور پناہ بخدا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصیت نہ کر جائیں۔ حالانکہ اس وصیت کے متعلق ان پر وحی نازل ہو چکی تھی اور آپ اپنی امت کو وصیت کرنے کا حکم دے چکے تھے۔ سختی سے تاکید کر چکے تھے۔ لہٰذا وصیت سے انکار کرنے والوں کی عقل کان ہی نہیں رکھتی۔ چاہے انکار کرنے والے بڑی شخصیت کے مالک ہی کیوں نہ ہوں۔

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابتدائے دعوت اسلام میں جب کہ مکہ میں ابھی اسلام اچھی طرح ظاہر بھی نہیں ہوا تھا اور وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَکَ الْاَقْرَبِیْنَ والے دن (۳۲۰) یعنی دعوت عشیرہ کے موقع پر امیر المومنین علیہ السلام کو اپنا وصی مقرر فرمایا۔ جیسا کہ ہم پہلے مفصلاً بیان کر چکے ہیں۔

---

(۳۲۰) سورہ شعراء (۲۶) آیہ ۲۱۴۔ نیز رجوع کریں حاشیہ نمبر ۹۱۔

اس کے بعد بھی بہ تکرار آپ کو وصی فرماتے رہے اور جب موقع ملا یکے بعد دیگرے اپنے ارشادات کے ذریعے (جس کا ذکر ہم سابق میں کر چکے ہیں) وصیت پر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کا وقت آیا تو آپ نے ارادہ کیا کہ ہم اب تک علی علیہ السلام کے متعلق لفظی طور پر جن باتوں کی تاکید کرتے رہے ہیں قولاً جو کچھ ان کے متعلق کہا ہے اب بصورت تحریر وصیت نامہ بھی علی علیہ السلام کو لکھ دیں تا کہ اب تک جو کچھ کہا یا بیان کیا ہے اس کی تاکید وتوثیق ہو جائے۔ قلم سے لکھ کر قطعی طور پر طے کر دوں۔ اسی وجہ سے آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ:

اِیْتُوْنِی اَکْتُبُ لَکُمْ کِتَاباً لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَہٗ اَبَداً.

میرے پاس قلم دوات لاؤ۔ میں ایسا وصیت نامہ تمھارے لیے لکھ جاؤں کہ پھر تم کبھی گمراہ نہ ہوسکو۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جملہ سُن کر لوگ آپس میں جھگڑنے لگے۔ حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جھگڑنا کہاں تک مناسب ہے؟۔ بعض کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معاذ اللہ ہذیان کہہ رہے ہیں۔ (۳۲۱) جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سُنا تو آپ نے یقین کر لیا کہ ان کے اس فقرے کے بعد وصیت نامہ لکھنا بیکار ہے۔ تحریر کا کوئی اثر نہ ہوگا، مگر یہ کہ فتنہ بڑھ جائے آپ نے ان سے فرمایا کہ:

میرے پاس سے اٹھ جاؤ اور آپ زبانی طور پر اب تک جو کچھ کہہ سکے تھے اسی پر اکتفا کیا پھر بھی آپ نے چلتے چلاتے لوگوں کو تین باتوں کی وصیت فرمائی۔

ایک تو یہ کہ علیؑ کو اپنا ولی مقرر کر دیں۔

---

(۳۲۱) رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب الجہاد والسیر باب جوائز الوفد ج۴ ص۸۵ ط مطابع الشعب وط محمد علی صبیح وصحیح (مسلم) کتاب الوصیۃ ج۱۱ ص۸۹۔۹۳ ط مصر باشرح نودی۔

دوسرے یہ کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے باہر نکال دیں۔

تیسرے یہ کہ جس طرح آپ وفد بھیجا کرتے تھے وہ بھی وفد بھیجتے رہیں۔

لیکن اس زمانے کی سیاست اور حکومت محدثین کو کب اجازت دے سکتی تھی کہ وہ وصیت کے پہلے جز کو بیان کرتے۔لہٰذا محدثین نے بات یہ بنائی کہ پہلی بات ہم بھول گئے ہیں۔

امام بخاری نے اس حدیث کے آخر میں جس میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلم دوات مانگنا اور لوگوں کا کہنا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہذیان کہہ رہے ہیں، میں لکھتے ہیں۔

ان کی اصل عبارت کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال کے وقت تین باتوں کی وصیت فرمائی۔ایک تو یہ کہ مشرکین کو جزیرۂ عرب سے نکال دو، دوسرے یہ کہ جس طرح میں وفد بھیجا کرتا تھا تم بھی بھیجنا

یہ لکھ کر کہتے ہیں کہ:

اور تیسری بات میں بھول گیا

اسی طرح امام مسلم اور جملہ ارباب سنن ومسانید نے ایسا ہی لکھا ہے۔(۳۲۲) جی ہاں یہ ایسا ہی کہا کرتے ہیں!

(۳) رہ گیا ام المومنین کا یہ دعویٰ کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جب وصال ہوا تو آپ ان کے سینہ پر تکیہ دیے ہوئے تھے۔ یہ ان احادیث کے معارض ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے ایسی حالت میں انتقال فرمایا کہ جب آپ اپنے بھائی، اور وصی (حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام) کی آغوش میں تھے۔

جیسا کہ ائمہ طاہرین علیہم السلام سے مروی متواتر احادیث کا بھی یہی فیصلہ ہے۔اور جہاں تک غیر

---

(۳۲۲) حاشیہ نمبر ۳۲۱ ملاحظہ فرمائیں۔

عترتِ معصومینؑ کی روایات ہیں ان میں چند درج ذیل ہیں۔ (۳۲۳)

ابن سعد نے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے:

کہ رسالت مآبؐ نے بیماری کی حالت میں فرمایا: میرے بھائی کو بلاؤ، یہ سُن کر میں آپ کے قریب آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اور نزدیک آؤ۔ میں اور نزدیک آ گیا۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا سہارا لیا اور آخر وقت تک مجھ پر سہارا کیے باتیں کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کا لعاب دہن بھی مجھ پر گرا اور اسی حالت میں آپ نے انتقال فرمایا (۳۲۴)

نیز بہت سے صاحبان سنن نے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آخری وقت مجھے علم کے ہزار باب تعلیم کیے ہر باب سے مجھ پر ہزار باب کھل گئے (۳۲۵)

---

(۳۲۳) رجوع کریں ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۳ ص ۱۴ ح ۱۰۲۷ و ۱۰۲۸، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۳۶ و ۱۲۲، شرح نہج البلاغہ (محمد عبدہ) ج ۳ ص ۳۸۹، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۰ ص ۲۶۵ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، الطبقات الکبری (ابن سعد) ج۔ ص ۲۶۲، و ۲۶۳ تاریخ المدینہ (سمہودی) ج ۱ ص ۲۳ و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۷ ص ۱۷۹ ط حیدر آباد۔

(۳۲۴) رجوع کریں الطبقات الکبری (ابن سعد) ج ۲ ق ۲ ص ۵۱ ط لیدن و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۴ ص ۵۵ ح ۱۱۰۷ ط حیدر آباد۔

(۳۲۵) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۰۰ ط ۲، فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی (مغربی) ص ۱۹ ط الاسلامیہ مصر، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۷۳ و ۷۷ ط اسلامبول، مطالب السؤول (ابن طلحہ شافعی) ج ۱ ص ۸۰، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۸۳ ح ۱۰۰۳، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۱۱۳، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۴۳ و فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۰۱۔

حضرت عمر کی یہ حالت تھی کہ جب آپ سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخری حالات زندگی وغیرہ کے متعلق پوچھا جاتا تو بس یہی کہتے کہ علی علیہ السلام سے جا کر پوچھو کیونکہ انھیں کے ہاتھوں تمام امور انجام پائے۔

جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت ہے کہ کعب الاحبار نے حضرت عمر سے پوچھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری کلام کیا تھا؟ حضرت عمر نے حسب دستور جواب دیا:

علی علیہ السلام سے پوچھو۔

کعب نے حضرت علی علیہ السلام سے آ کر پوچھا، حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ:

میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سینہ پر لٹایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے کاندھوں پر اپنا سر ڈال دیا اور فرمایا: الصلوٰۃ، الصلوٰۃ۔ نماز۔ نماز

کعب نے یہ سن کر کہا کہ تمام انبیاء کی آخری وصیت یہی ہوا کرتی ہے. اسی کی تاکید پر وہ مامور ہوئے اور اسی پر وہ رسول بنا کر بھیجے گئے.

کعب نے پھر حضرت عمر سے پوچھا کہ غسل کس نے دیا؟ آپ نے جواب دیا کہ:

حضرت علی علیہ السلام سے جا کر پوچھو۔

کعب نے پھر آ کر امیر المومنین علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ:

میں نے غسل دیا۔ (۳۲۶)

جناب ابن عباس سے پوچھا گیا کہ آپ نے دیکھا تھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انتقال فرمایا تو آپ کا سر کس کی آغوش میں تھا؟

---

(۳۲۶) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۴ ص ۵۵ ح ۱۱۰۶ ط او الطبقات الکبری (ابن سعد) ق ۲ ج ۲ ص ۵۱ ط لیدن۔

جناب ابن عباس نے کہا: ہاں! رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انتقال کیا تو آپ حضرت علی علیہ السلام کے سینے پر تکیہ کیے ہوئے تھے.

اس پر ان سے کہا گیا کہ:

عروہ تو جناب عائشہ سے یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ پر انتقال کیا۔

جناب ابن عباس سے اس کا انکار کیا اور کہا کہ:

کیا تمھاری عقل میں یہ بات آتی ہے؟ قسم بخدا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس حالت میں انتقال کیا کہ آپ علی علیہ السلام کے سینہ پر تکیہ کیے ہوئے تھے اور علی علیہ السلام ہی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل بھی دیا (۳۲۷)

اور ابن سعد نے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کی ہے:

کہ جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا تو آپ کا سر حضرت علی علیہ السلام کی گود میں تھا (۳۲۸)

اس کے متعلق تو ائمہ طاہرین سے بکثرت متواتر حدیثیں مروی ہیں. ائمہ طاہرین علیہم السلام سے انحراف کرنے والے بھی اس حقیقت کے معترف ہیں یہاں تک کہ ابن سعد نے شعبی سے روایت کی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انتقال کیا تو آپ کا سر امیر المومنین علیہ السلام کی آغوش میں تھا اور حضرت علی علیہ السلام ہی نے آپ کو غسل دیا۔ (۳۲۹)

امیر المومنین علیہ السلام بھرے مجمع میں اپنے سلسلہ تقریر میں اس کا ذکر کیا کرتے ہیں کہ

اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (جو کہ محافظ اور نگہدار اسرار پیغمبر ہیں) جانتے ہیں کہ میں نے کسی گھڑی

---

(۳۲۷) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۴ ص ۵۵ ح ۱۱۰۸ ط او الطبقات الکبری (ابن سعد) ق ۲ ج ۲ ص ۵۱ ط لیدن۔

(۳۲۸ و ۳۲۹) رجوع کریں الطبقات الکبری (ابن سعد) ق ۲ ج ۲ ص ۵۱ ط لیدن۔

خدااور رسول ﷺ کا کہنا نہیں ٹالا. میں نے ایسے ایسے مہلکوں میں اپنی جان پر کھیل کر رسول ﷺ کی جان بچائی . جہاں بڑے بڑے شجاعان عرب کے پیرا کھڑ گئے، قدم پیچھے ہٹ گئے یہ میری شجاعت وطاقت تھی جس سے خدا نے مجھے سرفراز فرمایا۔

اور آنحضرت ﷺ نے جب انتقال فرمایا تو آپ کا سر میرے سینے پر تھا اوران کی جان میرے ہاتھ میں آئی اور میں نے اپنے منہ پر (ہاتھ) پھیرا۔ میں ہی رسول ﷺ کے غسل کا منتظم ہوا جس میں ملائکہ میرے مددگار تھے. ملائکہ کی وجہ سے در و دیوار آوازوں سے گونجنے لگا. ایک گروہ آتا تھا دوسرا گروہ جاتا تھا. ان کی آوازوں کو میرے کانوں نے سنا. وہ آپ پر نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ میں نے آپ کو سپرد خاک کیا. لہٰذا مجھ سے زیادہ رسول ﷺ کا (آپ کی زندگی میں بھی اور آپ کے مرنے کے بعد بھی) کون حقدار ہوسکتا ہے۔ (۳۳۰)

اسی جیسے آپ کے وہ فقرات بھی ہیں جو آپ نے جناب سیّدہ علیہا السلام کو دفن کر کے کہے تھے.

سلام ہو آپ پر اے رسول ﷺ خدا! میری جانب سے بھی اور آپ کی دختر کی طرف سے بھی جو آپ کے جوار میں جلدی آ گئیں. اور آپ کی خدمت میں جلد پہنچ گئیں. یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اس پاکیزہ دختر کی جدائی پر دامن صبر ہاتھوں سے چھوٹا جا رہا ہے اور میرا صبر وضبط جواب دیے جا رہا ہے.

ہاں! آپ کی گراں تر جدائی اور آپ کی موت سے ہم پر سخت ترین مصیبت پڑی ہے. اس کو سوچتے ہوئے اس تازہ مصیبت پر صبر آتا ہے جب میں نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے آغوش لحد میں لٹایا اور میرے سر وسینہ پر آپ نے دم توڑا تو اتنی بڑی مصیبت جھیلنے کے بعد اب جو بھی مصیبت

---

(۳۳۰) رجوع کریں نہج البلاغہ، خطبہ ۱۹۵ با شرح (محمد عبدہ) ص ۳۸۰ ط مصر و با شرح (ابن ابی الحدید) ج ۱۰ ص ۱۹۰ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔

مجھ پر پڑے وہ سبک ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ. (۳۳۱)

اور جناب ام سلمہ سے یہ حدیث مروی ہے. آپ فرماتی ہیں:

قسم بخدا علی علیہ السلام آخری وقت تک رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں رہے. جس دن آپ کی رحلت ہوئی اس دن ہم لوگ آپ کی عیادت میں مصروف تھے اور آپ فرما رہے تھے.

علی علیہ السلام آئے ہیں؟ علی علیہ السلام آئے ہیں؟

جناب سیّدہ بولیں:

بابا جان معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے انھیں کسی ضروری کام سے بھیجا ہے. جناب ام سلمہ کہتی ہیں کہ تھوڑی دیر کے بعد حضرت علیؑ آئے. ہم لوگوں کو خیال ہوا کہ شاید رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہائی میں کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں. ہم سب وہاں سے اٹھ کر باہر چلے گئے لیکن میں سب سے زیادہ دروازے کے قریب بیٹھی تھی. میں نے دیکھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی علیہ السلام پر جھک گئے اور باتیں کرنا شروع کیں اور باتیں کرتے کرتے آپ نے انتقال فرمایا. لہٰذا علی علیہ السلام سب سے آخر تک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں باریاب رہنے والے تھے (۳۳۲)

اور جناب عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ رسالت مآبؐ نے جب بستر مرگ پر تھے فرمایا کہ

---

(۳۳۱) رجوع کریں نہج البلاغہ، خطبہ ۲۰۰ با شرح (محمد عبدہ) ص ۳۸۹ ط مصر و با شرح (ابن ابی الحدید) ج ۱۰ ص ۲۶۵ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔

(۳۳۲) رجوع کریں المستدرک (حاکم) ج ۳ ص ۱۳۸ افست بر ط حیدر آباد، تلخیص المستدرک (ذہبی) وہی صفحہ از مستدرک (اور اس کو صحیح مانتے ہوئے)، خصائص امیر المؤمنین (نسائی) ص ۴۰ ط التقدم العلمیہ مصر، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۳ ص ۱۶ ح ۱۰۲۹، ۱۰۳۰ و ۱۰۳۱، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۲۶۳ ط الحیدریہ، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ س ۱۱۲، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۲۸ ح ۳۷۴ ط ۲ والریاض النضرہ (طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۳۷ ط ۲۔

میرے بھائی کو بلاؤ. حضرت ابوبکر سامنے آئے تو آپ نے منہ پھیرلیا.

پھر آپ نے کہا کہ میرے بھائی کو بلاؤ. حضرت عثمان سامنے آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ پھیرلیا.

کوئی بڑھ کر حضرت علی علیہ السلام کو بلا لایا. جب علی علیہ السلام آئے تو آپ نے انھیں اپنی چادر میں لے لیا اور جھک کر باتیں کرنے لگے. جب حضرت علی علیہ السلام باہر آئے تو ان سے پوچھا گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ سے کیا کہہ رہے تھے؟

آپ نے کہا: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے علم کے ہزار باب سکھائے اور مجھ پر ہر باب سے ہزار باب کھل گئے. (۳۳۳)

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہی باتیں مناسب حال انبیاء ہیں اور جناب عائشہ جو کچھ فرماتی ہیں وہ تو ہوس پرستوں کے لیے زیادہ موزوں ہیں.

اگر کوئی چرواہا اس طرح مرے کہ اس کا سر اس کی بیوی کے سینہ پر ہو یا زانوں پر ہو اور وہ گوسفند تک کی حفاظت ونگہداشت کی وصیت نہ کرے تو یقیناً وہ زیاں کار اور تباہ و برباد کرنے والا ہوگا.

جناب عائشہ کو خدا معاف کرے کاش جب انھوں نے یہی طے کرلیا تھا کہ یہ فضیلت علی علیہ السلام کے لیے نہ ہونے پائے اور اس کو اپنے باپ کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ بیان کرتیں کہ میرے باپ کے سینے پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دم نکلا لیکن وہ اس کی نسبت اپنے باپ کی طرف دے بھی کیسے سکتی تھیں کیونکہ انھیں تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اسامہ کا ماتحت بنا کر لشکر کے ساتھ روانہ کیا تھا جو مدینہ کے باہر جا کر پڑاؤ کیے ہوئے تھا.

---

(۳۳۳) رجوع کریں ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۴۸۴ ح ۱۰۰۳ و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۶ ص ۳۹۲ ط ۱۔

بہر حال جناب عائشہ کا یہ کہنا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی گود میں دم توڑا صرف جناب عائشہ ہی کی طرف منسوب ہے فقط وہی اس کی بیان کرنے والی ہیں اور یہ قول کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کی گود میں دم توڑا بکثرت لوگوں کی طرف منسوب ہے. بہت سے بیان کرنے والے ہیں. جیسے حضرت علی علیہ السلام، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، شعبی، امام زین العابدین اور جملہ ائمہ طاہرین علیہم السلام لہٰذا یہ قول اپنی سند کے لحاظ سے بھی قابل ترجیح ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے بھی زیادہ مناسب ہے.

متلاشی

(ا) آپ حضرت ابوبکر کی بیعت پر امت کے اجماع کے متعلق کیا کہیں گے؟۔

آپ نے جتنی باتیں کہیں مان بھی لی جائیں کہ امیر المومنین علیہ السلام وصی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے اور آپ کے بارے میں صریح نصوص موجود ہیں تو آپ اس بات کا کیا جواب دیں گے کہ امّت نے حضرت ابوبکر کی بیعت پر اتفاق کرلیا. انھیں اجماعی طور پر خلیفہ تسلیم کرلیا اور امت کا اجماع قطعی حجت ہے کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ارشاد فرما چکے ہیں: لَاتَجتَمِعُ اُمَّتِي عَلَى الخَطَاءِ(۳۳۴)

کبھی میری امّت خطاء پر اجماع نہ کرے گی

نیز یہ بھی فرمایا: لَاتَجتَمِعُ اُمَّتِی عَلَی ضَلَالٍ.(۳۳۵)

میری امت کبھی بھی گمراہی پر اجماع نہ کرے گی۔

آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

---

(۳۳۴) رجوع کریں الغدیر (علامہ امینی) ج ۷ ص ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۵۰ و ۱۵۱۔

(۳۳۵) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱ ص ۱۸۵ ح ۱۰۳۰ و ۱۰۳۱ ط ۲ و الدرّ المنثور (سیوطی) ج ۲ ص ۲۲۲۔

حق شناس

(ا) کوئی اجماع نہیں ہوا۔

رسالت مآبؐ نے جو یہ فرمایا ہے کہ میری امت کبھی خطاء اور گمراہی پر کبھی اجماع نہ کرے گی اس کا مطلب یہ ہے کہ جس امر کو امت والے باہم رائے مشورہ کر کے اپنی پسند و اختیار سے اتفاق آراء سے طے کرلیں اس میں خطا و گمراہی نہ ہوگی.

حدیثوں کے دیکھنے سے یہی مطلب سمجھ میں آتا ہے اور کوئی دوسرا مطلب سمجھ میں نہیں آتا لیکن وہ امر جس کو امت کے صرف چند افراد طے کرلیں اور اس پر تل جائیں اور وہ اس پر اہل حل وعقد کو مجبور کریں تو اس کی صحت پر کوئی دلیل نہیں. اور نہ ہی گمراہی سے بچنے کی کوئی دلیل ہے.

ہم سب جانتے ہیں کہ سقیفہ کی بیعت باہمی مشورہ سے نہیں ہوئی. اس کے کرتا دھرتا تو حضرت عمر اور ابوعبیدہ اور چند گنتی کے افراد ان دونوں کے ساتھ تھے انھوں نے یہ طے کیا اور ناگہانی طور پر ارباب حل وعقد پر یہ چیز پیش کی. اس وقت کے حالات کی نزاکت نے مساعدت کی اور جو وہ چاہتے تھے ہوگیا.

خود حضرت ابوبکر نے صاف صاف لفظوں میں اقرار کیا ہے کہ میری بیعت باہمی مشورہ سے نہیں ہوئی. نہ غور وفکر کر کے سوچ سمجھ کے ہوئی. چنانچہ اپنی خلافت کے شروع شروع میں بطور معذرت خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے تو کہا کہ:

میری بیعت ناگہانی تھی. خدا نے اس کے شر سے محفوظ رکھا ورنہ مجھے تو فتنہ وفساد برپا ہونے کا بڑا خوف تھا(۳۳۶)

حضرت عمر نے بھی بھرے مجمع میں اس کی گواہی دی چنانچہ اپنے آخری زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن انھوں نے منبر رسول ﷺ پر جا کر کہا.(ان کا یہ خطبہ بہت مشہور ہے امام بخاری نے بھی اپنی صحیح بخاری میں نقل کیا ہے بطور ثبوت میں خود حضرت عمر کے اصل الفاظ پیش کرتا ہوں).

ثُمَّ اِنَّه بَلَغَنِي اَنَّ قَائِلاً مِنكُم يَقُولُ : وَاللهِ لَو مَاتَ عُمَر بَايعت فُلَاناً فَلَايَغتَرِنَّ امرؤ اَن يَقُولَ اِنَّمَا كَانَت بِيعَةُ أَبِى بَكَر فَلتَة وتَمَّت ، أَلَا وَاَنَّها قَد كَانَت كَذلِكَ وَلَكِنَّ اللهَ وَقَى شَرَّهَا اِلَى أَنْ قَالَ: مَنْ بَايَعَ رَجُلاً مِن غِير مَشوَرَةً فَلَايُبَايِع هُوَ وَلَا الَّذي بَايَعَه تَغرَّةً أَنَّ الانصَارَ خَالَفُونَا، وَاجتَمَعُوا بِأَسرِهِم فِى سَقِيفَةِ بَنِى سَاعِدَةً، وَخَالَفَ عَنَّا عَلِيٌ وَالزُّبَيرُ وَمَنْ مَعَهُمَا.

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم میں سے کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ اگر عمر مر گئے تو ہم فلاں کی بیعت کرلیں گے(۳۳۷) تو کوئی شخص اس غلط فہمی میں نہ

---

(۳۳۶) رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج۶ ص۴۷ ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل و انساب الاشراف (بلاذری) ج۱ ص۵۹۰ ط مصر۔

(۳۳۷) یہ جناب زبیر کی گفتگو ہے ان کی اصلی عبارت یہ تھی؛ خدا کی قسم اگر عمر مر گئے تو میں حضرت علی کی بیعت کروں گا۔ کیونکہ ابو بکر کی بیعت بھی ناگہانی تھی۔ اس عبارت کو اکثر شارحان صحیح بخاری نے ذکر کیا ہے مثلاً شرح عسقلانی ج۱۱ ص۳۵۲۔ اسی طرح بالذری نے انساب الاشراف میں نہ صرف اسے نقل کیا ہے بلکہ اس کی سند کو بھی بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے

رہے کہ حضرت ابو بکر کی بیعت ناگہانی طور پر ہوئی اور پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی. یہ ضرور ہے کہ ان کی بیعت یوں ہی انجام پذیر ہوئی لیکن خدا نے ہم لوگوں کو اس کے شر سے محفوظ رکھا نیز کہا: جب کوئی شخص جماعت سے الگ ہو کر بغیر رائے ومشورہ کے اپنی استبدادی رائے سے ایک شخص کی بیعت کرے تو پھر ان دونوں میں کوئی امام نہ بنایا جائے. نہ وہ بیعت کرنے والا اور نہ وہ بیعت کیا جانے والا. کیونکہ اس میں دھوکہ ہے ایسا نہ ہو دونوں مارے جائیں (۳۳۸)

بخاری حضرت عمر کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں.

جی ہاں لوگوں کا واقعہ یہ تھا کہ جب حضرت کا انتقال ہوا تو انصار نے ہماری مخالفت کی اور وہ سب کے سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور حضرت علی علیہ السلام وزبیر نے بھی ہم سے اختلاف کیا اور حضرت علی علیہ السلام وزبیر کے ہواخواہ بھی برگشتہ رہے۔

اس کے بعد آپ نے سقیفہ کے اندر جو اختلافات رونما ہوئے جو آوازیں بلند ہوئیں جس کی وجہ سے اسلام میں تفرقہ پڑ گیا ان کی طرف اشارہ کیا اور یہ کہ ہم نے اس موقع پر حضرت ابو بکر کی بیعت

---

(۳۳۸)

یہ حضرت عمر کی انتہائی مشہور گفتگو ہے اور اسے اکثر حافظان حدیث نے ذکر کیا ہے رجوع کریں: شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۲ ص ۲۶ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، الصواعق المحرقۃ (ابن حجر) ص ۲۱ ط المیمنیہ مصر، الملل النحل (شہرستانی) درحاشیہ الفصل (ابن حزم) ج ۱ ص ۲۲ ط مصر

کر لی.(۳۳۹)

روایات اور تاریخ کی بناء پر یہ بات بالکل بدیہی معلوم ہوتی ہے کہ اہل بیتؑ رسالتؐ کا ایک فرد بھی سقیفہ کے اندر موجود نہ تھا بلکہ سب کے سب حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں جمع تھے اور ان کے ساتھ ساتھ جناب سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، زبیر، خزیمہ بن ثابت، ابیؑ ابن کعب، براء بن عازب، خالد بن سعید بن عاص اموی کے علاوہ ان جیسے اور بھی بہت سے لوگ وہاں موجود تھے تو جب یہ سب کے سب بیعت کے موقع پر موجود ہی نہ تھے تو کس طرح اجماع تمام اور کامل ہوسکتا ہے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اہل بیتؑ کنارہ کش رہے جن کی حیثیت امت کے درمیان ایسی ہے جیسے بدن میں سر اور چہرے پر آنکھیں۔ جو ثقل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے خزانہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، کتاب خدا کے ہم پلہ تھے، امت کی نجات کا سفینہ تھے، امت کے لیے باب حطہ تھے، گمراہی وضلالت سے جائے امان تھے، ہدایت کا علم تھے. جیسا کہ ہم گزشتہ اوراق میں ذکر کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی عظمت اور مقام استدلال سے بے نیاز ہے۔ اور اس حقیقت کی عقل اور وجدان گواہی دیتے ہیں۔

---

(۳۳۹) رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب الحدود باب "رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت" ج۴ص۱۱۰ ط المیمنیہ مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج۲ص۲۳، ۲۶و۲۹ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، السیرۃ النبویہ (ابن ہشام) ج۴ص۲۲۶ ط دار الجیل، النہایہ (ابن اثیر جزری شافعی) ج۳ص۴۶۶ ط بیروت با تحقیق طناحی، تاریخ (طبری) ج۳ص۲۰۵، الکامل (ابن اثیر) ج۲ص۳۲۷، الصواعق المحرقہ (ابن حجر) ص۵و۸ ط المیمنیہ مصر، تاج العروس (زبیدی حنفی) ج۱ص۵۶۸، لسان العرب (ابن منظور) ج۲ص۳۷۱، تاریخ الخلفاء (سیوطی) ص۶۷ والسیرۃ الحلبیہ (برہان الدین شافعی) ج۳ص۳۶۰و۳۶۳۔ ودر الغدیر (علامہ امینی) ج۵ص۳۷۰ از مسند (احمد بن حنبل) ج۶ص۵۵، انساب الاشراف (بلاذری) ج۵ص۱۵، تیسیر الوصول (ابن ربیع) ج۲ ص۴۲و۴۴، الریاض النضرہ (محب الدین طبری) ج۱ص۱۶۱، تاریخ (ابن کثیر) ج۵ص۲۴۶ وتمام المتون (صفدی) ص۱۳۷۔

بخاری و مسلم نے اپنی اپنی صحیح میں اور ان کے علاوہ بکثرت دوسرے محققین نے لکھا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام بیعت سے کنارہ کش رہے. اور آپ نے بیعت نہ کی (۳۴۰).

البتہ جب جناب سیدہؑ کا انتقال ہوگیا. چھ مہینہ کے بعد وقت کی نزاکت اور ملت اسلامیہ کی خیر خواہی نے آپ کو مجبور کیا تو آپ نے مصالحت کرلی.

اس سلسلے میں جناب عائشہ سے ایک حدیث مروی ہے۔ جس میں جناب عائشہ نے صاف صاف تصریح کی ہے کہ جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا ابوبکر سے ناراض ہوگئیں اور حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد

---

(۳۴۰) رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب المغازی باب غزوہ خیبر ج ۵ ص ۱۷۷ ط مطابع الشعب و ط محمد علی صبیح، صحیح (مسلم) الجہاد والسیر ج ۱۲ ص ۷۷ ط مصر باشرح نووی، الامامۃ والسیاسہ (ابن قتیبہ) ج ۱ ص ۱۱۔۱۳ ط مصطفیٰ محمد مصر، مروج الذہب (مسعودی) ج ۲ ص ۳۰۲، تاریخ (طبری) ج ۳ ص ۲۰۸، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) ج ۲ ص ۳۲۷ و ۳۳۱، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۳۷۰ ط الحیدریہ، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۲ ص ۱۸ ط ۱ مصر، الصواعق المحرقہ (ابن حجر) ص ۸ ط المیمنیہ مصر والعقد الفرید (ابن عبدربہ) ج ۵ ص ۲۵۹۔

وہ لوگ جنہوں نے ابوبکر کے ساتھ بیعت نہیں کی: ۱۔ عباس بن عبدالمطلب ۲۔ عتبۃ بن ابی لہب ۳۔ سلمان فارسی ۴۔ ابوذر غفاری ۵۔ عمار بن یاسر ۶۔ مقداد ۷۔ براء بن عازب ۸۔ ابی بن کعب ۹۔ سعد بن ابی وقاص ۱۰۔ طلحہ بن عبیداللہ ۱۱۔ زبیر بن عوام ۱۲۔ خزیمۃ بن ثابت ۱۳۔ فروۃ بن عمرو انصاری ۱۴۔ خالد بن سعید بن عاص ۱۵۔ سعد بن عبادہ انصاری آپ نے بیعت نہیں کی یہاں تک کہ حضرت عمر کے دور میں شام میں وفات پائی۔ ۱۶۔ فضل بن عباس، اور ان سے بڑھکر حضرت علی (علیہ السلام) اور تمام بنی ہاشم تھے۔ رجوع کریں العقد الفرید (ابن عبدربہ) ج ۴ ص ۲۵۹۔۲۶۰ ط ۲، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱ ص ۱۳۱۔۱۳۴ ط ۱ مصر، مروج الذہب (مسعودی) ج ۲ ص ۳۰۱، اسد الغابہ (ابن اثیر) ج ۳ ص ۲۲۲، تاریخ (طبری) ج ۳ ص ۲۰۸، الکامل (ابن اثیر) ج ۲ ص ۳۲۵ و ۳۳۱، تاریخ (یعقوبی) ج ۲ ص ۱۰۳ و ۱۰۵، سمط النجوم العوالی (عاصمی مکی) ج ۲ ص ۲۴۴ و السیرۃ الحلبیہ (علی بن برہان الدین حلبی) ج ۳ ص ۳۵۶۔

مرتے دم تک اس سے گفتگو نہ کی (۳۴۱) اور جب حضرت علی علیہ السلام نے ان لوگوں سے مصالحت فرمائی تو یہ بھی کہہ دیا کہ ان لوگوں نے میرے حق خلافت کو غصب کر کے زبردستی کی ہے حدیث میں صرف مصالحت کا ذکر ہے.

اس کی کوئی تشریح نہیں کی لہذا آپ نے صلح کرتے وقت ان کی بیعت نہیں کی تھی. آپ نے ابوبکر سے خطاب کر کے جو ارشاد فرمایا تھا آپ نے اس میں کس قدر مکمل اور بے پناہ احتجاج فرمایا تھا.

فَاِنْ کُنْتَ بِالْقُربٰی حَجَجْتَ خَصِیمَهُم

فَغَیرُکَ اَولیٰ بِالنَّبِیِّ وَاَقْرَبُ

وَاِن کُنْتَ بِالشُّوریٰ مَلَکْتَ اُمُورَهُم

فَکَیفَ بِهٰذَا الْمُشِیرُونَ غُیَّبُ

اگر تم نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ ظاہر کر کے مخالفین کو قائل کیا تو تمہارا غیر یعنی میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ قرابت رکھتا ہوں. رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مجھ کو زیادہ حق پہنچتا ہے اور اگر رائے مشورہ کر کے تم امت کے معاملات کے مالک بن بیٹھے تو یہ رائے مشورہ کیسا جبکہ رائے مشورہ دینے

---

(۳۴۱) رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب المغازی باب غزوہ خیبر ج ۵ ص ۱۷۷ ط مطابع الشعب و ط محمد علی صبیح، صحیح (بخاری) نیز باب الجہاد و السیر باب فرض الخمس ج ۴ ص ۴۲ افست دار الفکر بر ط استانبول، صحیح (بخاری) نیز کتاب الفرائض "باب قول النبی لا نورث" (!) ج ۸ ص ۳ افست دار الفکر بر ط استانبول، صحیح (مسلم) کتاب الجہاد و السیر 'باب قول النبی لا نورث' (!) ج ۱۲ ص ۷۷ ط مصر باشرح نووی، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۳۷۰ ط الحیدریہ، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۲ ص ۱۸ ط امصر، الصواعق المحرقہ (ابن حجر) ص ۸ ط المیمنیہ مصر و تاریخ (طبری) ج ۳ ص ۲۰۸۔

والے ہی غائب تھے.(۳۴۲)

ایسی ہی دلیل جناب ابن عباس نے جناب ابو بکر سے احتجاج کرتے ہوئے پیش کی تھی.ان دونوں کے درمیان اس طرح مکالمہ ہوا تو جناب ابن عباس نے فرمایا:

اگر تم نے حضرت رسول ﷺ کے ذریعے سے قرابت جتا کر یہ خلافت حاصل کی ہے تو تم نے ہم لوگوں کا حق چھینا ہے کیونکہ تم سے زیادہ ہم رسول ﷺ سے قرابت رکھتے ہیں اور اگر مومنین کے ذریعہ تم نے یہ خلافت حاصل کی ہے تو مومنین میں تو ہم مقدم ہیں اگر مومنین کے توسط سے یہ خلافت تمھیں پہنچتی ہے تو جب ہم ہی ناپسند کرتے ہیں ہم ہی تمھیں خلیفہ بنانے پر راضی نہیں تو پھر یہ خلافت کیسی؟(۳۴۳)

بہر حال جب پیغمبر ﷺ کے چچا پیغمبر ﷺ کے باپ کے بھائی یہ صراحت فرمائیں، رسولؑ کے چچازاد بھائی رسول ﷺ کے ولی اور بھائی اور دوسرے تمام قرابتدار اس سے بے تعلقی ظاہر کریں تو اجماع کہاں سے ہو گیا؟

---

(۳۴۲) یہ دونوں شعر نہج البلاغہ میں موجود ہیں اور ابن ابی الحدید نے انکی وضاحت شرح نہج البلاغہ کی چوتھی جلد صفحہ ۳۱۹ پر کی ہے۔

(۳۴۳) رجوع کریں الامامۃ والسیاسۃ (ابن قتیبہ) ص ۱۵ ط مصطفیٰ محمد مصر، تاریخ (یعقوبی) ج ۲ ص ۱۰۴ و شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ا ص ۲۲۱ ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل۔

متلاشی

(۱) اہل سنت کہتے ہیں کہ اجماع اختلاف دور ہونے کے بعد ہوا تھا۔

اہل سنت اس سے انکار نہیں کرتے کہ بیعت مشورہ سے نہیں ہوئی وہ تسلیم کرتے ہیں کہ بالکل ناگہانی اور دفعۃً ہوئی. اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس موقع پر انصار نے مخالفت کی اور وہ سعد کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور یہ بھی ٹھیک ہے کہ بنی ہاشم بھی اس بیعت کے مخالف تھے اور مہاجرین و انصار میں جو بنی ہاشم کے طرفدار تھے انھوں نے بھی مخالفت کی اور سب حضرت علی علیہ السلام ہی کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے۔

لیکن وہ یہ کہتے ہیں کہ امر خلافت آخر میں حضرت ابو بکر کے لیے پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا اور آخر کار سب نے انھیں امام بنانا پسند کر لیا. لہٰذا جب سب نے امام بنانا پسند کر لیا تو وہ نزاع بھی برطرف ہو گیا. اختلافات ایک ساتھ دور ہو گئے اور سب نے جناب ابو بکر کا بوجھ بٹانے اور خیر خواہی کرنے پر اتفاق کر لیا. لہٰذا جس سے حضرت ابو بکر نے جنگ کی سب نے اس سے جنگ کی اور جس سے ابو بکر نے صلح کی سب نے اس سے صلح کی اور ان کے اوامر و نواہی اور احکامات کو جاری کیا اور کسی نے بھی ان کی اطاعت سے گریز نہیں کیا لہٰذا اس بنا پر اجماع مکمل ہو گیا اور خلافت کی بیعت صحیح ہوئی. اس سلسلے میں آپ کیا جواب دیں گے؟

حق شناس

(ا) اجماع بھی نہیں ہوا اور نزاع بھی دور نہ ہوا.

مسلمانوں کا حضرت ابوبکر کا بوجھ بٹانے اور ظاہر و باطن میں ان کی خیر خواہی پر اتفاق کر لینا اور چیز ہے اور اجماع کے ذریعہ عقد خلافت کا صحیح ہونا دوسری چیز ہے. ان دونوں میں نہ تو عقلی تلازم ہے نہ شرعی! کیونکہ امیر المومنین علیہ السلام اور آپ کی اولاد میں سے ائمہ طاہرین علیہم السلام کا اسلامی حکومتوں کے ساتھ جو مناسب طرز عمل رہا ہے. وہی ہم لوگوں کا بھی مسلک ہے.

آپ نے جو کچھ کہا ہے اس کے جواب کی تفصیل عرض کرتا ہوں.

امت اسلام کو اس وقت تک سر بلندی حاصل نہیں ہو سکتی. جب تک ایک ایسی سلطنت نہ ہو جو مسلمانوں کی شیرازہ بندی کرے، ان کے اختلافات و پراگندگی کو دور کرے، سرحدوں کی حفاظت کرے، مسلمانوں کے حالات پر کڑی نظر رکھے اور یہ سلطنت اسی وقت استوار ہو سکتی ہے جب خود رعایا اپنی جان و مال سے اس کا بوجھ بٹائے، حکومت سے تعاون کرے اگر زمام سلطنت کا شرعی حاکم یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحیح جانشین و نائب کے ہاتھ میں رہنا ممکن ہو تو بس وہی فرماں روا ہو گا کوئی دوسرا نہیں اور اگر ایسا نہ ہو سکے اور مسلمانوں پر شرعی حاکم کے علاوہ کوئی دوسرا مسلط ہو جائے اور کسی صورت میں بھی اصلی وارث کو (خلافت) دینے پر آمادہ نہ ہو اور اس کے ساتھ جنگ کرنے سے تفرقہ

پھیلنے کا خطرہ ہو یا وحدت اسلام جیسی اساس ختم ہو جائے یا بیگانوں کے مسلط ہونے کا خطرہ ہو، ہر ایسے معاملہ میں جس میں اسلام کی عزت وشوکت کا مسئلہ ہو، یا سرحدوں کی حفاظت اور ملک میں امن وامان کا مسئلہ ہو تو اس صورت میں امت اسلام پر واجب ہے کہ وہ بادشاہ سے تعاون کرے.

حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا یہی طرز عمل رہا ہے اور آپ کی نسل سے جو ائمہ طاہرین علیہم السلام ہوئے ان کا مسلک بھی یہی رہا. انہوں نے مسلسل صبر کا دامن تھامے رکھا حالانکہ ان کی حالت اس جیسی ہو رہی تھی جس کے گلے میں ہڈی پھنسی ہوئی ہو اور آنکھوں میں خس وخاشاک پڑے ہوں، دم گھٹ رہا ہو، آنکھیں جل رہی ہوں مگر وہ صبر کے ساتھ برداشت کرتے رہے. تا کہ امت والوں کا بھلا ہو، شوکت اسلام محفوظ رہے۔

اس وجہ سے یہ لوگ انتہائی تلخی کے باوجود حکام وقت کے سامنے صبر سے کام لیتے رہے حالانکہ ان کے حق غصب کرنے کے بعد یہ کام تلخ تر تھا اس کے باوجود ہدایت ورشد کے راستے دیکھاتے رہے حالانکہ انکی خلافت وحکومت پر قبضہ تیز دھار چاقو سے دل زخمی کر دینے سے بڑھکر تھا. یہ سب کچھ پیمان الٰہی سے وفا کے طور پر کرتے رہے اور یہ ہمیشہ تعارض کے وقت مہم تر کو مہم پر مقدم کرتے رہے.

اسی وجہ سے امیر المومنین علیہ السلام نے خلفاء ثلاثہ میں سے ہر ایک کے ساتھ سچے دل سے خیر خواہی کی. ہمیشہ ان کو مشورہ دیتے رہے. خلافت ثلاثہ کے زمانہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے حالات وطرز عمل کا جائزہ لیجیے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے حق سے ناامید ہونے اور جانشینی رسولؐ سے مایوس ہونے کے باوجود آپ نے مصالحانہ روش رکھی اور شاہان وقت سے صلح وآشتی کو اپنا وطیرہ بنایا.

آپ دیکھتے تھے کہ مسند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیروں کے قبضہ میں ہے حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے حوالہ کر گئے تھے. مگر پھر بھی ان سے آمادۂ پیکار نہ ہوئے. اپنا حق لینے پر کمربستہ نہ ہوئے. صرف اسی لیے تا کہ امت کا بھلا ہو. دین پر آنچ نہ آئے. آپ نے آغاز سے قطع نظر کر کے انجام کو ترجیح

دی. آخرت کو دنیاوی ریاست پر ترجیح دی۔ اس کے لیے آپ کو جو مشقتیں جھیلنی پڑیں جن ہولناک مرحلوں سے گزرنا پڑا کسی اور کے ساتھ یہ باتیں پیش نہ آئیں.

آپ کے دوش پر دو ایسے گراں بوجھ تھے جو آپ کو تھکا رہے تھے. ایک جانب خلافت رسولؐ تمام نصوص و تاکیدات پیغمبر ﷺ کے ساتھ دل کو خون کر دینے والی آواز اور جگر کو چاک چاک کر دینے والی کراہ کے ساتھ آپ سے فریاد کر رہی تھی آپ کو بے چین بنائے جارہی تھی (۳۴۴)

دوسری طرف فتنہ و فساد کے اُٹھتے ہوئے طوفان سہائے دے رہے تھے.

جزیروں کے ہاتھ سے نکل جانے، عرب میں انقلاب عظیم برپا ہونے اور اسلام کے بیخ و بن سے اکھڑ جانے کا اندیشہ تھا مدینہ و اطراف مدینہ کے عرب منافقین (جنھیں قرآنی نص میں منافق کہا گیا بلکہ یہ تو کفر و نفاق میں بہت سخت تھے) خدائی حدود میں نا آگاہ لوگوں میں سزاوار تر تھے (۳۴۵) حضرت رسول ﷺ کی آنکھ بند ہونے کے بعد ان کا اثر بہت بڑھتا رہا. اور مسلمانوں کی حالت بالکل اس بھیڑ بکری جیسی تھی جو جاڑے کی تاریک راتوں میں بھیڑیوں اور درندوں کے درمیان بھٹکتی پھرے.

مسیلمہ کذاب، طلحہ بن خویلد اور سجاح بنت حارث جیسے جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہو چکے تھے اور ان کے ماننے والے اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی پر تلے ہوئے تھے. قیصر و کسریٰ وغیرہ تاک میں تھے.

غرض اور بھی بہت سے دشمن عناصر جو محمد و آل محمد ﷺ اور پیروان محمد ﷺ کے خون کے پیاسے تھے اور کلمۂ اسلام سے خار کھاتے تھے بڑا غم و غصہ اور شدید بغض و عناد رکھتے تھے یہ تمام گروہ

---

(۳۴۴) حاشیہ نمبر ۹۱، ۹۲، ۹۴، ۹۸، ۹۹ ملاحظہ فرمائیں۔

(۳۴۵) سورہ توبہ (۹) آیہ ۹۷۔

اس فکر میں تھے کہ کسی طرح اسلام کی بنیاد منہدم ہو جائے .اور جڑ اکھڑ جائے اور اس کے لیے ان میں بڑی تیزی پیدا ہو چکی تھی .وہ سمجھتے تھے کہ ہماری آرزوئیں بر آئیں .رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اٹھ جانے سے موقع ہاتھ آیا.لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور قبل اس کے کہ ملتِ اسلامیہ کے امور میں نظم پیدا ہو، حالات استوار ہوں اس مہلت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے .

اب آپ اندازہ فرمائیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کے قدم ان خطروں کے درمیان تھے .ایک طرف حق مٹ رہا تھا، خلافت ہاتھوں سے جارہی تھی دوسری طرف اسلام تباہ و برباد ہو رہا تھا لہٰذا فطری وطبعی طور پر امیر المومنین علیہ السلام کے لیے بس یہی راہ نکلتی تھی کہ اسلام کی زندگی کے لیے اپنے حق کو قربان کر دیں.عام مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر اپنی محرومی گوارا کر لیں ۔

لہٰذا اس نزاع کا ختم ہونا اور حضرت ابو بکر اور آپؑ کے درمیان اختلافات کا بر طرف ہو جانا صرف دین اسلام کی تباہی اور مسلمانوں کی بربادی کے خوف کی وجہ سے تھا آپ، آپ کے تمام گھر والوں، مہاجرین وانصار میں آپ کے طرفداروں نے اس طرح صبر کیا جیسے وہ شخص صبر کرتا ہے جسکی آنکھوں میں خس خاشاک پڑے ہوں اور گلے میں ہڈی پھنس گی ہو.

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیر المومنین علیہ السلام کے مرتے دم تک کی تقریریں، خطبے، گفتگوئیں، اس سلسلے میں بیّن ثبوت ہیں اور اس کے متعلق ائمہ طاہرین علیہم السلام سے متواتر حدیثیں موجود ہیں.(۳۴۶)

لیکن انصار کے سردار سعد بن عبادہ نے تو حضرت ابو بکر وعمر سے آخر تک مصالحت ہی نہ کی.ان

---

(۳۴۶) رجوع کریں الاحتجاج (طبرسی) ج ا و ۲ ط نجف، بحار الانوار (علامہ مجلسی) ج ۲۸ باب ۴ ص ۱۷۵، تلخیص الشافی (شیخ طوسی) ج ۳ ص ۴۷ ۔ ۵۷ ط الآداب، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۳۰۶ ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل ۔ نیز حاشیہ نمبر ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۳۹۷، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵ بھی ملاحظہ فرمائیں ۔

میں اور شیخین میں کبھی میل ہی نہ ہوا عید کے موقع پر نہ جمعہ کی نماز میں۔ کسی جماعت میں بھی یہ شیخین کے ساتھ شریک نہ ہوئے انھوں نے کبھی ان دونوں حضرات کی باتوں پر کان نہ دھرا اور نہ ان کے اوامر ونواہی کا اثر ان کے دل پر ہوا. بالآخر حضرت عمر کے عہد خلافت میں، مقام حوران پر جناب سعد اچانک طور پر قتل کر ڈالے گئے اور مشہور کیا گیا کہ انہیں جن نے مار ڈالا ہے. (۳۴۷)

انھوں نے سقیفہ کے دن اور اس کے بعد بھی جو باتیں کہیں ان کا ذکر ضروری معلوم نہیں ہوتا. (۳۴۸) سعد بن عبادہ کے اصحاب جیسے حباب بن منذر وغیرہ (۳۴۹)۔

---

(۳۴۷) سعد بن عبادہ۔ ابو ثابت ان لوگوں سے ہیں جو ''بیعت عقبہ'' ''جنگ بدر'' وغیرہ میں شریک تھے اور وہ طایفہ خزرج کے رئیس و سرپرست، زعیم، سخاوتمند اور انصار کے بزرگ تھے۔

ابوبکر کی بیعت نہ کرنے کے سلسلے میں رجوع کریں تاریخ (طبری) ج ۳ ص ۲۲۲، الاستیعاب (ابن عبدالبر) در حاشیہ الاصابہ (ابن حجر) ج ۲ ص ۴۰، الاصابہ (ابن حجر عسقلانی) ج ۲ ص ۳۰، العقد الفرید (ابن عبد ربّہ) ج ۴ ص ۲۵۹ و ۲۶۰ ط لجنۃ التألیف والنشر مصر، الامامہ والسیاسہ (ابن قتیبہ) ج ۱ ص ۱۰، مروج الذہب (مسعودی) ج ۲ ص ۳۰۱، اسد الغابہ (ابن اثیر) ج ۲ ص ۲۸۴ و ج ۳ ص ۲۲۲، ۲۲۳ و ۳۳۱، الکامل (ابن اثیر) ج ۳ ص ۳۳۱، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۱۰ و ۱۱ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔

(۳۴۸) رجوع کریں تاریخ (طبری) ج ۳ ص ۲۱۸_۲۲۲، الکامل (ابن اثیر) ج ۲ ص ۳۲۸ و ۳۳۱ و الامامہ والسیاسہ (ابن قتیبہ دینوری) ج ۱ ص ۱۰۔

(۳۴۹) حباب بن منذر انصار کے بزرگان، روٴسا اور شجاعان سے تھا۔ انہوں نے جنگ ''بدر'' و ''اُحُد'' کے علاوہ دوسری جنگوں میں شرکت کی نیز وہ رئیس و سرپرست خزرج بھی تھے۔ ان کا شمار انصار کے سخاوتمندوں اور بزرگوں میں ہوتا تھا۔

رجوع کریں الامامۃ والسیاسہ (ابن قتیبہ) ج ۱ ص ۵ و ۶، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۸ و ۹ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، تاریخ (طبری) ج ۳ ص ۲۲۰ و الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) ج ۳ ص ۳۲۹ و ۳۳۰۔

اور دیگر انصار نے بھی خوشی خوشی بیعت نہیں کی. بلکہ ان سے زبردستی بیعت لی گئی اور وہ جبر وتشدد کے آگے سر جھکانے پر مجبور ہو گئے (۳۵۰) لہذا تلوار کی باڑھ سے ڈرا کر یا گھر میں آگ (۳۵۱) لگا کر زبانیں خاموش کر دی جائیں. مجمع کو ہمنوا بنا لیا جائے تو کیا ایسی بیعت واقعی ہو گی؟ اور ایسا اجماع اس اجماع کا مصداق ہو گا جس کے متعلق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

لا تَجْتَمِعُ اُمَّتِي عَلَى الخَطَاءِ

میری امّت کبھی خطا پر جمع نہ ہو گی۔

---

(۳۵۰) رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۹، ۱۱، ۱۹، ۴۰، ۴۷، ۴۸ و ۴۹ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔

(۳۵۱) یہ دھمکی کہ اس گھر کو گھر والوں کے ساتھ ہی آگ لگا دیں گے متواتر اور قطعی ہے۔

رجوع کریں الامامۃ والسیاسہ (ابن قتیبہ دینوری) ج ۱ ط مصطفیٰ محمد مصر، العقد الفرید (ابن عبد ربہ مالکی) ج ۴ ص ۲۵۹ و ۲۶۰ ط لجنۃ التألیف والنشر مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۴۸ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، تاریخ (طبری) ج ۳ ص ۲۰۲ والملل والنحل (شہرستانی) در حاشیہ الفصل (ابن حزم) ج ۱ ص ۷۳ ط مصر۔ و در کتاب عبداللہ بن سبأ (علامہ عسکری) ج ۱ ص ۱۰۸ از: انساب الاشراف (بلاذری) ج ۱ ص ۵۸۶، تاریخ (ابن شحنہ) ص ۱۶۴ در حاشیہ الکامل (ابن اثیر) ج ۷، و در الغدیر (علامہ امینی) ج ۷ ص ۷۷ از تاریخ (ابی الفداء) ص ۱۵۶ و اعلام النساء (عمر رضا کحالہ) ج ۳ ص ۱۲۰۷۔

حضرت ابوبکر کے افسوس کے سلسلے میں رجوع کریں تاریخ (طبری) ج ۳ ص ۴۳۰ ط دار المعارف مصر، مروج الذہب (مسعودی) ج ۲ ص ۳۰۱، الامامۃ والسیاسہ (ابن قتیبہ) ج ۱ ص ۱۸، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۵۱ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل والعقد الفرید (ابن عبد ربہ) ج ۴ ص ۲۶۸ ط لجنۃ التألیف والنشر۔ و در کتاب عبداللہ بن سبأ (علامہ عسکری) ج ۱ ص ۱۰۶ از: کنز العمال (متقی ہندی) ج ۳ ص ۱۳۵، منتخب الکنز العمال (متقی ہندی) حاشیہ مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۷۱، الأموال (ابوعبیدہ) ص ۱۳۱، لسان المیزان ج ۴ ص ۱۸۹، ترجمہ ابی بکر از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی)، و تاریخ (ذہبی) ج ۱ ص ۳۳۸۔

متلاشی

یہ کیسے ممکن ہے کہ صحابہ کرام حضرت امیر المومنینؑ کے متعلق نص سنکر اس سے رو گردانی کریں؟

اہل سنت صحابہ کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر ونواہی کی مخالفت سے پاک سمجھتے ہیں. وہ اطاعت و فرمانبرداری اور احکام کی بجا آوری کے علاوہ اور کسی چیز کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔لہذا کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام کی امامت کے متعلق پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صریح اعلان سنیں اور اس سے روگردانی کریں اور وہ بھی ایک مرتبہ نہیں بلکہ تین مرتبہ.

حق شناس

(۱) بعض نصوص سے اصحابہ کرام کی روگردانی کی وضاحت۔

(۲) حضرت کا حق نہ ملنے کے باوجود صبر وشکر کرنے کی دلیل۔

(۱) اکثر صحابہ کی سیرت کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ وہ ان نصوص پر عمل پیرا ہوتے تھے اور ان احکام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرتے تھے جو صرف دین کے متعلق ہوتے تھے اور اخروی امور سے مختص ہوتے۔ جیسے حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ ماہِ رمضان میں روزے رکھنے واجب ہیں۔ قبلہ رخ ہونا نماز کی حالت میں ضروری ہے۔ یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ دن میں اتنی نمازیں واجب ہیں اور رات میں اتنی۔ ہر نماز کی اتنی رکعتیں ہیں اور نماز کا طریقہ یہ ہے یا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم کہ خانہ کعبہ کا سات، مرتبہ طواف کرنا چاہیئے۔ غرض اسی جیسے اور دیگر ارشادات واحکام پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو خالص اُخروی نفع سے مختص ہیں، ان کی تو وہ اطاعت کرتے تھے۔

لیکن پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ ارشادات جن کا تعلق سیاست سے ہوتا تھا جیسے حکام وافسران کا تقرر، سلطنت کے قوانین وقواعد کی ترتیب وتدوین، امور مملکت کا نظم وانتظام، فوجی بھرتی، لشکر کی روانگی

وغیرہ جیسے امور میں وہ پیغمبر ﷺ کے اقوال وارشادات کی تعمیل ضروری نہیں سمجھتے تھے. بلکہ اپنی سوچ سمجھ کو بھی دخل دیتے تھے اور اپنی نظر وفکر اور اجتہاد کے لیے بھی گنجائش باقی رکھتے.

لہٰذا جب بھی انھوں نے دیکھا کہ مخالفتِ رسول ﷺ میں ہماری قدر ومنزلت بڑھے گی یا ہماری حکومت کو نفع پہنچے گا انھوں نے فوراً رسول ﷺ کے حکم کو پس پشت ڈال دیا.

انھیں یہ ظن غالب پیدا ہو چکا تھا کہ عرب والے حضرت علی علیہ السلام کے سامنے سر نہ جھکائیں گے اور رسول ﷺ نے ان کی خلافت کا جو اعلان کیا ہے تو وہ رسول ﷺ کی بات بھی نہ مانیں گے کیونکہ علی علیہ السلام نے راہ خدا میں انھیں اچھی طرح تہ تیغ کیا ہے اور خدا کا بول بالا کرنے کے لیے اپنی تلوار سے ان کے خون کی ندیاں بہائی ہیں. حق کی مدد کرنے میں ان سے ہمیشہ برسر پیکار رہے یہاں تک کہ سرکش وضدی کافروں کی تمام کوششیں رائیگاں ہوئیں اور خدا کا حکم غالب ہو کے رہا. لہٰذا ان حالات میں جب تک عرب والوں پر تشدد نہ کیا جائے وہ علی علیہ السلام کی اطاعت نہ کریں گے اور جب تک طاقت کا استعمال نہ کیا جائے وہ نص پیغمبر ﷺ کے آگے سر نہ جھکائیں گے.

اہل عرب کی عادت وفطرت میں یہ بات داخل تھی کہ اگر ان کا کوئی شخص قتل کر دیا جاتا تو جب تک اس کا انتقام نہ لے لیتے چین سے نہ بیٹھتے. زمانۂ پیغمبر ﷺ میں اسلام نے نہ معلوم کتنے کافروں کا خون بہایا. ان سب کا انتقام وہ حضرت علی علیہ السلام سے لینے کی فکر میں تھے کیونکہ رسول ﷺ کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد آپ کے خاندان میں سوا حضرت علی علیہ السلام کے کوئی شخص ایسا نہیں تھا جس سے ان تمام جانوں کا بدلہ لیا جا سکتا. کیونکہ عرب ہمیشہ خاندان کے سب سے بہتر فرد اور ممتاز ہستی سے انتقام لیا کرتے تھے۔

اور حضرت علی علیہ السلام بنی ہاشم میں سب سے بہتر بھی تھے اور رسول ﷺ کے بعد مسلماً افضل وممتاز بھی تھے. اسی وجہ سے اہل عرب آپ کے متعلق زمانہ کی گردشوں کے منتظر رہے. تمام امور الٹ پلٹ کر دیے. آپ سے اور آپ کی اولاد سے پوری پوری کاوشیں دل میں رکھیں، آفتیں ڈھائیں.

نیز قریش کو بالخصوص اور اہل عرب کو بالعموم حضرت علی علیہ السلام کی طرف سے اس بات کا بڑا غم وغصہ تھا کہ آپ دشمنان خدا کو سختی سے کچل ڈالتے اور جو شخص حدود الٰہی سے تجاوز کرتا اور حرمت خداوندی برباد کرتا اسے دردناک سزا دیتے تھے. عرب والے ڈرتے تھے کہ اگر علی علیہ السلام حاکم ہو گئے تو اچھے کاموں کا بڑی سختی سے حکم دیں گے اور بری باتوں سے روکنے میں سختی کریں گے.

وہ رعایا میں کوئی امتیاز روا نہ رکھیں گے. ہر ایک سے عادلانہ سلوک کریں گے. ہر معاملہ میں سب کو برابر سمجھیں گے. ان سے کسی بات کی طمع ہی نہیں رکھی جا سکتی اور نہ کسی کی من مانی ہو گی. جب تک وہ ان سے حق وصول نہ کر لیں قوت و طاقت والے ان کے نزدیک ضعیف و ذلیل رہیں گے اور حقیر و ناتواں ان کے نزدیک قوی و عزیز ہوں گے جب تک ان کا حق نہ دلوا دیں.

لہٰذا ایسے شخص کے آگے عرب والے کیونکر راضی خوشی سر جھکانا پسند کرتے حالانکہ قرآن ان کے متعلق فرما رہا ہے.

وہ کفر و نفاق میں انتہا کو پہنچے ہوئے اور اس قابل ہیں کہ خدا کی نازل کردہ حدود کو نہ پہنچانیں۔(۳۵۲)

اور نیز فرمایا:

مدینہ کے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو نفاق میں بہت سخت ہیں تم ان کو نہیں جانتے ہو لیکن ہم خوب جانتے ہیں۔(۳۵۳) بہرحال ان کے درمیان بغض و کینہ رکھنے والے جاسوس بھی ہیں وہ ہر وقت مسلمانوں میں شر و فساد برپا کرنے میں تیار رہتے ہیں.

قریش اور کل عرب حضرت علی علیہ السلام سے انتہائی حسد رکھتے تھے. دل میں جلتے رہتے تھے. خداوند عالم

---

(۳۵۲) سورہ توبہ (۹) آیہ ۹۷۔

(۳۵۳) سورہ توبہ (۹) آیہ ۱۰۱۔

نے امیر المومنین علیہ السلام کو جو غیر معمولی شرف بخشا تھا کہ امیر المومنین علیہ السلام علم و عمل میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک اس درجہ پر فائز تھے جس پر پیغمبر اور صاحبان خرد ہی پہنچ سکتے تھے جبکہ دوسرے بڑے نام و نمود والے محروم رہے، اپنے مخصوص کمالات و خصوصیات کی وجہ سے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ کو وہ منزلت حاصل ہوئی جس کے لیے ہر دل میں تمنائیں کروٹیں لے رہی تھیں.

اسی وجہ سے حسد کے بچھو منافقین کے دلوں میں رینگنے لگے اور تمام فاسقین و ناکثین و قاسطین و فارقین تُل گئے کہ ہم عہد و پیمان توڑ کے رہیں گے. لہٰذا جو کچھ نصوص، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے تھے سب کو انھوں نے پس پُشت ڈال دیا اور یوں بُھلا بیٹھے جیسے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کچھ کہا ہی نہ تھا.

اسی طرح تمام قریش اور عرب دل سے خوش تھے کہ خلافت ہمارے قبیلوں میں باری باری گھومتی رہے گی. انھیں اس کی بڑی طمع تھی لہٰذا انھوں نے یہ نیت کر لی کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی علیہ السلام کی خلافت کے لیے جتنے عہد و پیمان کیے ہیں سب توڑ دیے جائیں. محکم ارادہ کرلیا. کمر باندھ لی کہ علی علیہ السلام کی خلافت کے جتنے قول و قرار ہوئے ہیں سب کو شکست و ریخت کر کے رہیں گے لہٰذا انھوں نے باہم اتفاق کرلیا کہ تمام نصوص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فراموش کر دی جائیں، پکا پیمان کرلیا کہ بھولے سے بھی کبھی ان نصوص کو یاد نہ کریں گے آپس میں طے کرلیا کہ ہم خلافت کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقرر کردہ جانشین اور معین کردہ ولیعہد کے ہاتھ میں نہ جانے دیں گے.

لہٰذا انھوں نے خلافت کو اختیار و انتخاب پر موقوف کیا. الیکشن کے ذریعہ خلیفہ مقرر کرنا طے کیا تا کہ جتنے قبائل ہیں ان میں سے ہر قبیلہ کو خلافت پانے کی امید رہے خواہ کچھ مدت بعد ہی.

اگر وہ لوگ نصوص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرتے، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم مانتے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام کو مقدم سمجھتے تو اہلبیت علیہم السلام سے کبھی خلافت باہر نہ جاتی کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غدیر خم اور دیگر مواقع پر اہلبیت علیہم السلام کو کتابِ خدا کے لازم و ملزوم بنا چکے تھے. قیامت کے دن تک انہیں ارباب

عقل وہوش کے لیے نمونۂ عمل قرار دیا تھا.

لہٰذا اہل بیت علیہم السلام سے خلافت نکلتی ہی نہیں اور عرب یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ خلافت ایک ہی گھر میں منحصر رہے خصوصاً ان کا برداشت کرنا اس وجہ سے زیادہ مشکل تھا کہ جملہ قبائل کے دل میں خلافت کی ہوس تھی اور ہر خاندان اس کا آرزومند تھا.

نیز ہر وہ شخص جس نے ابتدائے عہد اسلام میں قریش وعرب کی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ عربوں نے ہاشمی نبوت کے آگے سر نہ جھکایا. سرور کائنات جو بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے کی نبوت اس وقت تک تسلیم نہ کی جب تک انہیں شکست نہ دی گئی. جب تک ان کی ساری قوت زائل نہ ہوئی اور سارا کس بل نہ نکل گیا تو وہ یہ کیونکر پسند کر سکتے ہیں کہ نبوت وخلافت دونوں کی دونوں بنی ہاشم ہی میں منحصر رہیں. خود حضرت عمر نے ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباس سے گفتگو کرتے ہوئے کہا تھا کہ عرب والوں نے ناپسند کیا کہ تم میں نبوت بھی رہے اور تم میں خلافت بھی. (۳۵۴)

(۲) سلف صالحین کے لئے ممکن ہی نہ تھا کہ ان لوگوں کو نص کا پابند بنائیں. وہ ڈرتے تھے کہ اگر ان سے مقاومت کی جائے تو کہیں یہ اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں. اور اگر ان حالات میں اختلافات رہے تو کہیں بُرے نتائج رونما نہ ہوں. رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی دلوں کا کھوٹ آشکار ہو چکا تھا. رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی کے باعث منافقین کی شوکت اور زور پکڑ رہی تھی. کافروں کے نفوس سرکش ہو چکے تھے اور ارکان دین میں تزلزل پیدا ہو چکا تھا.

مسلمانوں کے دل شکستہ تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ان کی حالت بالکل اس بھیڑ بکری کی طرح

---

(۳۵۴) رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۲ ص ۵۲ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) ج ۳ ط دار صادر و تاریخ (طبری) ج ۴ ص ۲۲۳ ط دار المعارف مصر۔

ہورہی تھی جو جاڑے کی تاریک راتوں میں بھیڑیوں اور وحشی درندوں کے درمیان بھٹکتی پھرے.
عرب کی اکثر جماعتیں مرتد ہوچکی تھیں. دوسرے لوگ بھی مرتد ہو جانے کا تہیہ کر رہے تھے جیسا کہ پہلے وضاحت کر چکا ہوں. لہٰذا ان حالات میں امیر المومنین علیہ السلام ڈر رہے تھے کہ اگر میں لوگوں کے امور اپنے ہاتھ میں لینے کی جدوجہد کرتا ہوں تو بڑی تباہی پھیلے گی. فتنہ وفساد پڑنے اور مسلمانوں کا نظم تباہ ہونے کا خطرہ تھا لوگوں کی اندرونی کیفیت بتا چکا ہوں۔ اور منافقین کی حالت کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے۔ منافقین غیظ وغضب کے مارے انگلیاں چبارہے تھے، مرتد ہونے والوں کا وہ عالم، کافروں کا وہ اٹھتا ہوا طوفان، انصار مہاجرین کی مخالفت پر کمر بستہ تھے اور ان سے جدا ہو گئے تھے اور کہہ رہے تھے.

ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں سے (۳۵۵).

لہٰذا اس ہنگامے کے خیال نے امیر المومنین علیہ السلام کو مجبور کیا کہ وہ خلافت کے مطالبہ سے دستبردار ہو کر کنارہ کش ہو جائیں کیونکہ آپ کو اچھی طرح یقین تھا کہ ان حالات میں اگر میں خلافت کا مطالبہ کرتا ہوں تو امت کے لیے بڑا خطرہ پیدا ہو جائے گا. دین پر بڑی تباہی آئے گی. لہٰذا آپ نے اسلام اور عامۃ المسلمین کی بھلائی کو مقدم رکھا اور آخرت کو بہتر سمجھتے ہوئے طاقت کے ذریعہ خلافت کا مطالبہ نہ کیا اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دی. حضرت خانہ نشین تو ہو گئے لیکن بیعت نہ کی، اگرچہ آپ کو زور و جبر کے ساتھ گھر سے نکالا بھی گیا (۳۵۶).

---

(۳۵۵) رجوع کریں تاریخ (طبری) ج ۴ ص ۲۱۸، ۲۱۹ و ۲۲۰ ط دار المعارف مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۶ و ۹ ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل و تاریخ (یعقوبی) ج ۲ ص ۱۰۲۔

(۳۵۶) رجوع کریں العقد الفرید (ابن عبد ربہ مالکی) ج ۴ ص ۲۳۵ ط لجنۃ التألیف والنشر مصر و شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۳ ص ۴۱۵ چاپ بیروت۔

اور آپ اپنے حق کی حفاظت کے لیے لوگوں سے احتجاج فرماتے رہے. اگر آپ بیعت کر لیتے تو لوگوں پر حجت قائم نہ ہوتی. آپ نے وہ طرز عمل اختیار کیا جس سے دین پر آنچ بھی نہ آئی اور آپ کا حق خلافت بھی محفوظ رہا.

یہ کام آپ کی بالغ رائے، صائب النظری اور حلم و بردباری کا پتہ دیتا ہے لہذا آپ ان حالات میں ان جیسا بلند اور وسیع القلب شخص دیکھا سکتے ہیں؟ کہ جسے خدا نے دین کی سب سے بڑی فضیلت سے نوازا ہے اور وہ اپنے حق سے دستبردار ہو جائے لیکن نتیجتاً ان دونوں راستوں میں سے اس عمل کو اختیار کرنا زیادہ مفید اور سودمند تھا کیونکہ تقرّب الٰہی بھی ان کے ساتھ ہی رہا.

رہ گئے خلفاء ثلاثہ اور ان کے ہوا خواہ، تو انھوں نے بھی خلافت امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق تمام نصوص کی جو تاویلیں کیں، معانی بدلے اور ایسا کرنے میں وہی اسباب کارفرما تھے جو ہم ابھی بیان کر چکے ہیں اور ان سے ایسا ہونا کوئی تعجب خیز بھی نہیں تھا، کیونکہ ہم ابھی آپ سے ذکر کر چکے ہیں کہ سیاست، ملک، حکام کا تقرر، قوانین سلطنت کی ترتیب و تدوین، امور مملکت کے نظم و انتظام کے متعلق حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو احکام و فرامین تھے ان کی تاویل کرنے اور اپنے اجتہاد سے کام لینے کے وہ کتنے ماہر تھے غالباً وہ خلافت کو مذہبی چیز سمجھتے ہی نہ تھے اسی وجہ سے مسئلہ خلافت میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت بھی ان کے نزدیک اہمیت نہ رکھتی تھی.

جب تمام خاطر خواہ امور انجام پا گئے، اور زمام خلافت پر دسترسی ہوگی، تو انھوں نے بڑی دور اندیشی سے ان نصوص کو محو کرنا شروع کیا اور جو شخص بھی بھولے سے ان نصوص کا ذکر کرتا یا اشارہ کرتا تو اس پر تشدد کرنے لگتے.

اور جب ان کو نظام سلطنت کی حفاظت، دین اسلام کی اشاعت ملکوں پر فتح یابی دولت و طاقت پر تسلط و اقتدار میسر ہوا اور خود کو عیش و عشرت میں نہ ڈالا تو انھیں بڑا فروغ ہوا. ان کی قدر بڑھ گئی. لوگ ان سے حسنِ ظن رکھنے لگے. دلوں میں ان کی محبت پیدا ہوتی گئی اور لوگوں نے ان نصوص کو بھلانا

شروع کیا.اور رفتہ رفتہ فراموش کرنے لگے.

ان کے بعد زمام حکومت بنی امیہ کے ہاتھوں میں آئی.ان کی اصلی غرض ہی یہی تھی کہ کسی طرح اہل بیت علیہم السلام نیست و نابود ہوں.تا کہ ان کے دل کو اس سے تشفی ہو.

مگر ان سب باتوں کے باوجود ہم تک صریح نصوص اور صحیح سنن و احادیث پہنچتے رہے.اور ہمارے لئے ،اثبات حق کے طور پر وہی روایات ہی کافی ہیں.

متلاشی

(۱) ان نصوص کو پیش کرنے کی درخواست جن پر صحابہ نے عمل نہیں کیا۔

آپ کی آخری گفتگو کو جتنا میں بعید سمجھتا تھا آپ نے معجزنہ طور پر اسے ثابت کر دکھایا اور ایسا واضح نقشہ کھینچ کر دکھا دیا کہ جس سے انسان حیرت میں ڈوب جاتا ہے. پاک ومنزہ ہے وہ ذات جس نے برہان کی شاخوں کو آپ کے لئے نرم اور بیان کی گرہوں کو سر تسلیم خم کیا ہے.

کاش آپ ان مواقع کی طرف اشارہ بھی فرما دیتے جہاں انہوں نے صریح نصوص کی خلاف ورزی کی تا کہ حقیقت اچھی طرح منکشف ہو جاتی اور ہدایت کا راستہ بخوبی واضح ہو جاتا. بہر حال میری درخواست ہے کہ کتب اخبار میں اہل سنت طریق سے ان کی سیرت اور شرح زندگی تفصیل سے بیان فرمائیے.

حق شناس

(۱) جمعرات کے دن کی مصیبت۔
(۲) جس کا پیغمبرؐ نے حکم دیا تھا، اس کی نافرمانی کے بعد عدول کرنے کی وجہ۔

(۱) جہاں ارشادات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی گئی وہ مواقع شمار سے باہر ہیں۔(۳۵۷) ان میں سے پنجشنبہ کے دن والا حادثہ عظمیٰ ہی کافی ہے جو مشہور ترین قضیوں اور سخت مصیبتوں میں سے ایک ہے. جسے تمام ارباب صحاح اور اصحاب سنن نے بیان کیا ہے اور تمام اہل سیر و مورخین نے نقل کیا ہے.

ان میں سے امام بخاری ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:

جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کا وقت قریب پہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گھر میں بہت سے اشخاص تھے جن میں حضرت عمر بھی تھے. حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

(۳۵۷) تقریباً ایک سو ایسے موارد جہاں ان لوگوں نے نص کی مخالفت کی دیکھیں: کتاب النص والاجتہاد (علامہ سید شرف الدین موسوی عاملی) دیا ترجمہ فارسی بنام ''اجتہاد در مقابل نص''

هَلُمَّ اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَاباً لا تَضِلُّوا بَعْدَهُ.

میرے پاس آؤ تا کہ میں تمھیں ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ میرے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو۔

اس پر حضرت عمر بولے کہ حضرت رسول ﷺ پر درد کا غلبہ ہے اور ہمارے پاس کلام مجید موجود ہے اور وہی ہمارے لیے کافی ہے. اس پر گھر میں جو لوگ تھے ان میں اختلاف ہو گیا آپس میں جھگڑنے لگے. بعض کہتے تھے کہ قلم و دوات کو حضرت رسول ﷺ کے قریب کر دو تا کہ رسولؐ ایسا نوشتہ لکھ دیں کہ پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو سکو اور بعض حضرت عمر کی ہمنوائی کر رہے تھے. جب اختلاف و تکرار کی صدائیں بلند ہوئیں تو حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ: ساری مصیبت یہ ہوئی کہ لوگوں نے باہم اختلاف کر کے شور و غل مچا کر حضرت رسولؐ کو وہ نوشتہ نہیں لکھنے دیا۔

اس حدیث کے صادر اور صحیح ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے. امام بخاری نے صحیح بخاری میں اس حدیث کو متعدد جگہوں پر ذکر کیا ہے. امام مسلم نے بھی اسے صحیح مسلم میں درج کیا ہے. امام احمد نے اپنے مسند میں ابن عباس سے اس حدیث کی روایت کی ہے. نیز جملہ اصحاب صحاح و ارباب سنن نے اس حدیث کو درج کیا ہے (۳۵۸) مگر ان سب نے الفاظ میں تصرف کر دیا ہے. مفہوم و

---

(۳۵۸) رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب المرضی باب قول المریض "قوموا عنی" ج ۷ ص ۱۵۶ ط محمد علی صبیح و ط مطابع الشعب، صحیح (مسلم) در آخر کتاب الوصیۃ ج ۱۱ ص ۹۵ ط مصر با شرح نووی، مسند (احمد بن حنبل) ج ۴ ص ۳۵۶ ح ۲۹۹۲ (با سند صحیح) ط دار المعارف مصر۔

معنی تو ایک ہی رکھا ہے مگر الفاظ بدل دیے ہیں کیونکہ حضرت عمر کے اصلی الفاظ یہ تھے:

اِنَّ النَّبِیَّ یَهْجُرُ......

رسول ﷺ ہذیان کہہ رہے ہیں

لیکن محدثین نے اس کے بجائے لکھا کہ

اِنَّ النَّبِیَّ قَدْ غَلَبَ عَلَیْهِ الْوَجَعُ

رسول ﷺ پر درد کا غلبہ ہے.

یہ اس لیے تا کہ عبارت تہذیب کے پیرائے میں ہو جائے اور حضرت عمر کے اس جملہ سے حضرت رسول ؐ کی اہانت میں کمی ہو جائے.

اس کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری نے کتاب السقیفہ میں جناب ابن عباس سے نقل کیا ہے. وہ لکھتے ہیں کہ

> جب حضرت رسول ﷺ کی وفات کا وقت پہنچا. گھر میں بہت سے لوگ موجود تھے جن میں حضرت عمر بھی تھے تو رسول ﷺ نے فرمایا: کہ میرے پاس کاغذ اور دوات لاؤ تا کہ میں تمھیں ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو. یہ سن کر حضرت عمر نے ایک فقرہ کہا جس کا مطلب یہ تھا کہ رسول ﷺ پر درد کا غلبہ ہے. اس کے بعد حضرت عمر نے کہا کہ ہم لوگوں کے پاس قرآن موجود ہے وہی ہمارے لیے کافی ہے. حضرت عمر کے یہ کہنے پر لوگوں میں اختلاف ہو گیا. باہم تکرار ہونے لگی بعض کہتے تھے کہ رسول ﷺ کو قلم دوات دے دو تا کہ آپ نوشتہ لکھ دیں اور بعض حضرت عمر جیسی بات کہہ رہے تھے. جب تکرار زیادہ بڑھی اور اختلاف حد سے تجاوز کرنے لگا تو حضرت رسول ﷺ کو غصہ

آ گیااور آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم میرے پاس سے اٹھ جاؤ(۳۵۹)

حدیث سے آپ کو صراحتاً یہ بات معلوم ہوگی کہ حضرت عمر نے حضرت رسول ﷺ کو جو جواب دیا تھا اس کے اصل الفاظ محدثین نے ذکر نہیں کیے ہیں بلکہ اس کا مطلب و مفہوم بیان کیا ہے. اس کا ثبوت اس سے بھی مل سکتا ہے کہ محدثین نے دوسرے موقع پر جہاں جواب دینے والے کا نام ذکر نہیں کیا وہاں جواب کے اصل الفاظ بیان کر دیے ہیں. چنانچہ امام بخاری صحیح بخاری میں روایت کرتے ہیں کہ:

ابن عباس کہتے تھے:

پنجشنبہ کا دن وہ پنجشنبہ کا دن کیا تھا!

یہ کہہ کر ابن عباس اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے زمین تر ہوگئی. پھر کہا کہ اسی پنجشنبہ کے دن رسول ﷺ کی تکلیف بہت بڑھ گئی تھی. آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے پاس کاغذ لاؤ کہ میں تمھیں نوشتہ لکھ دوں تاکہ پھر کبھی تم گمراہ نہ ہوسکو. اس پر لوگ جھگڑنے لگے حالانکہ نبیؐ کے پاس جھگڑنا نا مناسب نہیں ہے، لوگوں نے کہا کہ رسول ﷺ ہذیان کہہ رہے ہیں اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: دَعُونِی فَالَّذِی اَنَا فِیهِ خَیرٌ مِمَّا تَدْعُونِی اِلَیهِ. مجھے میرے حال پر چھوڑ دو میں جس حال میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بُلا رہے ہو، اور آنحضرت نے مرنے سے پہلے تین وصیتیں فرمائیں. کہ مشرکین کو جزیرہ عرب سے باہر نکال دو اور وفد بھیجنے کا سلسلہ اسی طرح باقی رکھو جس طرح میں بھیجا

---

(۳۵۹) رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۵۱ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔

کرتا تھا.راوی کہتے ہیں کہ تیسری وصیت میں بھول گیا.

اس حدیث کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں اور امام احمد نے اپنے مسند میں درج کیا ہے. نیز تمام محدثین نے اس کی روایت کی ہے.(۳۶۰)

امام مسلم نے صحیح مسلم میں ابن عباس سے ایک دوسرے طریقہ سے روایت کی ہے. ابن عباس کہتے تھے:

پنجشنبہ کا دن وہ پنجشنبہ کا دن کیا تھا!

پھر آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنا شروع ہوئے اور رخساروں پر یوں بہتے دیکھے گئے جیسے موتیوں کی لڑی ہو.اس کے بعد ابن عباس نے کہا کہ: رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میرے پاس دوات اور کاغذ یا لوح و دوات لاؤ. میں تمھیں ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ اس کے بعد پھر تم کبھی گمراہ نہ ہوگے. تو لوگوں نے کہا کہ رسولؐ ہذیان کہہ رہے ہیں۔(۳۶۱)

صحاح ستہ میں اس مصیبت کے ماحول پر نظر دوڑایئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ پہلا شخص جس نے اس دن آواز بلند کی کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہذیان کہہ رہے ہیں وہ حضرت عمر تھے انہوں نے سب سے پہلے

---

(۳۶۰) رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب الجهاد والسیر باب جوائز الوفد ج۴ ص۸۵ ط مطابع الشعب، صحیح (مسلم) کتاب الوصیۃ ج۱۱ ص۸۹۔۹۴ ط مصر با شرح نووی، مسند (احمد بن حنبل) ج۳ ص۲۸۶ ح۱۹۳۵ (باسند صحیح) و ج۵ ص۴۵ ح۳۱۱۱ ط دار المعارف مصر۔

(۳۶۱) رجوع کریں صحیح (مسلم) کتاب الوصیۃ ج۱۱ ص۹۴۔۹۵ ط مصر با شرح نووی، مسند (احمد بن حنبل) ج۵ ص۱۱۶ ح۳۳۳۶ (باسند صحیح) ط دار المعارف مصر، تاریخ (طبری) ج۳ ص۱۹۳ ط مصر و الکامل (ابن اثیر) ج۲ ص۳۲۰۔

رسول ﷺ کے متعلق یہ جملہ کہا. ان کے بعد حاضرین میں جو ہم خیال افراد موجود تھے انھوں نے حضرت عمر کی ہم نوائی کی.

آپ ابن عباس کا یہ فقرہ پہلی حدیث میں سُن چکے ہیں.

گھر میں جو لوگ موجود تھے آپس میں تکرار کرنے لگے. بعض کہتے تھے کہ رسول ﷺ کے پاس قلم دوات لادو تا کہ رسول ﷺ یہ نوشتہ لکھ جائیں کہ اس کے بعد پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو اور بعض حضرت عمر کی موافقت کر رہے تھے یعنی وہ بھی یہی کہہ رہے تھے کہ رسول ﷺ ہذیان کہہ رہے ہیں. (۳۶۲)

ایک دوسری روایت میں ہے جو طبرانی نے اوسط میں حضرت عمر سے بیان کی ہے کہ. حضرت عمر فرماتے تھے کہ: جب رسول ﷺ بیمار ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ

> میرے پاس کاغذ اور دوات لاؤ، میں ایسا نوشتہ لکھ دوں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو. اس پر پردے کے پیچھے سے عورتوں نے کہا تم سنتے نہیں کہ رسول ﷺ کیا کہہ رہے ہیں حضرت عمر کہتے ہیں کہ: اس پر میں بولا

---

(۳۶۲) ''جمعرات کی مصیبت'' کے بارے میں گذشتہ مدارک کے علاوہ رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب العلم ج ۱ ص ۳۹ ط مطابع الشعب وصحیح (بخاری) کتاب النبی الی کسری وقیصر باب مرض النبی ووفاتہ ج ۶ ص ۱۱ ط مطابع الشعب وتاریخ (طبری) ج ۳ ص ۱۹۲۔۱۹۳ وصحیح (بخاری) کتاب الجزیۃ باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب ج ۴ ص ۶۵۔۶۶ افست دار الفکر بر ط استانبول وصحیح (بخاری) کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ باب کراھیۃ الخلاف ج ۸ ص ۱۶۱ افست دار الفکر بر ط استانبول شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱ ص ۱۳۳ افست بیروت بر ط ۱ مصر، الملل والنحل (شہرستانی) ج ۱ ص ۲۲ ط بیروت والطبقات الکبری (ابن سعد) ج ۲ ص ۲۴۲۔۲۴۴۔

حضرت عمر کے اس بیان کہ: ''پیامبر ہذیان کہہ رہے ہیں''! رجوع کریں تذکرۃ الخواص سبط بن جوزی حنفی ص ۶۲ ط الحیدریہ وسرّ العالمین وکشف ما فی الدارین (ابو حامد غزالی) ص ۲۱ ط مطبعۃ النعمان۔

کہ تم یوسفؑ کے اطراف والی عورتیں ہو جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیمار پڑتے ہیں اپنی آنکھیں نچوڑ ڈالتی ہو اور جب تندرست رہتے ہیں تو گردن پر سوار رہتی ہو. اس پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ عورتوں کو چھوڑ دو، یہ تم سے بہتر ہیں (۳۶۳)

آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ یہاں صحابہ نے ارشاد پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں مانا. اگر مانا ہوتے تو ہمیشہ کے لیے گمراہی سے محفوظ ہو جاتے. کاش صحابہ یہی کرتے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بات ٹال جاتے نہ مانتے لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ جواب تو نہ دیتے کہ حَسْبُنَا کِتَابُ اللهِ ہمارے لیے کتاب خدا کافی ہے گویا جیسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہی نہ تھے کہ خدا کی کتاب مسلمانوں کے لیے کیا حیثیت رکھتی ہے؟ یا معاذ اللہ صحابہ، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کتاب خدا کے خواص وفوائد جانتے تھے. اس کے رموز و اسرار سے زیادہ واقف تھے. کاش اس پر ہی اکتفا کر لیتے. اسی حد پر آ کر باز رہ جاتے صرف یہی کہ حَسْبُنَا کِتَابُ اللهِ ہمیں کتاب خدا کافی ہے. یہ کہہ کر کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہذیان کہہ رہے ہیں رسولؐ کو ناگہانی صدمہ تو نہ پہنچاتے. رسولؐ چند گھڑی کے مہمان تھے آپ کا دم واپسیں تھا ایسی حالت میں ایذا رسانی کہاں تک مناسب تھی؟ کیسی بات کہہ کر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رخصت کر رہے تھے.

اور گویا معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح انھوں نے کتاب خدا کو کافی سمجھتے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کو ٹھکرا دیا اسی طرح انھوں نے کتاب خدا کا بیانگ دہل یہ اعلان بھی نہیں سنا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کچھ تمھیں دے دیں اس کو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو. (۳۶۴)

---

(۳۶۳) رجوع کریں الطبقات الکبری (ابن سعد) ج ۲ ص ۲۴۳-۲۴۴ و کنز العمال (متقی ہندی) ج ۳ ص ۱۳۸ ط ۱.

(۳۶۴) سورہ حشر (۵۹) آیہ ۷.

اوران کے یہ کہنے سے کہ رسول ﷺ ہذیان کہہ رہے ہیں، سے پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے خدا کا یہ ارشاد پڑھا ہی نہیں:

اِنَّهُ لَقَولُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي العَرشِ مَكِينٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ وَ مَا صَاحِبُكُم بِمَجْنُونٍ.

بے شک یہ قرآن ایک معزز فرشتہ جبرئیل کی زبان کا پیغام ہے جو بڑا قوی، اورعرش کے مالک کی بارگاہ میں بلند مرتبہ رکھتا ہے وہاں سب فرشتوں کا سردار و امانتدار ہے اور مکّے والوتمھارے ساتھی محمد ﷺ مجنون نہیں ہیں۔(۳۶۵)

نیز یہ ارشاد الٰہی:

اِنَّـهُ لَـقُولُ رَسُولٍ كَرِيمٍ وَمَا هُوَ بِقَولِ شَاعِرٍ قَلِيلاً مَا تُؤمِنُونَ وَلَابِقَولِ كَاهِنٍ قَلِيلاً مَا تَذَكَّرُونَ تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ العَالَمِينَ.

بے شک یہ قرآن ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا پیغام ہےاور یہ کسی شاعر کی بات نہیں تم لوگ تو بہت کم ایمان لاتے ہواور نہ کسی کاہن کی خیالی بات ہےتم لوگ تو بہت کم غور کرتے ہو سارے جہان کے پروردگار کا نازل کیا ہوا کلام ہے(۳۶۶)

اس آیت کا بھی ان لوگوں نے مطالعہ نہیں کیا تھا جس میں ارشاد الٰہی ہو رہا ہے:

مَاضَلَّ صَاحِبُكُم وَ مَاغَوىٰ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الهَوىٰ إن هُو اِلَّا

---

(۳۶۵)سورہ تکویر(۸۱) آیات ۱۹۔۲۲۔

(۳۶۶)سورہ حاقہ(۶۹) آیات ۴۰۔۴۳۔

وَحيٌ يُوحٰی عَلَّمَهُ شَدِيدُ القُوٰی

تمھارے ساتھی محمد ﷺ نہ گمراہ ہوئے ہیں اور نہ بہکے ہیں وہ تو اپنی نفسانی خواہش سے کچھ بولتے ہی نہیں یہ تو بس وحی ہے جو بھیجی جاتی ہے. ان کو بڑی طاقت والے نے تعلیم دی ہے (۳٦٧)

نیز اسی طرح کی اور دوسری واضح اور روشن آیتیں بھی نہیں سنیں جن میں صاف صاف تصریح ہے کہ رسول ﷺ ہر مہمل و بے ہودہ بات کہنے سے پاک و پاکیزہ ہیں.

اس کے علاوہ خود تنہا اور فقط عقل بھی رسول ﷺ سے مہمل اور بے ہودہ باتوں کا صادر ہونا محال و ناممکن سمجھتی ہے اصل بات تو یہ ہے کہ صحابہ اچھی طرح جانتے تھے کہ رسول ﷺ خلافت کی بات کو اور محکم کر دینا چاہتے ہیں. اور بالخصوص حضرت علی علیہ السلام اور بالعموم ائمہ طاہرین علیہم السلام کے خلیفہ و جانشین ہونے کے متعلق جتنے اعلانات کیے ہیں ان کی مزید تاکید کرنا مقصود ہے لہٰذا ایسی بات کہہ کر رسول ﷺ کی بات ہی کاٹ دی. جیسا کہ خود حضرت عمر نے اس کا اقرار و اعتراف کیا ہے. جب ان میں اور عبداللہ بن عباس کے درمیان خلافت کے مسئلہ پر گفتگو چھڑ گئی تھی. (۳٦٨)

اگر آپ رسول ﷺ کے اس قول پر کہ میرے پاس قلم دوات لاؤ تا کہ میں ایسا نوشتہ لکھ جاؤں کہ اس کے بعد ہرگز تم گمراہ نہ ہو اور حدیث ثقلین میں رسول ﷺ کے اس فقرہ پر کہ:

میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم ان سے تمسک رکھو گے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے.

---

(۳٦٧) سورہ نجم (۵۳) آیات ۲-۵۔

(۳٦٨) حضرت عمر کے اس اعتراف کے سلسلے میں کہ میں نے نوشتہ لکھنے میں اس لئے رکاوٹ ڈالی تھی کہیں آنحضرتؐ حضرت علیؑ کی حکومت کا نہ لکھ دیں۔ رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید معتزلی) ج ۱۲ ص ٩٧ سطر ۳ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔ حاشیہ نمبر ۴۲۰ اور اسکا متن بھی ملاحظہ فرمائیں

ایک کتاب خدا دوسرے میری عترت (۳۶۹)

ان دونوں فقروں پر آپ نظر کریں تو آپ پر یہ حقیقت منکشف ہوگی کہ دونوں حدیثوں میں رسولؐ کا مقصود ایک ہی ہے. اب بیماری کی حالت میں حدیث ثقلین میں جو واجب کیا تھا، اس کی تفصیل بتانا چاہتے تھے.

(۲) لیکن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوشتہ لکھ کر کیوں نہیں دیا۔ اس کا سبب وہی فقرہ تھا جسے سُن کر رسولؐ نے ارادہ بدل دیا اور وہ نوشتہ نہ لکھا. کیونکہ اتنے سخت جملہ کے بعد نوشتہ لکھنے کا کوئی فائدہ ہی نہ تھا. البتہ مزید فتنہ وفساد برپا ہوتا. اور اختلافات بڑھتے.

خدا کی پناہ. کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نوشتہ میں ہذیان اور عقل سے دور کی باتوں لکھنا چاہتے تھے؟ یقیناً نہیں لوگ جھگڑنے لگے. ان میں تکرار ہونے لگی اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں کے سامنے نجانے کیا کچھ کہتے رہے. اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت کچھ نہ کر سکے. صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے کہ میرے پاس سے اٹھ جاؤ۔

اگر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنی بات پر اصرار کرتے اور نوشتہ لکھ کر رہتے تو انھیں اور بھی ضد ہو جاتی اور زیادہ سختی سے کہتے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ لکھا وہ ہذیان ہے اور نعوذ باللہ ان کے طرفدار رسولؐ کو آخری عمر میں دیوانہ ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے، اپنی کتابوں اور مکتبوں میں رسولؐ کے نوشتہ کو ردّ کرتے اور جوان کیلئے استدلال واحتجاج کرتا اسے بھی ٹھکرا دیتے. اسی وجہ سے حکیم اسلام کی حکمت بالغہ نے چاہا کہ اب نوشتہ سے صرف نظر کر لیا جائے. تاکہ مخالفان اور ان کے مددگار آپ کی نبوت میں طعن کا دروازہ نہ کھول دیں. نعوذ باللہ و بہ نستجیر.

حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ جانتے تھے کہ حضرت علی علیہ السلام اور حضرت علی علیہ السلام کے دوست اس نوشتہ کے

---

(۳۶۹) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۲، ۳، ۴ و ۵۔

مضمون پر بہر حال عمل کریں گے. میں چاہے لکھوں چاہے نہ لکھوں جبکہ دوسرے خواہ لکھ بھی جاؤں تب بھی نہ مانیں گے نہ اس پر عمل کریں گے لہذا ان حالات میں حکمت کا تقاضہ یہی تھا کہ آپ اس کا خیال ترک کردیں. کیونکہ نوشتہ لکھنے کا فتنہ وفساد کے علاوہ کوئی اثر ہی نہ ہوگا. اور یہ حقیقت کسی پر پوشیدہ بھی نہیں ہے۔

متلاشی

(۱) حق شناس کی باتوں پر اعتراف۔

(۲) مزید موارد پیش کرنے کی درخواست۔

(۱) جو کچھ آپ نے بیان فرمایا اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے اور آپ کی بحث میں شک وتردید کی کوئی راہ نہیں ہے۔

(۲) مہربانی فرما کر ان تمام مواقع کا ذکر فرمایئے جہاں صحابہ نے نصوص پر عمل نہ کیا۔

حق شناس

سرّیہ اسامہ۔

خدا آپ کو عزت دے آپ کا حکم ہے کہ میں وہ سارے موارد بیان کروں جہاں صحابہ نے اطاعت قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اپنی رائے کو مقدم سمجھا۔ اس سلسلے میں سرّیہ اسامہ بن زید بن حارثہ کا روم سے جنگ کرنے کا واقعہ ہی کافی ہے۔ اسے ملاحظہ فرمایئے اس لشکر کی روانگی میں آپ نے عظیم اہتمام فرمایا تھا اور تمام صحابہ کو تیاری کا حکم دیا تھا۔ آپ نے مسلمانوں کے ارادوں کو مضبوط بنانے، ان کی ہمتوں کو بڑھانے کے لئے لشکر کے ساز و سامان کی فراہمی بنفس نفیس فرمائی۔ مہاجرین و انصار کے سرکردہ افراد جیسے حضرت ابوبکر و عمر (۳۷۰) و ابوعبیدہ، سعد بن ابی وقاص، وغیرہ کو تیار کر کے لشکر

---

(۳۷۰) تاریخ، سیرت اور روایات لکھنے والوں کا اتفاق ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اس لشکر میں شامل تھے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں یقینی طور پر اسکا تذکرہ کیا ہے اور کسی کا اس سلسلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

رجوع کریں الطبقات الکبری (ابن سعد) ج ۲ ص ۱۹۰، تاریخ (یعقوبی) ج ۲ ص ۷۴ ط بیروت، الکامل (ابن اثیر) ج ۲ ص ۳۱۷، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۵۲ ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل، سمط النجوم العوالی (عاصمی مکی) ج ۲ ص ۲۲۴، السیرہ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۳ ص ۲۰۷ و السیرۃ النبویہ (زین دحلان) در حاشیہ السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۲ ص ۳۳۹۔ و در کتاب عبداللہ بن سبأ (علامہ عسکری) ج ۱ ص ۷۱ از: کنز العمال (متقی ہندی) ج ۵ ص ۳۱۲، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۴ ص ۱۸۰، انساب

کیساتھ بھیجا۔(۳۷۱)

یہ ۱۱ ھ ماہ صفر کی ۲۶/تاریخ کا واقعہ ہے. جب صبح ہوئی تو آپ نے اسامہ کو طلب کیا اور فرمایا: جہاں تمھارے باپ قتل کیے گئے اس طرف روانہ ہو اور ان لوگوں کو اس لشکر سے روند ڈالو، میں تمھیں اس لشکر کا رئیس مقرر کرتا ہوں تم صبح سویرے اہل اُبنیٰ (۳۷۲) پر چڑھائی کر دینا اور بہت تیزی سے جانا کہ وہاں خبر پہنچنے سے پہلے پہنچ جاؤ. اگر خدا تجھے کامیابی عطا کرے تو بہت تھوڑی دیر وہاں ٹھہرنا. اپنے ساتھ راہ بتانے والے لے لو، جاسوسوں کو آگے روانہ کردو

جب ۲۸/صفر ہوئی تو رسول ﷺ کا مرض موت نمایاں ہوا. بخار ہو گیا، سر کا درد بڑھ گیا. جب ۲۹/تاریخ ہوئی اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ لوگ جانے میں تساہل کر رہے ہیں تو آپ باہر تشریف لائے. مسلمانوں کی حمیت کو جنبش میں لانے اور ارادوں کو پختہ بنانے کے لیے آپ نے اپنے ہاتھ سے لشکر کا علم درست کر کے اسامہ کو بخشا اور ارشاد فرمایا کہ خدا کا نام لے کر چل کھڑے ہو اور راہ خدا میں جہاد کرو اور تمام کافروں سے جنگ کرنا.

اسامہ، رسول ﷺ کا علم لے کر مدینہ سے چلے، علم کو بریدہ کے حوالے کیا. مدینہ کے باہر جرف نامی مقام پر پہنچ کر لشکر سمیت قیام کیا. وہاں مسلمانوں میں پھر سُستی پیدا ہوئی، اور وہاں سے

الاشراف (بلاذری) ج ۱ ص ۴۷۴ و تہذیب (ابن عساکر) ج ۲ ص ۳۹۱ در شرح حال اُسامہ۔

(۳۷۱) حضرت عمر نے اسامہ سے کہا: ''پیغمبر دنیا سے جا چکے ہیں جبکہ تو ہمارا امیر ہے''۔ اس مطلب کو بہت سارے محدثین اور مؤرخین نے بیان کیا ہے۔ رجوع کریں السیرۃ الحلبیہ (علی بن برہان الدین حلبی) ج ۳ ص ۲۰۹، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۲۴۱ ح ۱۰۷۰ ط ۲ والسیرۃ النبویہ (زین دحلان) در حاشیہ السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۲ ص ۳۴۱۔

(۳۷۲) اُبنیٰ بروزن ''کُبریٰ'' سرزمین ''سوریہ'' کا ایک حصہ ہے جو کہ ''عسقلان'' و ''رملہ'' کے مابین ہے اسی کے نزدیک ''موتہ'' ہے جہاں ''زید بن حارثہ'' و ''جعفر بن ابی طالب'' نے شہادت پائی۔

آگے نہ بڑھے. باوجودیکہ صحابہ نے ارشادات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سُنے تھے. آپ نے جلد روانہ ہونے کا جس قدر سختی کے ساتھ صاف صاف لفظوں میں تاکیدی حکم دیا تھا وہ سُنا تھا. جیسے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فقرہ: صبح سویرے اہل اُبنیٰ پر چڑھائی کردو۔ (۳۷۳) حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ جملہ کہ جلد روانہ ہونا کہ وہاں خبر پہنچنے سے پہلے پہنچ جاؤ۔ (۳۷۴)

غرض اسی طرح اور بہت سے تاکیدی احکام لشکر کی روانگی کے موقع پر دیے تھے مگر صحابہ نے کسی حکم پر عمل نہیں کیا. رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بات بھی نہیں مانی. صحابہ میں سے بعض لوگوں نے اسامہ کو افسر مقرر کرنے پر اعتراض بھی کیا جس طرح پہلے اسامہ کے باپ زید کو افسر مقرر کرنے پر وہ اعتراض کر چکے تھے. اور اسامہ کو حد سے زیادہ بُرا بھلا کہا. حالانکہ انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ خود رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے افسر مقرر کیا ہے. اسامہ سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے بھی سُنا کہ:

میں نے تمھیں اس لشکر کا افسر مقرر کیا ہے (۳۷۵)

اپنی آنکھوں سے دیکھا بھی تھا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بخار میں ہونے کے باوجود اپنے ہاتھ سے لشکر کا

---

(۳۷۳) رجوع کریں المغازی (واقدی) ج۳ ص۱۱۱۷، السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج۳ ص۲۰۷، السیرۃ النبویہ (زین دحلان) در حاشیہ السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج۲ ص۳۳۹ و الطبقات الکبری (ابن سعد) ج۲ ص۱۹۰۔

(۳۷۴) رجوع کریں المغازی (واقدی) ج۳ ص۱۱۱۷ و ۱۱۲۳، السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج۳ ص۲۰۷، السیرۃ النبویہ (زین دحلان) در حاشیہ السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج۲ ص۳۳۹ و الطبقات الکبری (ابن سعد) ج۲ ص۱۹۰۔

(۳۷۵) رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج۱ ص۱۵۹ ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل، المغازی (واقدی) ج۳ ص۱۱۱۷، السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج۳ ص۲۰۷، السیرۃ النبویہ (زین دحلان) در حاشیہ السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج۲ ص۳۳۹ و الطبقات الکبری (ابن سعد) ج۲ ص۱۹۰۔

علم درست کر کے اسامہ کے ہاتھ میں دے رہے ہیں مگر یہ سب دیکھنے اور سننے کے باوجود وہ اسامہ کے سردار مقرر کیے جانے پر اعتراض کرنے سے باز نہ رہے. آخر کار ان کے اعتراض وطعنہ زنی سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدید غم وغصہ میں اسی بخار کی حالت میں سر پر پٹی باندھے، چادر اوڑھے باہر تشریف لائے.

یہ ہفتہ ۱۰ ربیع الاوّل انتقال سے صرف دو یوم پیشتر کا واقعہ ہے. آپ غصہ کی حالت میں منبر پر گئے۔ حمد وثنائے الٰہی کے بعد ارشاد فرمایا: (تمام مورخین نے اجتماعی طور پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس خطبہ کو نقل کیا ہے اور تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن یہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا) میرے اُسامہ کو افسر فوج مقرر کرنے پر تمھیں اعتراض ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں. اُسامہ کے باپ زید کو جب میں نے افسر مقرر کیا تھا تب بھی تم لوگ معترض تھے. خدا کی قسم زید بھی افسر ہونے کے لائق تھا اور اس کا بیٹا بھی افسری کا سزاوار ہے (۳۷۶)

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جلد روانہ ہونے کے لیے جوش دلایا، صحابہ آپ سے رخصت ہونے لگے اور لشکر گاہ کی طرف روانہ ہونا شروع ہوئے. آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں جلد روانگی پر برانگیختہ کرتے رہے. اس کے بعد آپ کے مرض میں شدت پیدا ہو چلی مگر آپ شدت مرض میں یہی فرماتے رہے:

لشکر اُسامہ کو جلد بھیجو۔

لشکر اُسامہ کو فوراً روانہ کردو۔

---

(۳۷۶) رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج۱ ص۱۵۹ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، المغازی (واقدی) ج۳ ص۱۱۱۹، السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج۳ ص۲۰۷، السیرۃ النبویہ (زین دحلان) در حاشیہ السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج۲ ص۳۳۹ والطبقات الکبری (ابن سعد) ج۲ ص۱۹۰۔

اسامہ کے لشکر کو جلدی بھیجو۔

یہی جملہ برابر دُہراتے رہے. مگر ادھر لشکر والے سستی ہی برتتے رہے. جب ۱۲/ربیع الاوّل کی صبح ہوئی تو اسامہ لشکر گاہ سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں فوراً روانگی کا حکم دیا تھا. ارشاد فرمایا تھا:

خدا کی برکتوں کے ساتھ صبح روانہ ہو جاؤ۔ (۳۷۷)

اسامہ نے حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو الوداع کیا اور لشکر گاہ کی طرف واپس ہوئے. پھر پلٹے اور ان کے ساتھ حضرت عمر اور حضرت ابو عبیدہ تھے. یہ لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جا پہنچے. اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حالت احتضار میں تھے اسی دن آپ نے دنیا سے انتقال کیا. (رُوحِی و اَرْوَاحُ العَالَمِین لَهُ الفِداء) رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے بعد علم سمیت لشکر بھی مدینہ واپس آ گیا.

بعد میں لوگوں نے چاہا کہ لشکر کی روانگی ملتوی کر دی جائے اس کے متعلق حضرت ابوبکر سے لوگوں نے گفتگو بھی کی اور بڑا شدید اصرار کیا۔

وہ اپنی آنکھوں سے لشکر کی روانگی میں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اہتمام دیکھ چکے تھے. جلد جانے کہ متعلق فوراً لشکر روانہ ہونے کے لیے مسلسل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تاکیدیں کیں اسے بھی سنتے رہے. خود بنفس نفیس پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لشکر کا ساز و سامان فراہم کرنا، بخار کی حالت میں اپنے ہاتھ سے علمِ لشکر سنوار کر اسامہ کے ہاتھ میں دینا. اور یہ کہنا کہ خدا کی برکت سے حرکت کرو. (جیسا کہ بیان ہو چکا ہے) مگر ان سب کی انتہائی کوشش یہی رہی کہ کسی طرح لشکر کی روانگی روک دی جائے. اور حضرت

---

(۳۷۷) رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱ ص ۱۶۰ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، المغازی (واقدی) ج ۳ ص ۱۱۲۰، السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۳ ص ۲۰۸، السیرۃ النبویہ (زین دحلان) در حاشیہ السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۲ ص ۳۴۰ و الطبقات الکبری (ابن سعد) ج ۲ ص ۱۹۱۔

ابوبکر نے بھی ان کی بات ماننے پر انکار کر دیا.

جب ان لوگوں نے دیکھا کہ لشکر بھیجنے پر حضرت ابوبکر تلے بیٹھے ہیں تو حضرت عمر، حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور ان سے انصار کی طرف سے درخواست کی کہ اسامہ کو معزول کر کے کسی اور کو افسر مقرر کیا جائے. لیکن حضرت ابوبکر نے ان لوگوں کی درخواست کو قبول نہ کیا اسی طرح ٹھکرا دیا جس طرح لشکر کی روانگی کو ملتوی کر دینے کی درخواست ٹھکرا دی تھی. ان کا اصرار اتنا زیادہ تھا کہ حضرت ابوبکر ناراض ہو گئے اور حضرت عمر کی ڈاڑھی سے پکڑ کر کہا:

اے خطاب کے بیٹے! تمھاری ماں تمھارے ماتم میں بیٹھے اور تمھیں زمین پر نہ دیکھے، اور تم پر افسوس ہو تمھارے رسولؐ تو اُسامہ کو افسر مقرر کریں اور تم مجھے حکم دیتے ہو کہ میں انھیں معزول کر دوں۔(۳۷۸)

جب لشکر کو روانہ کیا گیا تو اُسامہ تین ہزار سپاہی لے کر چلے جس میں ایک ہزار سوار تھے. صحابہ کی ایک اچھی خاصی تعداد جنھیں خود رسول ﷺ نے فوج میں رکھا تھا اور اُسامہ کے ساتھ جانے کا تاکیدی حکم دیا تھا لشکر کے ہمراہ نہ گئی. حالانکہ رسالتمآبؐ نے بڑی تاکید سے فرمایا تھا۔

اُسامہ کا لشکر جلد روانہ کرو. خدا لعنت کرے اس پر جو اُسامہ کی ماتحتی سے گریز کرے۔(۳۷۹)

آپ سمجھ سکتے ہیں کہ انہوں نے ابتداء میں جانے میں تساہلی برتی اور بعد میں لشکر کے ہمراہ جانے سے گریز کیا تا کہ سیاست کے ستون استوار کر لیں. یہاں بھی انھوں نے اپنے نظریے کو حکم رسولؐ پر

---

(۳۷۸) رجوع کریں تاریخ (طبری) ج ۳ ص ۲۲۶، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) ج ۲ ص ۳۳۵، السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۳ ص ۲۰۹ والسیرۃ النبویہ (زین دحلان) در حاشیہ السیرۃ الحلبیہ (حلبی شافعی) ج ۲ ص ۳۴۰۔

(۳۷۹) رجوع کریں الملل والنحل (شہرستانی شافعی) ج ۱ ص ۲۰ در حاشیہ الفصل (ابن حزم) افست دار المعرفہ بیروت۔ وشرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۵۲ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔

ترجیح دی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی خواہش کو اولیٰ اور سزاوار تر محسوس کیا۔ اگر وہ حضرت کے فرمان پر عمل کرتے اور ان کی رحلت سے پہلے جنگ کے لئے چلے جاتے تو خلافت ان کے ہاتھ سے نکل جاتی.

حضرت سرور کائناتؐ چاہتے تھے کہ مدینہ ان لوگوں سے خالی ہو جائے تا کہ ان کی عدم موجودگی میں امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت کے لیے کوئی رکاوٹ باقی نہ رہے. اور سکون و اطمینان کے ساتھ بغیر کسی اختلاف و نزاع کے امیر المومنین علیہ السلام تخت خلافت پر متمکن ہو جائیں. جب صحابہ جنگ سے پلٹیں گے اور یہاں خلافت کا معاملہ طے ہو چکا ہوگا. بیعت ہو چکی ہوگی تو پھر انہیں نزاع و اختلاف کا کوئی موقع ہی نہ ملے.

اُسامہ کو ۱۷ برس کی عمر میں (۳۸۰) افسر مقرر کرنے میں یہ مصلحت تھی کہ بعض لوگوں کی گردن جھنجھوڑ دی جائے. متمرد و سرکش ہستیوں کو ان کی سرکشی کا مزہ چکھا دیا جائے یہ آیندہ کے نزاع سے بچنے کی احتیاط تھی یعنی آپ کسی شخص کو امیر مقرر فرمائیں جو سن میں دوسروں سے جوان تر ہو تو اس سے بدسلوکی نہ کریں.

لیکن وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدبیروں کو سمجھ گئے لہٰذا انھوں نے اُسامہ کے افسر مقرر کرنے پر اعتراضات کرنا شروع کیے. ان کا ماتحت بن کر جانے میں سُستی برتی اور حرکت نہ کی یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتقال کیا. اب یہ کبھی تو جنگ کے فرمان کو لغو کرنے کے متعلق سوچتے کبھی پرچم واپس بلانے کا ارادہ کرتے اور کبھی اُسامہ کو معزول کرنے کا کہتے آخر کار بہت سے لوگ لشکر کے ساتھ نہ گئے.

---

(۳۸۰) البتہ بعض کے نزدیک اسامہ کی عمر ۱۸، بعض کے نزدیک ۱۹ اور کچھ دوسروں کے نزدیک ۲۰ سال تھی بہر حال کسی نے بھی ۲۰ سال سے زیادہ نہیں لکھی۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے یہ پانچ باتیں اس سریۂ اُسامہ میں پیش آئیں جن میں صحابہ نے سیاسی امور میں اپنی رائے کو مقدم رکھا۔ اور نصوص پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عمل کرنے سے سیاسی اغراض کی خاطر اپنے اجتہاد کو بہتر جانا۔ اور صریح احکامِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلی مخالفت کرکے آپ کے حکم کو ٹھکرادیا۔

متلاشی

(۱) حق شناس کی باتوں پر اعتراف۔

(۲) مزید موارد پیش کرنے کی درخواست۔

(۱) سریہ اسامہ کے متعلق ہم لوگ طولانی گفتگو میں پڑ گئے جیسا کہ واقعۂ قرطاس میں اچھا خاصہ طول ہو گیا تھا لیکن مبہمات اس طرح روشن ہو گئے جیسے حقائق کیلئے صبح روشن ہے.

(۲) اب دیگر موارد کا ذکر فرمائیں. جہاں انہوں نے نص کی خلاف ورزی کی.

حق شناس

(۱) بعض موارد کا تذکرہ۔

(۲) امام اور عترتؑ کے متعلق بعض دوسری نصوص کا تذکرہ جن پر صحابہ نے عمل نہ کیا۔

(۱) اس سلسلے میں صلح حدیبیہ جنگ حنین کے مال غنیمت، جنگ بدر کے قیدیوں سے فدیہ غزوۂ تبوک میں جب فاقہ کی نوبت آئی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اونٹوں کے نحر کرنے کا حکم دیا جنگ اُحد کے دن اُحد کی گھاٹیوں میں، ابو ہریرہ والے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خوشخبری دی تھی . ہر اس شخص کو جو خدا سے موحد بن کر ملاقات کرے، منافق کی میت پر نماز پڑھنے کے روز صدقات میں طعنہ کے دن اور فحش کے ساتھ سوال کرنے خمس وزکوٰۃ کی دونوں آیتوں کی تاویل. حج تمتع اور ازدواج موقت کی تاویل، طلاق کی آیت میں تاویل، نوافل شہر رمضان کے متعلق جو احادیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وارد ہیں ان میں کیفیتاً و کمیتاً تاویل، کیفیت اذان میں دخل اندوزی اور حی علی خیر العمل کا نکالنا. نماز جنازہ میں تکبیروں کی تعداد وغیرہ۔

اسکے علاوہ بکثرت دوسرے موارد ہیں جو نا قابل شمار ہیں جہاں حکم پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح مخالفت کی گئی. جیسے حاطب بن بلتعہ والے معاملہ میں معارضہ کرنا. مقام ابراہیم علیہ السلام میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو باتیں ظہور پذیر ہوئیں ان پر لب کشائی، مسلمانوں کے گھروں کو مسجد میں ملا لینا. ابو خراش ہذلی کے دنبہ

کے بارے میں یمنیوں کے خلاف فیصلہ کرنا اور نصر بن حجاج سلمٰی کو جلا وطن کرنا. جعدہ بن سلیم پر حد جاری کرنا. عراق کی زمینوں پر لگان کا لگانا. کیفیت ترتیب جزیہ، شوریٰ کے ذریعے خلافت کے مسئلہ کو طے کرنا مخصوص طریقے سے رات کو گھومنا، لوگوں کے بھید لینا، ان کی جاسوسی کرنا، میراث میں عول وتعصیب، (۳۸۱) اس کے علاوہ اور دوسرے بے شمار موارد ہیں انہی پر توجہ فرمالینا ہی کافی ہے.

(۲) نصوص خلافت و امامت کے علاوہ اور بھی کچھ ایسے نصوص ہیں جو خاص کر امیر المومنین علیہ السلام اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے متعلق وارد ہوئے اور ان نصوص پر صحابہ نے عمل نہیں کیا بلکہ ان کی مخالفت کی اور اس کی ضد پر عمل کیا جیسا کہ محقق حضرات ان سے آگاہ ہیں.

کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جب صحابہ نے نصوصِ خلافت کی تاویل کر ڈالی کیا ایسا نہیں ہوسکتا جیسے دوسری نصوص کی انہوں نے تاویل کی اور ان پر عمل نہ کیا۔ شاید امام اور عترت کی نصوص بھی ان جیسی ہو جہاں اصحاب نے عمل کرنے کے بجائے اپنی رائے کو مقدم جانا ہو.

---

(۳۸۱) رجوع کریں کتاب ''اَلنَّصُّ وَ الاِجتِہاد'' (علامہ سید شرف الدین) و یا ترجمہ بنام ''اجتہاد در مقابل نص'' کتاب ''الفصول المہمہ'' (علامہ سید شرف الدین) فصل ۸ و یا اس کا ترجمہ بنام ''در راہ تفاہم''، و کتاب الغدیر (علامہ امینی) ج ٦۔

متلاشی

(ا) مہربانی سے انہیں تفصیلا بیان کریں۔

آپ نے فرمایا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام اور اہل بیت طاہرین علیہم السلام کے متعلق نصوص خلافت کے علاوہ کچھ اور بھی نصوص ہیں جنہیں نہ مانا گیا آپ ان نصوص کا بھی تفصیلاً ذکر فرمائیے.

حق شناس

(۱) درخواست کی قبولیت۔

آپ کی تفصیل کی خواہش مندرجہ ذیل حدیث کا مصداق ہے.

وَكَم سَائِلٍ عَن اَمرِهِ وَهُوَ عَالِمٌ

بہت سے لوگ جاننے کے باوجود کسی شے کے متعلق دریافت کرتے ہیں

آپ یقیناً بہتر جانتے ہوں گے کہ بہت سے صحابہ حضرت علی علیہ السلام سے بُغض رکھتے تھے آپ کے دشمن تھے. انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے جدائی اختیار کی آپ کو اذیتیں دیں، سب وشتم کیا. آپ پر ظلم کیا، آپ کے حریف بنے. آپ سے جنگ کی. خود آپ پر اور آپ کے اہل بیت علیہم السلام پر تلوار چلائی، تاریخ اور گذشتہ روایات اس سلسلے میں واضح گواہ ہیں. حالانکہ رسول اللہ نے فرمایا تھا:

جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی. جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے علی علیہ السلام کی اطاعت کی یقیناً اس نے میری اطاعت کی اور جس نے علی علیہ السلام کی نافرمانی کی بے شک اس نے میری نافرمانی کی (۳۸۲)

---

(۳۸۲) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۱۵۶، ۲۸۸

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جس نے مجھ سے جدائی اختیار کی اس نے خدا سے جدائی اختیار کی اور اے علی علیہ السلام جو تم سے جدا ہوا وہ مجھ سے جدا ہوا۔ (۳۸۳)

نیز فرمایا: یا علی! تم دنیا اور آخرت میں سید و سردار ہو تم سے محبت رکھنے والا مجھ سے محبت رکھنے والا ہے اور مجھ سے محبت رکھنے والا، خدا سے محبت رکھنے والا ہے. اور تمھارا دشمن میرا دشمن اور میرا دشمن خدا کا دشمن ہے اور اس کے لیے ہلاکت ہے جو میرے بعد تم سے بغض رکھے۔ (۳۸۴)

یہ بھی آپ نے فرمایا:

جس نے علی علیہ السلام کو دشنام دی اس نے مجھے دشنام دی اور جس نے مجھے دشنام دی اس نے خدا کو دشنام دی۔ (۳۸۵)

یہ بھی آپؐ نے فرمایا:

جس نے علی علیہ السلام کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اس نے خدا کو اذیت دی۔ (۳۸۶)

---

(۳۸۳) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۱۵۷ و ۲۸۹۔

(۳۸۴) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۱۶۲۔

(۳۸۵) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۱۵۸۔

(۳۸۶) رجوع کریں ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۱ ص ۳۹۳ ح ۵۰۱، الاستیعاب (ابن عبدالبر) در حاشیہ الاصابہ (ابن حجر) ج ۳ ص ۳۷، ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص ۶۵ و ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۲۰۵ و ۳۰۳ ط اسلامبول۔ حاشیہ ۱۵۹ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

یہ بھی آپؐ نے فرمایا:

جس نے علی علیہ السلام کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا اور جس نے علیؑ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ (۳۸۷)

یہ بھی آپؐ نے فرمایا کہ:

---

(۳۸۷) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۱۶۰۔

(۳۸۸) رجوع کریں صحیح (ترمذی) ج ۵ ص ۳۰۶ ح ۳۸۱۹ ط دار الفکر، خصائص امیر المؤمنین (نسائی) ص ۲۷ ط التقدم العلمیہ مصر، سنن (نسائی) ج ۸ ص ۱۱۶، ترجمۃ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج ۲ ص ۱۸۸ ح ۶۷۱ ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۸، ۶۸۰، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۷۰۲، و۷۰۳، اسد الغابہ (ابن اثیر) ج ۴ ص ۲۶، حلیۃ الاولیاء (ابونعیم اصفہانی) ج ۴ ص ۱۸۵ (اس کو صحیح مانتے ہوئے اور مختلف طُرُق بیان کئے ہیں)، میزان الاعتدال (ذہبی) ج ۲ ص ۴۱، الاستیعاب (ابن عبدالبر) در حاشیہ الاصابہ (ابن حجر) ج ۳ ص ۳۷، مجمع الزوائد (ہیثمی) ج ۹ ص ۱۳۳، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۲۰ ص ۲۲۱ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۱۹۰ ح ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۸، ۲۲۹، و۲۳۱ ط۱ تہران، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۴۷، ۴۸ و۱۸۲ ط اسلامبول، کنوز الحقائق (مناوی) ص ۴۶ و۱۹۲ ط بولاق مصر، منتخب کنز العمال (متقی ہندی) در حاشیہ مسند (احمد بن حنبل) ج ۵ ص ۳۰، کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۵۷ ح ۴۴۴ ط۲، الریاض النضرہ (محب الدین طبری) ج ۲ ص ۲۸۴۔ و در احقاق الحق (قاضی تستری) ج ۷ از مسند (احمد بن حنبل) ج ۱ ص ۹۵ ط المیمنیہ، علل الحدیث (ابوحاتم) ج ۲ ص ۴۰۰، سنن (بیہقی) ج ۲ ص ۲۷۱ ط المیمنیہ، طبقات الحنابلہ ج ۱ ص ۳۲۰، تاریخ بغداد (خطیب بغدادی) ج ۸ ص ۴۱۷ و ج ۱۴ ص ۴۲۶، موضح الجمع والتفریق (بغدادی) ص ۴۶۸، معالم التنزیل (بغوی) ج ۶ ص ۱۸۰، لسان المیزان (ابن حجر) ج ۲ ص ۴۴۶، شرح دیوان امیر المؤمنین (میبدی) ص ۱۹۱ مخطوط، الشفاء (قاضی عیاض) ج ۲ ص ۴۱، تذکرۃ الحفاظ (ذہبی) ج ۱ ص ۱۰، الفتح الکبیر (نبہانی) ج ۱ ص ۴۴۶، فرائد السمطین (حموینی) ج ۱ ص ۱۳۳ نیز حاشیہ نمبر ۱۶۱ ملاحظہ فرمائیں۔

اے علی علیہ السلام تم سے وہی محبت کرے گا جو مومن ہوگا اور تم کو وہی دشمن رکھے گا جو منافق ہوگا۔ (۳۸۸)

یہ بھی آپؐ نے فرمایا:

خدایا تو دوست رکھ اس کو جو علی علیہ السلام کو دوست رکھے، دشمن رکھ اس کو جو علیؑ کو دشمن رکھے، مدد کر اس کی جو علی علیہ السلام کی مدد کرے اور ذلیل و خوار کر اس کو جو علی علیہ السلام کی مدد ترک کرے (۳۸۹)

ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام جناب سیدہ علیہا السلام اور حضرت امام حسن علیہ السلام و حضرت امام حسین علیہ السلام کو دیکھ کر فرمایا:

میں جنگ کرنے والا ہوں اس سے جو تم لوگوں سے جنگ کرے اور اس کے لیے مجسم صلح ہوں جو تم سے صلح کرے (۳۹۰)

اور آپؐ نے ان حضرات کو چادر میں لے کر فرمایا: میں برسر پیکار ہوں اس سے جو ان سے برسرپیکار ہو اور اس کے لیے مجسم صلح ہوں جو ان سے صلح کرے اور دشمن ہوں اس کا جو ان سے دشمنی رکھے (۳۹۱)

---

(۳۸۹) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۶، ۲۰۸، ۲۱۰ و ۲۱۱۔

(۳۹۰) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۲۹۰۔

(۳۹۱) رجوع کریں الصواعق المحرقہ (ابن حجر) ص ۸۵ و ۱۱۲ ط المیمنیہ مصر، الاصابہ (ابن حجر عسقلانی) ج ۴ ص ۳۷۸، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی) ص ۲۲۹، ۲۹۴ و ۳۰۹ ط اسلامبول، نظم درر السمطین (زرندی حنفی) ص ۲۳۲ و ۲۳۹، مصابیح السنہ (بغوی شافعی) ج ۲ ص ۲۸۰، مشکاۃ المصابیح (عمری) ج ۳ ص ۲۵۸، ذخائر العقبی (طبری شافعی) ص ۲۳ و الریاض النضرہ (محب الدین طبری شافعی) ج ۲ ص ۲۹۴۔

اسی طرح کی بے شمار احادیث وسنن ہیں جنھیں بہت سے صحابہ نے نہیں مانا.اوران پر عمل نہیں کیا، بلکہ اپنی ہواوہوس کو مقدم سمجھا اور ذاتی اغراض کو ترجیح دی.ارباب بصیرت جانتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی فضیلت و بزرگی میں بیان ہونے والی تمام سنن واحادیث صریح نصوص کے مثل ہیں جو آپ کی موالات کے واجب اورآپ کی مخالفت کے حرام ہونے کا بتاتی ہیں.دونوں قسم کی حدیثیں صرف ایک بات پر دلالت کرتی ہیں اوروہ یہ کہ خدااور سول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک آپ کی قدرومنزلت بہت ہی جلیل ،آپ کی شان بہت ہی عظیم اوردرجہ بہت بلند ہے.

ہم ان احادیث وسنن میں سے بہت کچھ کو گذشتہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں اور جو نہیں ذکر کیے اوروہ ان سے کئی گنا زیادہ ہیں.(۳۹۲)

اب میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ کیاان احادیث وسنن میں کوئی ایسی حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جو امیر المومنین علیہ السلام کو دشنام دینے اورآپ سے جنگ کرنے کی اجازت دیتی ہو.

آیا کوئی ایسی ہے جوآپ کی ایذارسانی،آپ سے بغض وکینہ اورعداوت کو جائز قرار دیتی ہو.آیا ان میں کوئی آپ کی بیخ کنی،مظالم کے پہاڑ ڈھانے،برسر منبرآپ کو بُرا بھلا کہنے کو مناسب بتاتی ہو اور جمعہ اور عید کے خطبوں کے لیے سنت قرار دیتی ہو.

---

(۳۹۲) رجوع کریں احقاق الحق (قاضی نوراللہ تستری) ج۱، ج۲، ج۳، ج۴، ج۵، ج۶، ج۷، ج۸، ج۹، ج۱۰اوج۱۱ط الاسلامیہ تہران، مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی)، ترجمہ الامام علی بن ابی طالب از تاریخ دمشق (ابن عساکر شافعی) ج۱، ج۲وج۳ط بیروت، کفایۃ الطالب فی مناقب علی بن ابی طالب (گنجی شافعی)، الغدیر (علامہ امینی) ج۱تاج۱۱، فضائل الخمسہ من الصحاح الستہ (فیروز آبادی) ج۱تاج۳، المناقب (خوارزمی حنفی)، شواہد التنزیل (حسکانی حنفی) ج۱وج۲، ینابیع المودہ (قندوزی حنفی)، نظم درر السمطین (زرندی حنفی)، خصائص امیر المومنین (نسائی)، الریاض النضرہ (محب الدین طبری شافعی) ج۲ص۲۰۱-۳۳۴ط۲دار التألیف مصر......اورسینکڑوں دوسری کتابیں اور خطی نسخے۔

ہرگزنہیں!

لیکن اصل بات یہ ہے کہ جو لوگ ان باتوں کے مرتکب ہوئے انھوں نے ان احادیث کے بکثرت اور بتواتر ہونے کے باوجود ذرہ برابر پروانہیں کی. ان احادیث میں سے کوئی حدیث بھی سیاسی اغراض پوری کرنے میں ان کے لیے مانع نہ ہوسکی.

وہ لوگ اچھی طرح جانتے تھے کہ

حضرت علی علیہ السلام رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی اور ولی ہیں، وارث اور ہمراز ہیں، آپ کی عترت کے سید وسردار اور امت کے ہارون ہیں. آپ کی پارۂ جگر کے کفو اور آپ کی ذریت کے باپ ہیں سب سے پہلے اسلام لانے والے اور سب سے زیادہ خالص الایمان ہیں. سب سے زیادہ علم رکھنے والے اور سب سے زیادہ عمل کرنے والے ہیں سب سے بڑھ کر بُردبار، سب سے زیادہ پختہ یقین والے ہیں. سب سے بڑھ کر اسلام کی خاطر مشقت جھیلنے والے اور بلاؤں میں عمدگی سے ثابت قدم رہنے والے ہیں. آپ سب سے زیادہ فضائل ومناقب کے مالک اسلام کے سب سے زیادہ حامی، اور ان سب سے زیادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت رکھنے والے ہیں، رفتار، گفتار، اخلاق وعادات تمام باتوں میں سب سے زیادہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ ہیں قول وفعل اور خاموشی میں سب سے زیادہ بہتر وافضل ہیں.

وہ لوگ اچھی طرح جانتے تھے. لیکن ان لوگوں کے لیے ذاتی اغراض ہر دلیل پر مقدم تھے. لہٰذا باعث تعجب نہیں ہے کہ اگر وہ حدیث غدیر کو اپنی رائے سے مقدم سمجھیں. حدیث غدیر تو ان بے شمار احادیث میں سے فقط ایک حدیث ہے جسے ان لوگوں نے قابل تاویل سمجھا، واجب العمل نہ جانا اور

اپنی رائے واجتہاد کو ترجیح دی. اپنے مصالح کو مقدم جانا. حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ چکے تھے کہ:

میں تم میں ایسی چیز چھوڑ کر جارہا ہوں اگر تم اس سے متمسک رہو گے تو کبھی گمراہ نہ ہوگے. ایک کتاب خدا ہے دوسری میری عترت و اہل بیتؑ ۔(۳۹۳)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا تھا کہ:

میری اہل بیت علیہم السلام کی مثال تمھارے درمیان ایسی ہے جیسی کشتی نوح جو اس پر سوار ہوا وہ نجات پا گیا اور جس نے گریز کیا وہ ہلاک وتباہ ہوا۔ تمھارے درمیان میرے اہل بیت علیہم السلام کی مثال ایسی ہے جیسی بنی اسرائیل کے لیے باب حطّہ. جو اس میں داخل ہوا خدا نے اسے بخش دیا(۳۹۴)

نیز یہ بھی فرمایا تھا کہ:

ستارے روئے زمین کے باشندوں کے لیے غرق ہونے سے امان ہیں اور میری عترت واہل بیت علیہم السلام میری امت کے لیے اختلاف سے امان ہیں. پس اگر قبائل عرب میں سے کوئی قبیلہ میرے اہل بیت علیہم السلام کا مخالف ہوگا تو وہ ابلیس کا گروہ بن جائے گا(۳۹۵)

بہرحال اسی جیسی اور بھی کثرت سے صحیح حدیثیں موجود ہیں جن میں سے کسی پر بھی عمل نہ کیا گیا.

---

(۳۹۳) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۲، ۳، ۴ و ۵۔

(۳۹۴) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۸۔

(۳۹۵) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۱۰۔

متلاشی

(۱) الحمد للہ! حق بخوبی واضح ہو گیا۔
(۲) امامؑ نے سقیفہ والے دن خلافت و وصایت کی نصوص سے استدلال کیوں نہیں کیا؟۔

(۱) حق بخوبی واضح ہو گیا. خدا کا شکر ہے.

(۲) البتہ ایک بات رہ گئی جس سے ذرا اشتباہ باقی رہ گیا ہے جسکی نشانیاں اور علامتیں واضح نہیں ہیں، میں اس کا ذکر کرتا ہوں تاکہ آپ اس کی نقاب کشائی بھی فرمائیں اور اس کا راز ظاہر فرمائیں وہ یہ ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے سقیفہ والے دن حضرت ابوبکر اور ان کی بیعت کرنے والوں کے آگے اپنی خلافت و وصایت کی نصوص میں سے کسی نص سے کیوں استدلال نہیں کیا؟

حق شناس

(۱) روز سقیفہ احتجاج نہ کرنے کے موانع۔
(۲) موانع کے باوجود امام اور ان کے دوستوں کے احتجاج کی طرف اشارہ۔

ساری دنیا جانتی ہے کہ نہ تو حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے ماننے والوں میں کوئی بھی سقیفہ میں موجود تھا خواہ وہ بنی ہاشم سے ہو یا غیر بنی ہاشم سے .کوئی بھی نہ تو بیعت کیوقت موجود تھا اور نہ سقیفہ کے اندر گیا وہ تو بالکل الگ تھلگ تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کی وجہ سے سخت ترین مصیبت میں مبتلا تھے .آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل وکفن کی فکر میں پڑے ہوئے تھے .اس وقت انھیں کسی اور بات کا دھیان تک نہ تھا .اور ابھی وہ غسل، کفن اور دفن سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ سقیفہ والے اپنا کام کرلیا تھا۔اور اب انھوں نے بیعت کو پختہ کرنے کا تہیہ کیا اور خلافت کی گرہ کو اچھی طرح مضبوط کرنے پر کمر بستہ ہوئے اور ہر وہ فعل وقول جس سے ان کی بیعت کمزور ہوسکتی ہے یا ان کے عقد خلافت کو خدشہ لاحق ہوسکتا تھا یا عوام میں تشویش و اضطراب پیدا ہوسکتا تھا .اس کے روکنے اور اس پر پہرہ بٹھانے کے لیے انہوں نے پیمان کرلیا تھا.

لہذا امیر المومنین علیہ السلام کہاں تھے کہ سقیفہ، بیعت ابی بکر اور بیعت کرنے والوں سے احتجاج فرماتے اور بیعت ہوجانے کے بعد کس وقت انہیں یا کسی اور کو استدلال اور احتجاج کی اجازت دی گئی تھی جبکہ

حکومت کے کرتا دھرتا پوری احتیاطی تدابیر کام میں لا رہے تھے اور ارباب قوت واقتدار اعلانیہ جبر وتشدد کر رہے تھے.

اس کے علاوہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سمجھ رہے تھے کہ اب اگر میں احتجاج بھی کرتا ہوں تو فتنہ وفساد اور حق ضائع ہونے کے علاوہ کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا کیونکہ امیر المومنین علیہ السلام کو اسلام کی اساس اور کلمۂ توحید کی بربادی کا خطرہ تھا جیسا کہ ہم گزشتہ اوراق میں بیان کر چکے ہیں کہ آپؑ ان دنوں ایسے شدید ترین خطرات اور مشکلات سے دوچار تھے کہ کسی شخص کو بھی ان مصائب ومشکلات کا سامنا نہ ہوا ہوگا.

آپ کے کاندھوں پر دو بار گراں تھے. ایک طرف تو خلافت تمام نصوص وصایائے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمیت دل کو خون کر دینے والی آواز اور جگر کو چاک چاک کر دینے والی کراہ کے ساتھ آپ سے فریاد کر رہی تھی، آپ کو بے چین بنا رہی تھی دوسری طرف فتنہ وفساد کے اُٹھتے ہوئے طوفان متاثر کر رہے تھے۔

جزیروں کے ہاتھ سے نکل جانے، عرب میں انقلاب برپا ہونے اور اسلام کے بیخ وبن سے اُکھڑ جانے کا اندیشہ تھا. مدینہ اور آس پاس کے سرگرم سازشی منافقین کی طرف سے فتنہ وفساد برپا ہونے کا بڑا خطرہ لاحق تھا کیونکہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہونے کے بعد ان کا اثر بہت بڑھتا جا رہا تھا اور مسلمانوں کی حالت بالکل اس بھیڑ بکری جیسی ہو رہی تھی جو جاڑے کی تاریک راتوں میں بھیڑیوں اور وحشی درندوں میں بھٹکتی پھرے.

مسیلمہ کذاب، طلحہ بن خویلد، سجاح بنت حارث جیسے جھوٹے مدعیان نبوت پیدا ہو چکے تھے اور ان کے ماننے والے اسلام کو مٹانے اور مسلمانوں کی تباہی وبربادی پر تلے ہوئے تھے. قیصر وکسریٰ اور اس وقت کے دوسرے طاقتور حاکم وغیرہ تاک میں تھے.

غرض اور بہت سے دشمن عناصر جو محمد وآل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور پیروان محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کے پیاسے

تھے ملت اسلام سے خار دل رکھتے تھے. بڑا غم وغصہ اور شدید بغض وعناد رکھتے تھے، وہ اس فکر میں تھے کہ کسی طرح اس کی بنیاد منہدم ہو جائے اور جڑ اکھڑ جائے اور اس کے لیے ان میں بڑی تیزی اور سر گرمی پیدا ہو چکی تھی.

وہ سمجھتے تھے کہ ہماری آرزوئیں بر آئیں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اٹھ جانے سے موقع ہاتھ آیا، لہٰذا اس موقع سے فائدہ اٹھانا چاہیئے اور قبل اس کے کہ ملت اسلامیہ کے امور میں نظم پیدا ہو، حالات استوار ہوں اس مہلت سے فائدہ اٹھانا چاہیئے.

اب حضرت علی علیہ السلام ان دو خطروں کے درمیان کھڑے تھے. امیر المومنین علیہ السلام کے لیے فطری وطبعی تھا کہ مسلمانوں کی زندگی کے لیے اپنے حق کو قربان کر دیں.(۳۹۶) لیکن آپ نے اپنے حق خلافت کو محفوظ رکھنے اور انحراف کرنے والوں سے احتجاج کرنے کے لیے ایک ایسی صورت اختیار کی جس سے مسلمانوں میں اختلاف وافتراق بھی پیدا نہ ہو اور کوئی ایسا فتنہ بھی نہ اٹھ کھڑا ہو کہ دشمن موقع غنیمت سمجھ کر اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے.

لہٰذا آپ خانہ نشین ہو گئے اور جب لوگوں نے مجبور کر کے آپ کو گھر سے نکالا تو جھگڑے کے بغیر گھر سے باہر نکلے .لیکن اگر خود ان کی طرف چلے جاتے تو آپ کی حجت پوری نہ ہوتی اور شیعیان امیر المومنین علیہ السلام کے لیے کوئی ثبوت بھی نمایاں نہ ہوتا. آپ نے اپنے طرز سے دین کی بھی حفاظت کی اور اپنے حق خلافت کو بھی محفوظ رکھا.

اور جب حضرت امیر المؤمنین علیہ السلام نے دیکھا کہ موجودہ حالات کے اندر اسلام کی حفاظت اور دشمنوں کی دشمنی کا جواب صلح وآشتی پر موقوف ہے تو خود مصالحت کی راہ نکالی اور حکام وقت سے صلح

---

(۳۹۶) آپ نے اہل مصر کی طرف مالک اشتر کے ہاتھ جو خط لکھا اس میں اسکی تصریح موجود ہے۔ رجوع کریں نہج البلاغہ خط نمبر ۶۲۔

کر کے امت کی حفاظت، ملت کی نگہداری اور بقائے دین کو اپنے حق پر مقدم گردانا. اور آخرت کو دنیا سے بہتر سمجھتے ہوئے اور شرعاً و عقلاً اس وقت جو فریضہ عائد ہوتا تھا اسے زیادہ اہمیت دی اور مقدم رکھا لہذا اس وقت کے حالات تلوار اٹھانے اور استدلال و احتجاج کرنے کے متحمل نہ تھے.

(۲) ان تمام باتوں کے باوجود آپ، آپ کے فرزند، آپ کے حلقہ بگوش لوگ آپ کے وصی ہونے اور آپ کو وصایت و جانشینی کے متعلق جو صریح ارشادات پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے ان کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے اور ان سے احتجاج کرتے رہے. جیسا کہ تلاش و جستجو کرنے والے محققین اس سے بے خبر نہیں ہیں.

متلاشی

(ا) کب اور کہاں اس طرح کا احتجاج کیا گیا۔

امام علیہ السلام نے کب احتجاج فرمایا. آپ کی اولاد، دوستوں نے کن مواقع پر اس طرح کا احتجاج کیا ہمیں بھی اس سے آگاہ فرمایئے

حق شناس

(۱) امامؑ کے بعض احتجاجات کا تذکرہ۔
(۲) احتجاج حضرت زہراء سلام اللہ علیہا۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے ان نصوص کی نشر و اشاعت میں بڑی دل جمعی سے کام کیا. چونکہ اسلام کی حفاظت جان سے بڑھ کر عزیز تھی مسلمانوں کی شان وشوکت کی حفاظت کیلئے اپنے دشمنوں سے جھگڑا مول نہیں لیا. چنانچہ آپ نے سکون اختیار کرنے اور ان نازک حالات میں اپنے حق کا مطالبہ نہ کرنے کی بعض مواقع پر معذرت بھی فرمائی ہے چنانچہ فرماتے ہیں. کسی انسان کو اس وجہ سے عیب نہیں لگایا جاسکتا ہے کہ اس نے اپنے حق کے حاصل کرنے میں دیر کی. عیب تو اس وقت لگانا چاہیئے جب انسان حق نہ رکھتے ہوئے کسی چیز کو حاصل کرے (۳۹۷)

آپ نے نصوص کی نشر و اشاعت میں ایسے طریقے اختیار کیے جن سے حکمت کا پورا پورا مظاہرہ ہوا. ملاحظہ فرمایئے کہ رحبہ والے دن آپ نے اپنے زمانۂ خلافت میں لوگوں کو کوفہ کے میدان میں جمع کیا تاکہ غدیر کی یاد دلائی جائے. آپ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

---

(۳۹۷) یہ حضرت کے کلمات قصار ہیں۔ رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۸ ص ۱۶۸ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔ یہ نہج البلاغہ کی حکمت ۱۶۶ ہی ہے۔

میں ہر مسلمان کو قسم دیتا ہوں کہ جس نے غدیر خم میں اپنے کانوں سے رسول ﷺ کو اعلان فرماتے سُنا ہو وہ اُٹھ کھڑا ہو. جو کچھ سنا تھا اس کی گواہی دے تیس صحابی اٹھ کھڑے ہوئے جن میں بارہ تو جنگ بدر میں شریک رہ چکے تھے. جو کچھ انہوں نے اپنے کانوں سے حدیث غدیر کے متعلق سنا تھا اسکی گواہی دی (۳۹۸).

اس پر آشوب زمانے میں جب کہ حضرت عثمان کے قتل اور بصرہ و شام میں فتنہ و فساد جاری رہنے کی وجہ سے فضا خراب تھی. (ان پر اور ان کے بلند مقام پر ہمارا سلام ہو) حدیث غدیر بھولتی جا رہی تھی اور اذھان سے اس کی یاد محو ہو رہی تھی، آپ نے اسے تازہ حیات بخشی اور رحبہ کے میدان میں مسلمانوں کے سامنے غدیر خم کے موقع پر رسول ﷺ کے اہتمام کی تصویر کشی کر کے وہ منظر یاد دلا دیا جب رسول ﷺ نے ایک لاکھ یا اس سے زیادہ مسلمانوں کے درمیان بالائے منبر حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر بلند کیا اور پورے مجمع کو دکھا کر ارشاد فرمایا تھا کہ یہی علی علیہ السلام میرے ولی ہیں. اسی وجہ سے حدیث غدیر احادیث متواترہ کا بہترین مصداق کہلاتی ہے.

غور فرمائیں کہ آپ نے بھرے مجمع میں انتہائی اہتمام و انتظام فرما کر صاف صاف لفظوں میں اس کا اعلان کیا تھا. اس کے بعد غور کیجیے رحبہ کے دن امیر المومنین علیہ السلام کے حکمت سے لبریز طرز عمل پر

---

(۳۹۸) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۴ و ۲۲۵۔

حضرت نے اپنے حق کا خود مطالبہ کیا۔ اس سلسلے میں رجوع کریں الامامۃ والسیاسہ (ابن قتیبہ) ج ۱ ص ۱۱ و ۱۴۳ ط مصطفیٰ محمد مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۱۱۔۱۲ و ج ۹ ص ۳۰۶ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، المناقب (خوارزمی) ص ۲۲۴ ط الحیدریہ و کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۳۸۶ ط الحیدریہ۔ نیز حاشیہ نمبر ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۳۴۶، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴ و ۴۱۵ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

کہ رحبہ میں مسلمانوں کو(جن میں ہر خطہ ملک اور ہر قوم وقبیلہ کے افراد جمع تھے) قسم دیتے ہیں اوران کی شہادب پھر سے حدیث کو زندہ فرماتے ہیں. جس قدر حالات اجازت دے سکتے تھے امیر المومنینؑ نے اپنا حق جتلانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا. ساتھ ساتھ سکون وسلامت روی کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دیا اور یہ کام بھی پایہ تکمیل تک پہنچایا.

اپنی خلافت ووصایت کی نشرواشاعت میں امیر المومنین علیہ السلام کا ہمیشہ یہی طرز عمل رہا. اور لاعلم افراد کو واقف کار بنانے کے لیے آپ ایسی ہی صورتیں اختیار فرماتے جو نہ تو کسی ہنگامے کا سبب ہو اور نہ اس سے بیزاری پیدا ہونے کا احتمال پیدا ہو. اس سلسلے میں اصحاب سنن کی نقل کردہ روایتوں کے مطالعہ سے آپ کی مزید تسلی وتشفی ہوگی.

اس دن جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کے حکم سے قریشی رشتہ داروں کو انذار اور ڈرانا تھا. انہیں اپنے بزرگ چچا البطح ؛ابوطالب؛ کے گھر مکہ میں جمع کر کے ایسے مطالب بیان فرمائے جو خود ایک طولانی اور بہت ہی مہتم الشان حدیث ہے، لوگ اسے اعلام نبوت اور آیات اسلام میں سے شمار کرتے ہیں کیونکہ یہ حدیث حضرت سرور کائنات کے زبردست معجزۂ نبوت یعنی تھوڑے کھانے سے بڑی تعداد میں لوگوں کو شکم سیر کردینے کے واقعہ پر مشتمل ہے. اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی گردن پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا: یہ میرے بھائی، وصی اور تم میں میرے جانشین ہیں. تم ان کا کہا مانو اور اطاعت کرو۔(۳۹۹)

امیر المومنین علیہ السلام اکثر فرمایا کرتے تھے کہ رسالت مآبؐ نے آپ سے فرمایا:

اے علی علیہ السلام تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔(۴۰۰)

---

(۳۹۹) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۰۰ ح ۲۸۶ ط ۲۔ نیز حاشیہ نمبر ۹۱ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴۰۰) حاشیہ نمبر ۹۴ ملاحظہ فرمائیں۔

اور نہ جانے کتنی مرتبہ آپ نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث بیان کی کہ:

اے علی علیہ السلام میرے نزدیک تمھیں وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون علیہ السلام کو موسیٰ علیہ السلام سے تھی سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا (۴۰۱)

آپ نے بارہا یہ حدیث دُہرائی کہ غدیر خم کے موقع پر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ارشاد فرمایا:

میں تم مومنین سے زیادہ تمھارے نفوس پر قدرت واختیار نہیں رکھتا؟ سب نے کہا بے شک، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جس کا میں ولی ہوں اس کے یہ علی علیہ السلام ولی ہیں (۴۰۲)

اس کے علاوہ اور بھی بے شمار حدیثیں ہیں ثقہ اور مستند افراد میں ان احادیث کی اشاعت کی. اور یہ اس وقت تھا جب حالات اس کی نشر واشاعت کے لئے مساعد اور مناسب تھے اور اعلان بھی ضرورت کے مطابق تھا مگر اس کا اثر نہ ہوا. (حَكْمَة بَالِغَة فَمَا تُغْنِ النُّذُر)

شوریٰ کے دن آپ نے اتمام حجت فرمایا اور انہیں خوف خدا دلایا اپنے تمام فضائل ومناقب یاد دلا کر احتجاج فرمایا. (۴۰۳) اپنے ایام خلافت میں بڑی مظلومیت سے احتجاج فرمایا اور آپ نے منبر پر جا کر اس کا شکوہ کیا. یہاں تک کہ آپ نے فرمایا:

خدا کی قسم! اس جامۂ خلافت کو فلاں شخص (ابن ابی قحافہ) نے زبردستی

---

(۴۰۱) حاشیہ نمبر ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰ و ۱۱۱ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴۰۲) رجوع کریں کنز العمال (متقی ہندی) ج ۱۵ ص ۱۱۵ ح ۳۳۳ ط ۲ حیدر آباد۔

(۴۰۳) رجوع کریں مناقب علی بن ابی طالب (ابن مغازلی شافعی) ص ۱۱۲۔۱۱۸ ح ۱۵۵، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۲۲۲۔۲۲۵، کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۳۸۶ ط الحیدریہ، میزان الاعتدال (ذہبی) ج ۱ ص ۴۴۲ و فرائد السمطین (حموینی شافعی) ج ۱ ص ۳۲۰۔۳۲۲۔

پہن لیا حالانکہ وہ اچھی طرح واقف تھا کہ مجھے خلافت میں وہی جگہ حاصل ہے جو آسیا میں میخ کو حاصل ہوتی ہے. مجھ سے علوم کے دریا بہتے ہیں اور میری وہ بلند منزلت ہے کہ طائر خیال بھی مجھ تک بلند نہیں ہوسکتا. مگر میں نے اس پر پردہ ڈال دیا اور اس سے پہلو تہی اختیار کی. میں عجب کشمش واضطراب میں تھا میری عجب گومگو کی حالت تھی کہ میں اس کٹے ہوئے بازو سے حملہ کروں یا اس گھٹا ٹوپ تاریکی پر صبر کروں جس پر بڑا بوڑھا ہوجائے اور چھوٹا جوان ہوجائے اور مومن انتہائی اذیت میں اس وقت تک مبتلا رہے گا جب تک خداوند عالم سے ملحق نہیں ہوجاتا. میں نے دیکھا کہ ان دونوں باتوں میں صبر زیادہ بہتر ہے. میں نے صبر کیا حالانکہ آنکھیں جل رہی تھیں اور گلا گھٹ رہا تھا کہ میری دولت لٹ رہی ہے..... خطبۂ شقشقیہ کے آخر تک (۴۰۴) آپ نے اسی کا ماتم کیا. نہ جانے کتنی مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا ہوگا:

---

(۴۰۴) رجوع کریں: الغدیر (امینی) ج ۷ ص ۸۲-۸۵ (انہوں نے اس خطبہ کے ۲۸ مصادر بیان کئے ہیں) مصادر نہج البلاغہ (عبدا؛ زہراء حسینی) ج ۲ ص ۲۰-۳۱، مدارک نہج البلاغہ (کاشف الغطاء) ص ۲۳۷، نہج البلاغہ، خطبہ ۳، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱ ص ۲۰۵ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل والامامۃ والسیاسہ (ابن قتیبہ) ج ۱ ص ۱۴۴ ط مصطفیٰ محمد مصر۔ تذکرۃ الخواص (سبط ابن جوزی) ص ۱۲۴، علل الشرائع (شیخ صدوق) ج ۱ ص ۱۵۰ باب ۱۲۲ رقم ۱۲ معانی الاخبار (شیخ صدوق) ج ۲ ص ۳۴۳، ارشاد (شیخ مفید) ص ۱۶۷، کتا الجمل (شیخ مفید) ص ۶۲، امالی (شیخ طوسی) ج ۱ ص ۳۸۲-۳۸۴، (سید مرتضی کی اسناد کے علاوہ) تلخیص الشافی (شیخ طوسی) ج ۳ ص ۵۳-۵۷، احتجاج (طبرسی) ج ۱ ص ۲۸۱، بحار الانوار (مجلسی) ج ۸ ص ۱۵۹ ط قدیم لسان العرب (ابن منظور) ج ۱۲ ص ۵۴۳، نہایہ (ابن اثیر) ج ۲ ص ۴۹۰ قاموس (فیروز آبادی) ص ۲۵۱۔

پالنے والے! میں قریش اوران کو مدد پہنچانے والوں کے مقابلہ میں تجھ
سے مدد کا طالب ہوں۔ انھوں نے قطع رحم کیا اور میری بلندی منزلت کو حقیر
و پست بنایا اور ایسی چیز کے واسطے جو حقیقتاً میرے لیے ہے جس کا میں
حقدار ہوں، وہ مجھ سے جھگڑنے کے لیے عہد کر بیٹھے ہیں۔

ثُمَّ قَالُوا: اَلا إِنَّ فِي الْحَقِّ أَنْ تَاخُذَهُ وَفِي الْحَقِّ أَنْ تَتْرُكَه.

اسوقت کہا کہ ایسا حق ہے جسے حاصل کرنا چاہیئے اور ایسا حق ہے کہ اسے
چھوڑ دینا چاہیئے۔ (۴۰۵)

کسی نے امیر المومنین علیہ السلام سے کہا کہ: اے فرزند ابو طالب! آپ اس امر خلافت میں حریص معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

خدا کی قسم تم زیادہ حریص ہو۔ میں تو اپنا حق طلب کر رہا ہوں، اور تم لوگ
میرے اور میرے حق کے درمیان رکاوٹ بن رہے ہو (۴۰۶)

نیز آپ نے ایک موقع پر فرمایا:

خدا کی قسم جس وقت سے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوئی اس وقت سے
لے کر آج تک میں ہمیشہ اپنے حق سے روکا گیا اور ہمیشہ مجھ پر دوسروں کو
ترجیح دی گئی۔ (۴۰۷)

(۴۰۵و۴۰۶) رجوع کریں نہج البلاغہ، خطبہ ۱۶۷ ج ۲ ص ۳۰۰ ط مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۱ ص ۱۰۹ ط مصر باتحقیق محمد ابو الفضل والامامۃ والسیاسہ (ابن قتیبہ) ج ۱ ص ۱۴۴ ط مصطفیٰ محمد مصر۔

(۴۰۷) رجوع کریں نہج البلاغہ، خطبہ ۶ ج ۱ ص ۴۳ ط مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱ ص ۲۲۳ و ج ۹ ص ۳۰۶ ط مصر باتحقیق محمد ابو الفضل ومصادر نہج البلاغہ (عبد الزہراء حسینی خطیب) ج ۲ ص ۴۵ ط القضاء نجف۔

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا:

وہ ہمارا حق ہے اگر ہمارا حق ہمیں دے دیا گیا تو خیر وگرنہ ہم صبر کریں گے خواہ کتنا طولانی صبر ہی کیوں نہ ہو.(۴۰۸)

آپ اپنے بھائی عقیل کو لکھے گئے خط میں فرماتے ہیں:

بدلہ لینے والے ہماری طرف سے قریش کو بدلہ دیں انھوں نے میرا قطع رحم کیا اور میرے بھائی کی قوت وسطوت مجھ سے چھین لی (۴۰۹)

امیر المومنین علیہ السلام نے بارہا فرمایا:

میں نے اپنے گردو پیش پر نگاہ ڈالی ہے. مجھے کوئی اپنا مددگار نظر نہ آیا۔ بس میرے گھر والے تھے. میں نے ان کا مرنا گوارا نہ کیا. خس وخاشاک پڑے رہنے کے باوجود آنکھیں بند رکھیں اور گلا گھٹ رہا تھا مگر پینے پر مجبور ہوا. سکوت اختیار کرنے اور عُلقم سے زیادہ تلخ گھونٹ پینے پر میں نے صبر کیا (۴۱۰)

جب آپ کے بعض ساتھیوں نے یہ سوال کرلیا کہ لوگوں نے آپ کو اس مقام سے کس

---

(۴۰۸) رجوع کریں نہج البلاغہ، حکمت ۲۱ ص ۵۶۲ ط مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۸ ص ۱۳۲ و ج ۹ ص ۳۰۷ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، تاریخ (طبری) ج ۴ ص ۲۳۶ و الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) ج ۳ ص ۴۷۔

(۴۰۹) رجوع کریں نہج البلاغہ ج ۳ ص ۴۸۸ ط مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۶ ص ۱۴۸ و ج ۹ ص ۳۰۶ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔

(۴۱۰) رجوع کریں نہج البلاغہ، خطبہ ۲۶ ج ۱ ص ۶۸ ط ا مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۲ ص ۲۰ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، الامامۃ والسیاسہ (ابن قتیبہ) ج ۱ ص ۱۴۴ ط مصطفیٰ محمد مصر۔

طرح دور ہٹا دیا حالانکہ آپ اس کے زیادہ حقدار تھے؟ تو آپ نے فرمایا:

اے برادر بنی اسد! تم بہت تنگ حوصلہ ہو اور غلط راستہ پر چل نکلے ہو۔ تمہیں بے موقع اور بے محل سوال نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن تمہیں قرابت کا حق بھی حاصل ہے اور سوال کرنے کا بھی۔ اب چونکہ سوال کیا ہے تو سنو! ہمارے بلند نسب اور رسول اکرمؐ سے قریب ترین تعلق کے باوجود قوم نے ہم سے حق کو اس لئے چھین لیا کہ اس میں ایک خود غرضی تھی جس پر ایک جماعت کے نفس مر مٹے اور دوسری جماعت نے چشم پوشی سے کام لیا تھا لیکن بہر حال خدا حاکم ہے اور قیامت والے دن اسی کی بارگاہ میں پلٹ کر جانا ہے۔ (۴۱۱)

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

جو ہمارے علاوہ راسخین فی العلم کا دعویٰ کر سکیں انہوں نے ہمارے خلاف جھوٹ بولتے گھڑا اور ہم پر ظلم و سرکشی کو روا رکھا. دیکھیں وہ لوگ کہاں ہیں خداوند عالم نے ہمیں سر بلند بنایا، انھیں پست کیا.

ہمیں اپنی عطاؤں سے مالا مال کیا. انھیں محروم رکھا. ہمیں اپنی آغوش رحمت میں لیا انھیں نکال باہر کیا. ہم سے ہدایت مانگی جاتی ہے اور کور نگاہیں روشن کی جاتی ہیں. امام قریش ہی سے ہوں گے اور وہ بھی بنی ہاشم کی اولاد سے، غیر بنی ہاشم سزاوار ہی نہیں اور نہ حکومت بغیر ان کے

---

(۴۱۱) رجوع کریں نہج البلاغہ، کلام ۱۶۱ ج ۲ ص ۲۸۱ ط مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۲۴۱ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔

درست رہ سکتی ہے.(۴۱۲)

حضرت امیر المؤمنین اپنے کسی خطبے میں ارشاد فرماتے ہیں۔ امید ہے یہی آپ کے لئے کافی ہوگا۔

جب پروردگار نے رسول خدا کو اپنے پاس بلا لیا تو ایک قوم الٹے پاؤں پلٹ گئی اور اسے مختلف راستوں نے تباہ کر دیا۔ انہوں نے مہمل عقائد کا سہارا لیا اور غیر قرابت دار سے تعلقات پیدا کئے اور اس سبب کو نظر انداز کر دیا جس سے مودت کا حکم دیا گیا تھا۔ عمارت کو جڑ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ پر قائم کر دیا جو ہر غلطی کا معدن اور مخزن اور گمراہی کا دروازہ تھے حیرت میں سرگردان اور آل فرعون کی طرح نشہ میں غافل تھے۔ ان میں کوئی مکمل طور پر کٹ کر دنیا کی طرف آ گیا تھا اور کوئی دین سے مکمل طور پر الگ ہو گیا تھا۔(۴۱۳)

آپؑ اپنی بیعت کے بعد فرماتے ہیں۔(یہ بھی نہج البلاغہ کا ایک درخشاں خطبہ ہے۔)

آل محمدؐ پر اس امت کا قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی انہیں ان لوگوں کے برابر قرار دیا جا سکتا ہے جن پر ہمیشہ اللہ کی نعمتوں کا سلسلہ جاری رہا۔

---

(۴۱۲) رجوع کریں نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۳ ج ۲ ص ۲۴۹ ط مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۸۴ ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل۔

(۴۱۳) رجوع کریں نہج البلاغہ، خطبہ ۱۴۹ ج ۲ ص ۲۵۶ ط مصر و شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۹ ص ۱۳۲ ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل۔

آل محمد دین کی اساس اور یقین کا ستون ہیں۔ان سے آگے بڑھ جانے والا پلٹ کر انھیں کی طرف آتا ہے اور پیچھے رہ جانے والا بھی انھیں آکر ملتا ہے ان کے پاس حق ولایت، وصایت اور وراثت ہے اب جبکہ حق اپنے اہل کے پاس آگیا ہے اور اپنی منزل کی طرف منتقل ہو گیا ہے۔(۴۱۴)

ایک اور خطبے میں حضرتؑ اپنے دشمنوں پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

میں حیران ہوں اور حیرت اور تعجب میں کیوں نہ پڑوں؟ کہ تمام فرقے اپنے اپنے دین کے بارے میں مختلف دلائل رکھنے کے باوجود سب غلطی پر ہیں کہ نہ نبیؐ کے نقش قدم پر چلتے ہیں اور نہ ہی وصیؑ کے عمل کی پیروی کرتے ہیں۔(۴۱۵)

(۲) جناب سیّدہ سلام اللہ علیہا نے بھی بہت پر زور استدلالات فرمائے ہیں. آپ کے دو خطبے تو بہت شہرت کے حامل ہیں اور سینہ بہ سینہ محفوظ ہوتے چلے آرہے ہیں اہل بیت علیہم السلام اپنے بچوں کے لیے ان دو خطبوں کا یاد کرنا اسی طرح ضروری قرار دیتے تھے جس طرح کلام مجید کا یاد کرنا. ان دو خطبوں میں آپ خلافت کی عمارت کو اس حقیقی بنیاد سے ہٹا کر نامناسب جگہ رکھنے پر اعتراض فرماتی ہیں کہ:

---

(۴۱۴) رجوع کریں نہج البلاغہ، خطبہ ۲ ج ا ص ۳۲ ط مصر و شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ا ص ۱۳۸۔۱۳۹ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔

(۴۱۵) رجوع کریں نہج البلاغہ، خطبہ ۸۷ ج ا ص ۱۵۱ ط مصر و شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۳۸۴ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔ نیز حاشیہ نمبر ۳۴۶ ملاحظہ فرمائیں۔

وائے ہو ان لوگوں پر جنھوں نے خلافت کو رسالت کو بنیاد، نبوت کے ستون، روح الامین کی منزل اور دین و دنیا دونوں کے امور سے واقف و باخبر شخص سے ہٹا کر کہاں رکھ دیا؟ بلاشبہ یہ بہت بڑا گھاٹا ہے. یہ آخر علیؑ پر اتنا عتاب کیوں ہے؟ ان کا یہ عتاب محض ان کی تلوار کی باڑھ، سختی سے روند ڈالنے دردناک سزا دینے اور خدا کے معاملہ میں انتہائی تشدّد سے کام لینے کی وجہ سے ہے. خدا کی قسم اگر یہ لوگ ایک ساتھ اس سلسلے سے منسلک ہو جاتے جو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علی علیہ السلام کے ہاتھوں میں دے گئے ہیں اور سب کے سب مل کر ان کے حلقۂ اطاعت میں آ جاتے تو علی علیہ السلام انھیں باندھ کر رکھتے اور بہت سہل و آسان چال سے لے کر چلتے. نہ تو انھیں کوئی اذیت ہوتی نہ تکلیف کا سامنا ہوتا اور انہیں اس منزل تک پہنچا دیتے جہاں سے آب حیات پھوٹ رہا ہوتا جس کی نہر اوپر سے آ رہی ہوتی اور وہ آب زلال سے بھی صاف و شفاف ہوتا اس میں گندگی کا امکان تک نہ ہوتا. اور پھر وہ انھیں سیراب کر کے واپس لاتے۔ اور ان کی ظاہری اور باطنی حالتوں میں خیر خواہی کرتے۔ وہ تمہاری دولت سے اپنی ذات کو زینت نہ دیتے۔ اور تمہاری دنیا سے کوئی حصہ نہ لیتے۔ اور اپنے مال سے بھی صرف اتنا لیتے کہ زندہ رہا جا سکے۔ وہ اس دنیا سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ ہم پر آسمان اور زمین کی برکتوں کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ تو خدا جلد ہی ان کی بداعمالی اور بری کمائی کی وجہ سے انہیں کی وجہ سے انھیں عذاب میں گرفتار کر دے گا۔

اب سننے والے ادھر متوجہ ہو کر غور سے سنیں۔

جب تک تم زندہ رہو گے۔ زمانہ تمہیں عجیب اور انوکھی باتیں دکھاتا رہے گا۔ پھر سب سے زیادہ تعجب اور حیرت اس قوم کی باتوں سے ہوتی ہے۔ اے کاش یہ بھی بتا دیا ہوتا کہ تم نے کس سند پر بھروسہ کیا۔ اور تمہارے اعتماد کا ستون کون ہے؟ کس کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ اور کس خاندان کو پس پشت ڈالا اور کس سے وابستہ ہوئے؟ تمہارا ناموزوں مولیٰ ہے اور نامناسب خیر خواہ۔ اور ظالموں کو برا بدلہ ملے گا۔ انھوں نے بازوں کو چھوڑ کر پیروں کو پکڑا۔ اور گوشت کو چھوڑ کر شانے کی ہڈیوں کو اختیار کیا۔ انکی ناک رگڑی جائے گی جو برائیوں کے بعد بھی سمجھتے ہیں ہم اچھے کام کر رہے ہیں۔ یقیناً وہ مفسد ہیں۔ لیکن وہ شعور نہیں رکھتے۔ تمہارے لئے ہلاکت ہو، آیا اس شخص کی پیروی کی جائے کے جو حق کی طرف ہدایت کرتا ہے یا اس کی جو خود ہدایت کا محتاج ہے۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے! نجانے تم کیسے فیصلے کرتے ہو؟ (۴۱۶)

یہ عترت پاکؑ کے کلام کا ایک نمونہ تھا، اس حوالے سے باقی موارد کا اسی پر قیاس کریں۔

---

(۴۱۶) مسجد میں حضرت زہرا (س) کے خطبے کے سلسلے میں رجوع کریں بلاغات النساء (ابوالفضل احمد بن ابی طیفور۔ متوفی ۲۸۰ھ۔) ص ۱۲۔۱۹ ط الحیدریہ، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۶ ص ۲۱۱۔۲۱۳ و ص ۲۴۹۔ ۲۵۳ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل و اعلام النساء (عمر رضا کحالہ) ج ۳ ص ۱۲۰۸۔ حضرت زہرا (س) کے دوسرے خطبے کے سلسلے میں رجوع کریں بلاغات النساء (ابن ابی طیفور) ص ۱۹۔۲۰ ط الحیدریہ، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۶ ص ۲۳۳۔۲۳۴ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل و اعلام النساء (عمر رضا کحالہ) ج ۳ ص ۱۲۱۹۔

متلاشی

(ا) دوسروں کے احتجاجات بیان کرنے کی درخواست۔

سلسلہ بیان کو مکمل کرنے کے لیے میری التجا ہے کہ آپ امیر المومنین علیہ السلام و جناب سیدہ سلام اللہ علیہا کے علاوہ دوسروں کے احتجاج بھی ذکر فرمایئے۔ فضل و برتری آپ کا مقدر ہے.

حق شناس

(۱)ابن عباس کا احتجاج۔
(۲)حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ کا احتجاج۔
(۳)صحابہ میں موجود بزرگ شیعوں کا احتجاج۔
(۴)ان کے احتجاج میں پیغمبر کی وصیت کی طرف اشارہ۔

میں آپ کی توجّہ اس گفتگو کی طرف مبذول کراتا ہوں جو ابن عباس اور حضرت عمر کے درمیان ہوئی. ایک طولانی گفتگو کے دوران جب حضرت عمر نے یہ فقرہ کہا کہ:

اے ابن عباس تم جانتے ہو کہ رسول ﷺ کے بعد تمھارے عزیزوں نے خلافت سے تمھیں کیوں محروم رکھا؟

ابن عباس کہتے ہیں کہ:

میں نے مناسب نہ جانا کہ جواب دوں لہذا میں نے کہا: اگر میں نہیں جانتا تو آپ تو جانتے ہی

ہیں۔

حضرت عمر نے کہا:

لوگوں کو یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ نبوت وخلافت دونوں تم ہی میں جمع ہو کر رہ جائیں اور تم خوش خوش رہ کر اپنی قوم والوں کو روندو. لہٰذا قریش نے خلافت کو اپنے لیے چنا اور اس پر پہنچ گئے اور کامیاب بھی ہوئے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کہا:

اگر مجھے بھی بولنے کی اجازت دیں اور خفا نہ ہوں تو کچھ عرض کروں۔

حضرت عمر نے کہا:

ہاں ہاں کہو۔

ابن عباس کہتے ہیں: تب میں نے کہا:

آپ کا یہ کہنا کہ قریش نے خلافت کو اپنے لیے اختیار کیا اور اس خیال میں وہ اس کے لیے کامیاب بھی ہوئے تو اگر قریش خدا کی مرضی سے اپنے لیے یہ اختیار کیے ہوتے یعنی خدا بھی انھیں خلافت کے لیے پسند کرتا تو یقیناً وہ حق پر تھے. نہ انہیں ردّ کیا جاتا اور نہ ان پر حسد کیا جاتا. آپ نے یہ جو کہا کہ قریش والے راضی نہ ہوئے کہ خلافت و نبوت دونوں تمھارے ہی اندر رہیں تو خداوند عالم نے ایک قوم کی (اس پر راضی نہ ہونے پر) ان الفاظ میں توصیف کی ہے:

ذٰلِکَ بِأَنَّهُم کَرِهُوا مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فَأَحبَطَ اَعمَالَهُم

انھوں نے خدا کی نازل کردہ آیتوں کو ناپسند کیا تو خدا نے بھی ان کے سارے اعمال خاک میں ملا دیے (۴۱۷)

---

(۴۱۷) سورہ محمد (۴۷) آیہ ۹۔

اس پر حضرت عمر بولے:

وائے ہوائے ابن عباس تمھارے بارے میں مجھے کچھ باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں. مجھے پسند نہیں کہ واقعاً وہ صحیح ہوں جس کی وجہ سے میرے نزدیک تمھاری منزلت گھٹ جائے۔

ابن عباس بولے:

وہ کون سی باتیں ہیں، اگر وہ حق بجانب ہیں تب کوئی وجہ نہیں کہ میری منزلت آپ کے دل سے جاتی رہے. اگر وہ باطل ہیں تو میں ان سے کنارہ کشی پر تیار ہوں۔

حضرت عمر نے کہا:

مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم کہتے ہو کہ خلافت کو لوگوں نے ہم سے حسد کر کے، باغی ہو کر اور ظلم کے ذریعے پھیر لیا ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ

(آپ کا یہ جملہ کہ ظلم کے ذریعے پھیر لیا ہے) یہ ہر دانا اور نادان پر روشن ہے. رہ گیا یہ فقرہ کہ حسد کی وجہ سے تو اس کے متعلق عرض ہے کہ جناب آدم سے بھی حسد کیا گیا تھا اور ہم تو انہی کی اولاد ہیں جن سے حسد کیا گیا ہے۔

حضرت عمر نے کہا: افسوس ہے افسوس ہے خدا کی قسم تم بنی ہاشم کے دل حسد سے پُر ہیں جو کبھی ختم نہ ہوگا. حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کہا جن دلوں کو اللہ تعالی نے رجس سے دور رکھا ہے اور پاک و پاکیزہ قرار دیا ہے (۴۱۸) ان کے متعلق ایسا نہ کہہ۔ (۴۱۹)

---

(۴۱۸) یہ سورہ احزاب (۳۳) آیہ ۳۳ کی طرف اشارہ ہے۔

(۴۱۹) رجوع کریں الکامل (ابن اثیر) ج ۳ ص ۶۳، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۲ ص ۵۳-۵۴ ط مصر با تحقیق محمد ابو الفضل، و تاریخ (طبری) ج ۴ ص ۲۲۳۔

دوسری مرتبہ پھر ان دونوں میں مناظرہ ہوا حضرت عمر نے پوچھا تمھارے چچا زاد کیسے ہیں.
حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے سوچا شاید عبداللہ بن جعفر کے متعلق پوچھ رہے ہیں. کہا وہ بھی گذر بسر کر ہی رہا ہے. حضرت عمر نے کہا میری مراد وہ نہیں ہے بلکہ میرا مقصود تم اہلبیت علیہم السلام کا بزرگ ہے کہا وہ ڈول سے پانی نکالنے میں مشغول تھے اور ساتھ ساتھ قرآن بھی پڑھ رہے تھے.

حضرت عمر نے کہا اگر میرے پوچھنے پر تم نے کچھ چھپا تو تمام قربانی کے اونٹوں کا خون تمھاری گردن پر ہوگا. ذرا بتاؤ اب بھی اسکے دل میں خلافت کی آرزو ہے. میں نے کہا جی ہاں حضرت عمر نے کہا کیا اسکا خیال یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تصریح فرمائی تھی کہ وہ خلیفہ ہوگا؟

ابن عباس کہتے ہیں میں اس سے بالاتر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے والد سے نص خلافت کے متعلق سوال کیا تھا تو انہوں نے فرمایا، سچ کہتے ہیں۔

حضرت عمر نے کہا. پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے فرامین میں اسکی بلندی مقام کے تو قائل تھے لیکن حضرت کا فرمان موجب اثبات حجت اور قطع عذر نہیں تھا. رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض موقعوں پر چاہتے تھے کہ امت کا معاملہ اسکے سپرد کر دیا جائے اور امر خلافت اسکی گردن پر ڈال دیا جائے اور اپنی بیماری کے ایام میں تو انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ ان کے نام کی تصریح فرما دیں لیکن میں نے انہیں ایسا نہیں کرنے دیا (۴۲۰)

تیسری مرتبہ حضرت ابن عباس اور حضرت عمر میں گفتگو ہوئی تو اس گفتگو میں حضرت عمر نے کہا:
اے ابن عباس میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ علی علیہ السلام واقعاً مظلوم ہیں
اس پر ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے کہا:

---

(۴۲۰) رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۲ ص ۲۰ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔ بہ نقل از تاریخ بغداد (امام ابوالفضل احمد بن ابی طاہر) (با سند معتبر) نیز حاشیہ نمبر ۳۶۸ ملاحظہ فرمائیں۔

تو خلافت انھیں واپس کیوں نہیں کر دیتے

اس پر حضرت عمر نے میرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور غراتے ہوئے آگے بڑھ گئے. پھر ٹھہر گئے۔ میں قدم بڑھا کر پاس پہنچا حضرت عمر بولے:

اے ابن عباس میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ علی علیہ السلام کو لوگوں نے حقیر سمجھ کر خلیفہ نہ ہونے دیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ اس پر میں بولا:

مگر خدا کی قسم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس وقت انھیں حقیر نہ جانا جب علی کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ جا کر آپ کے دوست حضرت ابوبکر سے سورۂ براءۃ لے لیں۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ:

اس پر حضرت عمر نے منہ پھیر لیا اور جلدی سے آگے بڑھ گئے. میں پلٹ آیا (۴۲۱)

عالم امت ہونے کے حوالے سے ہاشمی حضرات مخصوصاً عبداللہ بن عباس (حضرت رسول خداؐ کے چچا) کی زبان سے اس قسم کی کافی ابحاث ہوئی ہیں. پہلے ہم ان کے حضرت علی علیہ السلام کے مخالفین سے کئے گئے مناظرے کو بیان کر چکے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کی دس اہم خصوصیات کو طویل حدیث کے ذیل میں ذکر کر چکے ہیں کہ جس میں آیا تھا.

حضرت سرور کائناتؐ نے اپنے چچا زاد بھائیوں سے کہا کہ تم میں کون ایسا ہے جو دین و دنیا میں میرا ولی بنے. سب نے انکار کیا صرف علی علیہ السلام نے آمادگی ظاہر کی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں دین و دنیا میں آپ کا ولی ہوں گا اس پر سرور کائناتؐ نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا تم دنیا و آخرت میں

---

(۴۲۱) رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۲ ص ۴۶ و ج ۶ ص ۴۵ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔
ابن عباس کو کہا گیا قول عمر "لقد کان عليٌّ فيكُمْ اَوْلی بهذا الامر منّی و من ابی بكر" محاضرات (راغب اصفہانی) ج ۷ ص ۲۱۳ میں ہے جیسا کہ الغدیر (علامہ امینی) ج ۱ ص ۳۸۹ و ج ۷ ص ۸۰ ط بیروت میں ہے

میرے ولی ہو۔

یہاں تک کہ ابن عباس نے کہا:

حضرت رسول اللہ ﷺ جنگ تبوک کے لیے روانہ ہوئے لوگ بھی ہمراہ تھے حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا. میں بھی ساتھ چلوں؟ رسول ﷺ نے فرمایا نہیں، اس پر حضرت علی علیہ السلام رونے لگے. رسولؐ نے فرمایا:

> اے علی علیہ السلام کیا تم کو یہ بات گوارا نہیں کہ میرے نزدیک تمھاری وہی منزلت ہو جو ہارون علیہ السلام کی موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک تھی، سوائے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا. اے علی علیہ السلام میرا اس وقت تک جانا ممکن نہیں جب تک میں تمھیں یہاں اپنا جانشین چھوڑ کے نہ جاؤں۔
>
> ابن عباس کہتے ہیں کہ: اور رسول ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اے علی علیہ السلام! تم میرے بعد ہر مومن کے ولی ہو۔ ابن عباس کہتے ہیں: اور رسولؐ نے فرمایا کہ جس کا میں مولا ہوں اس کے علی علیہ السلام بھی مولا ہیں۔ (۴۲۲)

(۲) بنی ہاشم کے اکثر افراد نے اسی طرح مختلف مواقع پر احتجاج کیا یہاں تک کہ امام حسن علیہ السلام، حضرت ابوبکر کے پاس پہنچے اور وہ منبر رسول ﷺ پر بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت امام حسنؑ نے فرمایا:

> میرے باپ کی جگہ سے نیچے اترو۔ (۴۲۳)

---

(۴۲۲) حاشیہ نمبر ۹۴ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴۲۳) حضرت ابوبکر نے کہا: خدا کی قسم سچ کہا ہے یہ تیرے باپ کی جگہ ہے اس سلسلے میں رجوع کریں الصواعق المحرقہ (ابن حجر) ص ۱۰۵ ط المیمنیہ مصر، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۶ ص ۴۲۔۴۳ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل، الرسول الأعظم مع خلفاۂ (......) ص ۳۵ ط بیروت والاتحاف بحب الاشراف (شبراوی) ص ۷۔

ایسا ہی حضرت امام حسین علیہ السلام کا واقعہ ہے جو حضرت عمر کے ساتھ پیش آیا. ایک مرتبہ وہ بھی منبر پر بیٹھے تھے کہ امام حسین علیہ السلام پہنچے اور آپ نے ان سے منبر سے نیچے اُتر جانے کا کہا. (۴۲۴)

(۳) شیعی کتابوں میں بنی ہاشم اور بنی ہاشم کے طرفدار صحابہ و تابعین صحابہ کے بے شمار احتجاج موجود ہیں. آپ ان کی کتابوں میں ملاحظہ فرمایئے. کہ خالد بن سعید بن عاص اموی، سلمان فارسی، ابوذر غفاری، عمار یاسر، مقداد، بریدہ اسلمی، ابوالھیثم ابن تیہان، سہل بن حنیف، عثمان بن حنیف، خزیمہ بن ثابت ذوالشہادتین، ابی بن کعب، ابوایوب انصاری وغیرہ میں سے ہر شخص کے احتجاج مذکور ہیں. جو شخص ان سے آگاہ ہونا چاہتا ہے تو وہ وہاں رجوع کرے۔ (۴۲۵). جو اہل بیت طاہرین علیہم السلام اور ان کے دوستوں کے حالات کی چھان بین کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ احتجاج کا جب بھی موقع ملا انھوں نے ہاتھ سے نہ جانے دیا مختلف طریقوں سے احتجاج فرمایا. صاف صاف لفظوں میں، کبھی اشارتاً، کبھی سختی سے، کبھی نرمی سے، کبھی دوران تقریر، کبھی بصورت تحریر، کبھی نثر میں، کبھی نظم میں، جیسا موقع ہوا اور نازک حالات نے جس صورت سے اجازت دی وہ غافل نہیں رہے.

(۴) وہ لوگ احتجاج کے وقت اکثر وصیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ فرماتے اور اس سے احتجاج کرتے جیسا کہ جستجو کرنے والے جانتے ہیں.

---

(۴۲۴) حضرت عمر نے کہا نہ تیرے باپ کا منبر ہے نہ میرے باپ کا اس سلسلے میں رجوع کریں الصواعق المحرقہ (ابن حجر) ص ۱۰۵ ط المیمنیہ مصر۔

(۴۲۵) رجوع کریں ''کتاب سلیم بن قیس ہلالی تابعی'' (متوفی سال ۹۰ ھ) ص ۸۸-۹۳ ط نجف، الاحتجاج (طبرسی) ج ۱ ص ۹۷-۱۰۴ ط النعمان، بحار الانوار (علامہ مجلسی) ج ۲۸ ص ۱۸۹-۲۰۲ و ص ۲۰۸-۲۱۹ ط جدید، الیقین (ابن طاوس) ص ۱۰۸-۱۱۳ ط الحیدریہ، الخصال (شیخ صدوق) ص ۴۲۹-۴۳۴ و رجال (برقی۔ متوفی حدود ۲۷۴ ھ) ص ۶۳ ط ایران۔ نیز حاشیہ نمبر ۲۱۵ ملاحظہ فرمائیں۔

متلاشی

(ا) وصیت کے متعلق کب اور کہاں احتجاج کیا گیا۔

حضرت علی علیہ السلام کا آنحضرت ؐ کے وصی ہونے کا ذکر کب اور کہاں ہوا؟ اور کس موقع پر احتجاج کیا گیا.؟

حق شناس

(۱)وصیت کے متعلق کیئے گے بعض احتجاجات کا تذکرہ۔

جی ہاں خود امیر المومنین علیہ السلام نے بر سر منبر اس کا تذکرہ فرمایا. ہم اصل عبارت پہلے نقل کر چکے ہیں. (۴۲۶) نیز جس جس نے دعوت ذوالعشیر ہ والی حدیث روایت کی ہے اس نے امیر المومنین علیہ السلام ہی کی طرف اس حدیث کی نسبت دی ہے. اور آپ ہی سے سب نے روایت کی. ہم اس حدیث کو گزشتہ صفحات پر ذکر کر چکے ہیں. جس میں امیر المؤمنین علیہ السلام کے وصی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کی صاف صاف تصریح ہے. (۴۲۷)

امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد نو جوانان جنت کے سردار حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں آپ نے فرمایا تھا:

میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرزند ہوں میں وصی علیہ السلام کا بیٹا ہوں (۴۲۸)

---

(۴۲۶) حاشیہ نمبر ۴۱۴ و ۴۱۵ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴۲۷) حاشیہ نمبر ۹۱ و ۹۲ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴۲۸) رجوع کریں ذخائر العقبی (محب الدین طبری) ص ۱۳۸۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

بعثت سے پہلے حضرت علی علیہ السلام حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے آپ نے نورِ رسالت کو دیکھا اور فرشتے کی آواز کو سنا۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ: حضرت سرور کائناتؐ نے امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا

اگر میں خاتم الانبیاء نہ ہوتا تو تم میری نبوت میں شریک ہوتے، اب جبکہ تم نبی نہیں ہو تو تم نبیؐ کے وصی اور وارث ہو۔ (۴۲۹)

یہ مطلب تمام اہل بیت علیہم السلام سے بتواتر منقول ہے اور اہل بیت علیہم السلام و موالیان اہل بیت علیہم السلام کے نزدیک صحابہ کے زمانہ سے لے کر آج تک بدیہیات اور واضح حقائق میں سے ہے. جناب سلمان فارسی فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے سُنا:

میرے وصی، میرے رازوں کی جگہ اور جسے میں اپنے بعد چھوڑوں گا ان میں بہترین فرد اور میرے وعدوں کو پورا کرنے اور مجھے میرے قرضوں سے سبکدوش بنانے والے علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں۔ (۴۳۰)

جناب ابو ایوب انصاری فرماتے ہیں کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے ہوئے سُنا آپؐ جناب سیدہؑ سے فرما رہے تھے۔

کیا تم جانتی نہیں کہ خداوند عالم نے روئے زمین کے باشندوں پر نگاہ کی ان میں تمھارے باپ کو منتخب کیا اور نبوت سے سرفراز کیا پھر دوبارہ نگاہ کی اور تمھارے شوہر کو منتخب کیا اور مجھے وحی کے ذریعہ حکم دیا تو میں نے ان کا

---

(۴۲۹) رجوع کریں شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ج ۱۳ ص ۲۱۰ ط مصر با تحقیق محمد ابوالفضل۔

(۴۳۰) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۲۶۳۔

نکاح تمھارے ساتھ کردیا اور انھیں اپنا وصی بنایا (۴۳۱)

بریدہ اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرماتے ہوئے سُنا:

ہر نبی کے لیے وصی اور وارث ہوا کرتا ہے اور میرے وصی و وارث علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں (۴۳۲)

جناب جابر بن یزید جعفی جب امام محمد باقر علیہ السلام سے کوئی حدیث روایت کرتے تو کہتے کہ مجھ سے (وصی الاوصیاء) وصیوں کے وصی نے بیان کیا۔ (۴۳۳)

ام الخیر بنت حریش بارقی نے جنگ صفین کے موقع پر ایک تقریر کی جس میں انھوں نے اہل کوفہ کو معاویہ سے جنگ کرنے پر ابھارا تھا. اس تقریر میں انھوں نے یہ بھی کہا تھا:

آؤ، آؤ، خدا تم پر رحمت نازل کرے. اس امام کی طرف جو عادل ہیں، وصی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، وفا کرنے والے اور صدیق اکبر ہیں۔ (۴۳۴)

یہ تو سلف صالحین کا ذکر تھا جنھوں نے اپنے خطبوں اور حدیثوں میں وصیت کا تذکرہ کیا. اگر کوئی گذشتہ لوگوں کے حالات کا جائزہ لے تو اسے معلوم ہوگا کہ وصی کا لفظ فقط امیر المومنین علیہ السلام کے لیے استعمال ہوتا تھا اور ایسے استعمال ہوتا تھا جیسے مسمیات کے لیے اسماء استعمال ہوتے ہیں.

یہاں تک کہ صاحب لغت تاج العروس وصی کے مادہ میں لکھتے ہیں:

الوصي . كغني. لقب علي (رضى الله عنه)

---

(۴۳۱) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۲۶۵۔

(۴۳۲) رجوع کریں حاشیہ نمبر ۲۶۲۔

(۴۳۳) رجوع کریں میزان الاعتدال (ذہبی) ج ا ص ۳۸۳۔

(۴۳۴) رجوع کریں بلاغات النساء (ابن ابی طیفور) ص ۳۷۔۳۸ ط نجف۔

وصی بروزن غنی حضرت علی علیہ السلام کا لقب ہے. (۴۳۵)

نیز مسئلہ وصایت کی وضاحت کے حوالے سے جو اشعار بیان ہوئے ہیں ان کا احصاء ممکن نہیں. انہیں مربوطہ کتب میں ملاحظہ فرمائیں (۴۳۶)

---

(۴۳۵) رجوع کریں تاج العروس (زبیدی حنفی)، مادہ ''وصیؔ'' ج ۱۰ص ۳۹۲۔

(۴۳۶) رجوع کریں خود کتاب المراجعات (علامہ سید شرف الدین موسوی) کتاب وقعۃ صفین (نصر بن مزاحم۔ متوفی ۲۱۲ھ) ص ۱۸، ۲۳، ۲۴، ۴۳، ۴۹، ۱۳۷، ۳۶۵، ۳۸۱، ۳۸۳، ۳۸۵، ۴۱۶و ۴۳۶، شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید) ط مصر باتحقیق محمد ابوالفضل ج۱ ص ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹و ۱۵۰ و ج۶ ص ۳۱و ۳۵ و ج ۱۳ ص ۲۳۱و ۲۳۲، الغدیر (علامہ امینی) ج۲ ص ۲۸، ۴۳، ۷۷، ۱۱۴، ۱۵۰، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۹، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۴، ۲۴۳، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۵۱، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۶، ۲۹۲، ۳۳۰، ۳۵۰و ۳۸۲ و ج۳ ص ۹، ۲۹، ۶۰، ۲۳۱، ۲۳۳، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۷۷، ۳۷۹، ۳۹۳و ۴۰۴ و ج۴ ص ۳، ۱۷، ۱۹، ۲۴، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۵۶، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۹۰، ۱۰۱، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۲، ۱۴۸، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۵، ۱۵۸، ۱۶۱، ۱۷۱، ۱۸۰، ۲۲۳، ۲۵۳، ۲۵۵، ۲۶۰، ۲۹۸، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۷، ۳۳۹، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۶۴، ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۹۲، ۳۹۷، ۳۹و ۴۰۸۔ کفایۃ الطالب (گنجی شافعی) ص ۱۰۴، ۱۲۷، ۱۹۲، ۲۴۶و ۵۵ ط الحیدریہ، تذکرۃ الخواص (سبط بن جوزی حنفی) ص ۸۵، ۱۰۸و ۲۹۴، المناقب (خوارزمی حنفی) ص ۳۸، ۶۵، ۱۳۴، ۲۸۸، و۲۸۹، مروج الذہب (مسعودی) ج۲ ص ۴۲۸، العقد الفرید (ابن عبد ربہ مالکی) ج۴ ص ۱۱۴و ۳۴۴، الفصول المختارہ (سیّد مرتضی) ص ۲۳۵، الکامل (مبرّد) ہمراہ باشرح رغبۃ الامل۔ ج۷ ص ۱۳۳، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر) ج۳ ص ۱۸۹، آثار ذوات السوار (حنفی صیداوی) در حاشیہ ص ۶۵، بلاغات النساء (ابن ابی طیفور) ص ۶۳ ط الحیدریہ، شرح ہاشمیات ''کمیت بن زید اسدی'' (محمد محمود رافعی) ص ۲۹، ۳۰و ۳۲، دیوان (ابی تمام طائی) ص ۱۴۳، الفصول المہمہ (ابن صباغ مالکی) ص ۸ و فرائد السمطین (حموینی) ج۱ ص ۲۳و ۳۲۶ و ج۲ ص ۱۶۴ ح ۴۵۱۔

متلاشی

(ا) مذہب شیعہ کی طرف سے اسناد کے صحیح ہونے کی دلیلیں۔

ہم نے مبحث اوّل کے اختتام پر آپ سے عرض کیا تھا کہ بعض شیعوں کے مخالف اور متعصب لوگ کہتے ہیں کہ مذہب شیعہ کی اصول دین اور فروع دین میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے کوئی نسبت نہیں ہے. ہم نے خود سے وعدہ کر رکھا تھا کہ اس بارے میں آپ سے پوچھیں گے اب وقت آ گیا ہے کیا ممکن ہے آپ لطف فرماتے ہوئے اس کا جواب دیں اور ان کے اشکالات دور فرمائیں.

حق شناس

(۱) ائمہ اہلبیت کی طرف سے مذہب شیعہ کا تواتر۔
(۲) صحابہ کے زمانے سے، علوم کی تدوین کے حوالے سے شیعوں کی برتری۔
(۳) تابعین اور تابعین کے بعد کے زمانے میں شیعہ قلمکار۔

(۱) ارباب فہم وبصیرت بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ شیعہ فرقہ، ابتدا سے لے کر آج تک اصول دین اور فروع دین دونوں میں ائمہ اہل بیت علیہم السلام سے وابستہ رہا ہے. اور ذرہ برابر ان سے جدا نہیں ہوا لہذا شیعہ کی رائے ائمہ علیہم السلام کی رائے کے تابع ہے.

اصول وفروع اور قرآن وحدیث سے جتنے مطالب مستفاد ہوتے ہیں یا قرآن وحدیث سے جتنے علوم تعلق رکھتے ہیں غرض ہر حکم ان کی رائے کے تابع ہے. انھوں نے ان تمام احکام میں ائمہ طاہرین ؑ کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہیں کیا. اور ان کے علاوہ کسی کی طرف رجوع نہیں کیا.

لہذا مذہب اہل بیت علیہم السلام ہی کے طریق سے وہ خدا کی عبادت کرتے ہیں اس کا تقرب حاصل

کرتے ہیں انہیں اس مذہب کے علاوہ کوئی راہ ہی نظر نہیں آتی اور نہ اس مذہب کو چھوڑ کر اس کے بدلہ میں کسی اور مذہب کو اختیار کرنا انھیں گوارا ہوگا. اسی طرز پر صالح شیعوں نے زندگی گزاردی. انہوں نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے نو معصوم اماموں کے زمانے سے لے کر آج تک اسی طریقے سے زندگی گزاردی.

ہر امام کے عہد میں ان گنت ثقات شیعہ حافظان حدیث، اور بے شمار صاحب ورع لوگوں نے (جن کی تعداد تواتر سے بھی بڑھ کر تھی) اپنے اپنے زمانے کے امام کی صحبت میں بیٹھ کر ان سے استفادہ کر کے اصول وفروع کو حاصل کیا اور اپنے بعد کے لوگوں سے بیان کیا. اسی طرح ہر زمانہ اور ہر نسل میں یہ اصول وفروع نقل ہوتے رہے یہاں تک کہ سورج کی منور کرنوں کی طرح کسی پردے کے بغیر ہم تک پہنچے. لہٰذا ہم بھی آج اسی مسلک پر ہیں جو ائمہ اہل بیتؑ کا مسلک رہا ہے.

اسی طرح شروع سے یہ سلسلہ جاری رہا. ہر نسل اس مذہب کو تمام جزئیات کے ساتھ بزرگوں سے نقل کرتی رہی اور یہ سلسلہ تمام نسلوں میں تا زمان حضرت امام حسن عسکریؑ، امام ہادیؑ، امام جوادؑ، امام رضاؑ، امام کاظمؑ، امام صادقؑ، امام باقرؑ، امام سجادؑ، امام حسینؑ، امام حسنؑ اور امیر المؤمنینؑ کے زمانے تک برابر چلتا رہا۔ آج ہم شمار کرنے بیٹھیں کہ سلف شیعہ میں کتنے افراد ائمہ طاہرینؑ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے، ان سے احکام دین کو سُنا، ان سے استفادہ کیا. تو ظاہر ہے کہ شمار کرنا سہل نہیں کس کے بس کی بات ہے کہ ان کا احصاء کر سکے. اس کا اندازہ لگانا بہت مشکل ہے (۴۳۷)۔

---

(۴۳۷) ان کے اسماء اور شرح حال کیلئے رجوع کریں رجال (نجاشی۔ متوفی ۴۶۳ھ)، الفہرست (شیخ طوسی۔ متوفی ۴۶۰ھ)، رجال (شیخ طوسی)، اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی)، رجال (برقی۔ متوفی حدود ۲۷۴ھ)، رجال (ابن داود۔ متولد ۶۴۷ھ)، الخلاصہ (علامہ حلی۔ متوفی ۷۲۶ھ) والفہرست (شیخ منتجب الدین)۔

آپ کے لئے ان بے شمار کتابوں کا ہونا کافی ہے جو ائمہ طاہرین علیہم السلام کے ارشادات وافادات سے استفادہ کر کے لکھی گئی. جنکا شمار اور احصاء ممکن نہیں ہے۔(۴۳۸)

یہ کتابیں ائمہ طاہرین علیہم السلام کے علوم کا دفتر، ان کی حکمتوں کا سرچشمہ ہیں جو ائمہ طاہرین علیہم السلام کے عہد میں ہی ضبط تحریر میں لائی گئیں۔اوران کے بعد شیعوں کا مرجع قرار پائیں.(۴۳۹)

اسی سے آپ کو مذہب اہل بیت علیہم السلام اور دیگر مسلمان مذاہب میں فرق وامتیاز معلوم ہو جائے گا. کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ ائمہ اربعہ کے مقلدین میں سے کسی ایک نے بھی ان ائمہ کے عہد میں ان کے مذہب کے بارے میں کوئی کتاب تالیف کی ہو. بلکہ لوگوں کو ان کے مذاہب سے الفت ہوگی اور انکی وفات کے بعد انکے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا گیا (۴۴۰) اور لوگوں کی تعداد میں اضافہ اسلیئے ہوا کہ تقلید انہی چاروں ائمہ میں منحصر سمجھ لی گئی. کہ فروع دین میں ان چاروں اماموں میں پیشوائی مختص ہوگی.

حالانکہ ائمہ اربعہ اپنے زمانے میں ایسے ہی تھے جیسے اور دیگر فقہا ومحدثین اپنے طبقہ کے لوگوں میں تھے انھیں اس وقت کوئی امتیاز حاصل نہ تھا. اسی وجہ سے ان کے زمانہ میں کسی شخص کو یہ خیال بھی پیدا نہ ہوا کہ ان کے فتاوئ اسی طرح اکٹھا کرنے کی زحمت اٹھائے. جبکہ شیعوں نے ابتداء ہی سے اپنے ائمہ

---

(۴۳۸) رجوع کریں رجال (نجاشی)، الفہرست (شیخ طوسی)، معالم العلماء (ابن شہر آشوب)، مؤلفوا الشیعۃ فی صدر الاسلام (سیّد شرف الدین) والذریعۃ الی تصانیف الشعیہ (شیخ آغا بزرگ تہرانی)۔

(۴۳۹) رجوع کریں الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ (شیخ آغا بزرگ تہرانی) ج ۲ مادّہ "اصل"، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام (علّامہ صدر) ص ۲۷۸۔۲۹۱ و کتاب الامام الصادق والمذاہب الاربعہ (علّامہ اسد حیدر) ج ۱ ص ۵۴۶۔۵۵۵۔

(۴۴۰) رجوع کریں کتاب الامام الصادق والمذاہب الاربعہ (علّامہ اسد حیدر) ج ۱ ص ۳۱۰ و ج ۳ ص ۱۹۴ و ج ۴ ص ۴۷۔

معصومین علیہم السلام کے اقوال وفتاویٰ جمع کرنے کا اہتمام کیا.

کیونکہ وہ دینی امور میں سوائے ائمہ طاہرین علیہم السلام کے کسی اور کی طرف رجوع کرنا جائز ہی نہیں سمجھتے تھے. اسی وجہ سے ان کے نزدیک رہے. امور دین کے حاصل کرنے کے لیے ان کی طرف رجوع کیا لہذا انھوں نے ائمہ طاہرین سے سنی ہوئی ہر بات کو مدوّن کرنے کے لیے پوری طاقت صرف کی، تمام توانائیاں کام میں لائے. تاکہ یہ علم اور دانش محفوظ ہو جائے. جن کے متعلق ان کا اعتقاد تھا کہ بس یہی عنداللہ صحیح ہیں اور ان کے ماسوا سب باطل ہیں.

آپ کے لئے یہی کافی ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں چار سو اصول لکھے گئے جو کہ چار سو اصولوں کے نام سے معروف ہیں۔ حقیقت میں یہ چار سو اصول چار سو کتابیں تھیں جنھیں چار سو افراد نے لکھا تھا اور یہ سب کے سب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانے میں ہی ان کے فتاویٰ سے اخذ کیا گیا تھا۔ (۴۴۱)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اصحاب نے ان چار سو اصولوں سے کئی گنا زیادہ اور کتابیں بھی لکھیں انشاءاللہ آپ جلد ہی ان کی تفصیل سے آگاہ ہو جائیں گے.

جبکہ دوسری طرف ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک کو بھی لوگوں کی نظروں میں نہ تو وہ وقعت حاصل ہوئی نہ کسی کے دل میں ان کی وہ عزت پیدا ہوئی جو وقعت وعزت ائمہ اہل بیت علیہم السلام کی شیعوں کے نزدیک رہی. بلکہ سچ پوچھیے تو آج یہ ائمہ اربعہ جس عزت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں جو درجہ انھیں ان کے مرنے کے بعد دیا جا رہا ہے خود ان کی زندگی میں انھیں حاصل نہ ہو سکا تھا جیسا کہ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ علم و فقہ کے حوالے سے بیان کردہ فصل میں اس کا اعتراف کیا

---

(۴۴۱) رجوع کریں الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ (شیخ آغا بزرگ تہرانی) ج ۲ مادّہ ''اصل'' وتأسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام (علّامہ صدر) ص ۲۷۸۔۲۹۱۔

ہے۔(۴۴۲) اور دیگر علمائے اہلسنت نے بھی ان کے قول کو تسلیم کیا ہے اس کے باوجود ہمیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان ائمہ اربعہ کا وہی مذہب رہا ہوگا جو آج ان کے پیروکاروں کا ہے اور جس مذہب پر نسلاً بعد نسلٍ عملدرآمد ہوتا آرہا ہے اور اس مذہب کو پیروان ائمہ اربعہ نے اپنی کتابوں میں مدون کر لیا کیونکہ پیروان ائمہ اربعہ اپنے ائمہ کے مذہب کی پوری پوری معرفت رکھتے تھے جیسا کہ شیعہ حضرات اپنے ائمہ طاہرین علیہم السلام کے مذہب سے اچھی طرح واقف ہیں. جس مذہب پر عمل پیرا ہو کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور تقرب الٰہی کے علاوہ کسی اور کا تقرب ان کے مدنظر نہیں ہے.

(۲) چھان بین کرنے والے بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ علوم کی تدوین میں حضرات شیعہ سب پر سبقت لے گئے. کیونکہ دور اوّل میں سوائے امیر المومنین علیہ السلام اور شیعیان امیر المومنین علیہ السلام کے تدوین علم کا کسی کو خیال بھی پیدا نہ ہوا۔(۴۴۳)

اس کا راز یہ ہے کہ صحابہ اسی میں الجھے رہے کہ علم لکھنا جائز بھی ہے یا نہیں؟ چنانچہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے مقدمہ فتح الباری (اور دوسروں نے بھی اسے ذکر کیا ہے۔) میں تحریر کیا ہے کہ خود حضرت عمر اس کو ناپسند کرتے تھے اور حضرت عمر کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی ان کی ہم خیال تھی. انھیں یہ خطرہ محسوس ہو رہا تھا کہ کہیں حدیث قرآن کے ساتھ خلط نہ ہو جائے.(۴۴۴)

---

(۴۴۲) رجوع کریں مقدمہ (ابن خلدون) ص ۴۱۰۔۴۱۷۔

(۴۴۳) تدوین علوم میں شیعوں کے مقدم ہونے کے متعلق رجوع کریں تاسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام (علامہ صدر)، الشیعۃ وفنون الاسلام (علامہ صدر) و الامام الصادق و المذاہب الاربعہ (علامہ اسد حیدر) ج ۴ ص ۵۴۶۔۵۵۵۔

(۴۴۴) رجوع کریں مقدمہ فتح الباری (ابن حجر) ص ۴، تنویر الحوالک شرح موطأ (مالک) ج ۱ ص ۴ و الامام الصادق والمذاہب الاربعہ (علامہ اسد حیدر) ج ۴ ص ۵۴۳۔

مگر حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے فرزند امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور صحابہ کی ایک خاصی تعداد نے اسے جائز قرار دیا. سلسلہ اسی طرح چلتا رہا....... یہاں تک کہ دوسری صدی میں جب تابعین کا زمانہ ختم ہونے کو تھا تو اس وقت اجماع ہو گیا کہ لکھنا جائز ہے. اور اسکے جائز ہونے پر سب متفق ہو گئے. اس زمانے میں ابن جریح نے مجاہد اور عطاء سے استفادہ کر کے اپنی کتابِ تاریخ تالیف کی. یہ اسلام میں غیر شیعہ حضرات کی طرف سے لکھی جانے والی پہلی کتاب ہے. ابن جریح کے بعد معتمر بن راشد صنعانی نے یمن میں اپنی کتاب تالیف کی. اسکے بعد امام مالک کی موطاء لکھی گئی.

مقدمہ فتح الباری میں ہے کہ ربیع بن صبیح پہلے وہ بزرگ ہیں جنھوں نے علوم جمع کیے اور وہ تابعین کے آخر کے زمانے میں رہتے تھے. بہر حال یہ اجماعی بات ہے کہ عصر اوّل میں شیعوں کے علاوہ مسلمانوں کی کوئی تالیف نہیں (۴۴۵) مگر حضرت علی علیہ السلام اور آپ کے شیعہ کو تو عصر اوّل ہی میں اس کا خیال پیدا ہوا. انھوں نے دور اوّل ہی میں تالیف کا کام شروع کر دیا. سب سے پہلے امیر المومنین علیہ السلام نے جس کتاب کو مدوّن کیا وہ قرآن مجید ہے.

حضرت علی علیہ السلام نے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن وکفن سے فارغ ہونے کے بعد عہد کیا کہ جب تک قرآن جمع نہ کرلیں گے کوئی کام نہ کریں گے. چنانچہ آپ نے نزول کے مطابق کلام مجید کو جمع فرمایا اور ساتھ ساتھ اس کی طرف بھی اشارہ کرتے گئے کہ کون سی آیت خاص ہے کون سی عام. کون سی مطلق ہے کون سی مقید، کون سی محکم ہے کون سی متشابہ. ناسخ کون سی ہے اور منسوخ کون سی. سنن سے متعلق کون سی آیتیں ہیں. آداب سے متعلق کون سی. اسباب نزول کی بھی آپ نے تصریح کی. نیز جو آیتیں کسی جہت سے مشکل تھیں ان کی وضاحت بھی کی.

---

(۴۴۵) رجوع کریں تنویر الحوالک شرح موطاً (مالک) ج ۱ ص ۵، الامام الصادق والمذاہب الاربعۃ (علامہ اسد حیدر) ج ۴ ص ۴۴ ۵ ط بیروت وتاسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام (علامہ صدر) ص ۲۷۸۔

ابن سیرین ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ اگر حضرت علی علیہ السلام کا جمع کیا ہوا قرآن مل جاتا تو ہم علم واقعی تک دسترسی پیدا کر سکتے تھے (۴۴۶).

البتہ اور بھی قراء صحابہ نے قرآن جمع کرنے کی کوشش کی لیکن نزول کے مطابق جمع کرنا ان سے ممکن نہ ہوسکا اور نہ مذکورہ بالا رموز (جن کی طرف میں نے اشارہ کیا ہے) وہ لکھ سکے (۴۴۷).

اس بنا پر امیر المومنین علیہ السلام کی جمع وترتیب، تفسیر سے زیادہ مشابہ تھی اور جب آپ قرآن کے جمع سے فارغ ہو چکے تو آپ نے جناب سیّدہ کے لیے ایک کتاب تالیف فرمائی جو آپ کی اولاد میں مصحف فاطمہؑ کے نام سے مشہور ہے. اس میں امیر المومنین علیہ السلام کی حکمتیں اور مثالیں، مواعظ، نصائح، اخبار اور نوادر جمع کیے تھے. یہ کتاب آپ نے جناب سیدہ کی تسلی وتشفی اور والد کا غم بھلانے کیلئے تحریر فرمائی تھی (۴۴۸).

اس کے بعد آپ نے دیات میں ایک کتاب تالیف کی (یعنی ضرب وجرح اور قتل وغیرہ کی ادا کی جانے والی دیت کو بیان کیا). اس کا نام صحیفہ رکھا. چنانچہ ابن سعد نے اپنی کتاب (جو الجامع کے نام سے مشہور ہے) کے آخر میں امیر المومنین علیہ السلام کی طرف منسوب کر کے اس صحیفہ کو بیان کیا ہے. بخاری و مسلم نے بھی اس صحیفہ کا تذکرہ کیا ہے. اور بعض جگہ اس صحیفہ سے کچھ مطالب بھی نقل کئے ہیں۔ امام

---

(۴۴۶) رجوع کریں:

الصواعق المحرقہ (ابن حجر) ص ۷۶ ط المیمنیہ، التمہید فی علوم القرآن (معرفت) ج ۱ ص ۲۷۷، آلاء الرحمٰن (بلاغی) ج ۱ ص ۱۸ در حاشیہ، الطبقات الکبری (ابن سعد) ج ۲ ق ۲ ص ۱۰۱ والاستیعاب (ابن عبد البر) در حاشیہ الاصابہ (ابن حجر) ج ۲ ص ۲۵۳۔

(۴۴۷) رجوع کریں التمہید فی علوم القرآن (معرفت) ج ۱ ص ۲۲۵، وآلاء الرحمٰن (بلاغی) ج ۱ ص ۱۸۔

(۴۴۸) رجوع کریں الکافی (ثقۃ الاسلام کلینی) ج ۱ ص ۲۳۹، ۲۴۰ و ۲۴۱ ط ۳ الحیدریہ۔

احمد نے بھی اپنے مسند میں اس صحیفہ سے بہت زیادہ روایات بیان کی ہیں۔(۴۴۹)

صفار نے عبدالملک سے روایت کی ہے کہ: امام محمد باقر علیہ السلام نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی کتاب طلب کی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام اسے اپنے پدر بزرگوار کے پاس لائے. وہ آدمی کی ران کے برابر ضخیم تھی. امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم یہ حضرت علی علیہ السلام کا خط ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لکھایا ہوا ہے۔(۴۵۰)

شیعوں کی ایک خاصی تعداد نے بھی امیر المومنین علیہ السلام کی پیروی کی اور آپ کے عہد میں کتابیں تالیف کیں انہی میں سے جناب سلمان فارسی اور ابوذر غفاری ہیں. جیسا کہ علامہ ابن شہر آشوب نے تحریر فرمایا ہے:

اسلام میں سب سے پہلے مصنف حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں پھر سلمان فارسی پھر جناب ابوذر ہیں۔(۴۵۱).

ان کے بعد ابورافع ہیں، جو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں اور امیر المومنین ؑ کے عہد میں بیت المال کے نگران بھی رہے. یہ امیر المومنین علیہ السلام کے مخصوص موالیوں میں سے تھے اور

---

(۴۴۹) رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب الفرائض باب اثم من تبرأ من موالیہ ج ۸ ص ۱۹۲ ط مطابع الشعب، صحیح (مسلم) کتاب الحج باب فضل المدینہ ج ۱ ص ۵۷۲ ط عیسی الحلبی، مسند (احمد بن حنبل) ج ۲ ص ۱۲۱ ح ۷۸۲ (باسند صحیح) ط دار المعارف مصر و تأسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام (علامہ صدر) ص ۱۱۵ ط شرکۃ الاعلانات۔ اور ایک نسخہ از ''صحیفہ'' نزد ''علامہ سید حسن صدر'' موجود تھا جیسا کہ تأسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام ص ۲۷۹ ط شرکۃ الطباعہ عراق میں ذکر ہوا ہے۔

(۴۵۰) رجوع کریں بصائر الدرجات (صفار) ص ۱۶۵۔

(۴۵۱) رجوع کریں معالم العلماء (ابن شہر آشوب) ص ۲ و تاسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام (علامہ صدر) ص ۲۸۰ و ۲۸۱۔

آپ کی قدر ومنزلت کی معرفت رکھتے تھے. انھوں نے ایک کتاب سنن، احکام وقضایا میں لکھی جسے صرف امیر المومنین علیہ السلام کی حدیثوں سے ترتیب دیا تھا. یہ کتاب ہمارے اسلاف کے نزدیک انتہائی عظمت واحترام کی نظروں سے دیکھی جاتی تھی اور ہمارے اسلاف نے اپنے اپنے طرق واسناد سے اس کی روایت کی ہے(۴۵۲)

ان میں ایک شخصیت علی ابن ابی رافع ہیں (کتاب الاصابہ میں ان کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ عہد رسالتمآبؐ میں پیدا ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے ان کا نام علی رکھا) ان کی ایک کتاب فقہ کے فنون میں ہے جسے انھوں نے مذہب اہل بیت علیہم السلام کے موافق تحریر کیا ہے. اہل بیت علیہم السلام اس کتاب کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور اپنے شیعوں کو اس کتاب کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت فرماتے.(۴۵۳)

ان شیعہ مصنفین میں عبید اللہ بن ابی رافع ہیں آپ حضرت علیؑ کے محبین میں سے تھے۔ ابن حجر عسقلانی نے الاصابہ کی قسم اول میں عبید اللہ بن اسلم کے عنوان سے ان کے حالات لکھے ہیں کیونکہ ان کے باپ کا نام اسلم تھا عبید اللہ ہی نے ایک کتاب تالیف کی جس میں امیر المومنین علیہ السلام کے ان تمام صحابیوں کا تذکرہ کیا ہے جو جنگ صفین میں امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ شریک تھے. ابن حجر نے اپنی الاصابہ میں اکثر وبیشتر ان کی کتاب سے نقل کیا ہے۔(۴۵۴)

---

(۴۵۲) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص۴ وتاسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام (علامہ صدر) ص۲۸۰۔

(۴۵۳) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص۵ وتاسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام (علامہ صدر) ص۲۹۸۔

(۴۵۴) رجوع کریں الاصابہ (ابن حجر عسقلانی) ج۱ ص۱۴۶، ۲۰۱، ۲۲۱، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۹۲، ۳۳۶، ۴۵۶، ۴۵۸، ۵۰۳، ۵۱۷، ۵۲۰، ۵۶۰ وج۲ ص۴۷۰ و۴۷۷ افست برط السعادہ، واسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (ابن اثیر) ج۱ ص۲۶۷ وج۲ ص۲۴، ۱۲۳، ۱۲۸، ۱۶۳ و۲۲۰ افست ط مصر۔

ان لوگوں میں ایک ربیعہ بن سمیع ہیں انھوں نے چوپایوں کی زکوٰۃ کے متعلق حضرت امیر المومنینؑ کی (حضرت رسول خدا سے بیان کردہ) حدیثوں سے ایک کتاب تالیف کی۔(۴۵۵).

ایک شخصیت عبد اللہ بن حر فارسی ہیں جن کی حدیث میں ایک کتاب ہے جو انھوں نے امیر المومنین علیہ السلام کی (حضرت رسول خدا سے بیان کردہ) حدیثوں سے جمع کی.(۴۵٦)

ان میں امیر المومنین علیہ السلام کے صحابی اصبغ بن نباتہ ہیں. یہ اصبغ ابن نباتہ تو بس امیر المومنین علیہ السلام ہی کے تھے. آپ نے امیر المومنین علیہ السلام سے اس عہد نامہ کی روایت کی ہے جو امیر المومنین علیہ السلام نے مالک اشتر کو تحریر فرمایا. نیز اس وصیت نامہ کی روایت بھی آپ نے کی جو امیر المومنینؑ نے اپنے فرزند محمد کے لیے لکھا تھا. ہمارے راویوں نے ان دونوں (عہد نامہ و وصیت) کی اصبغ بن نباتہ سے اسناد صحیحہ کے ساتھ روایت کی ہے.(۴۵۷)

ان میں سے ایک (امیر المومنین علیہ السلام کے صحابی) سلیم بن قیس ہلالی ہیں. انھوں نے امیر المومنینؑ اور جناب سلمان فارسی سے روایتیں بیان کی ہیں. اور امامت پر ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا ذکر امام محمد ابراہیم نعمانی نے اپنی کتاب الغیبۃ میں کیا. وہ لکھتے ہیں: تمام اہل تشیع (جنھوں نے ائمہ سے تحصیل علم کی حدیثیں روایت کیں) میں کوئی اختلاف نہیں کہ سلیم بن قیس ہلالی کی کتاب ان بنیادی و اصولی کتابوں میں سے ایک ہے جسے اہل علم اور احادیث اہل بیت علیہم السلام کے حاملین نے روایت کیا ہے. یہ کتاب تمام کتب اصول سے ہے اور شیعوں کا مرجع ہے اور ان کے نزدیک معتمد و معتبر ہے۔(۴۵۸)

سلف صالحین میں سے جتنے حضرات صاحب تالیف ہیں ان کے حالات اور اسماء کی جمع آوری

(۴۵۵، ۴۵٦ و ۴۵۷) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص٦۔

(۴۵۸) رجوع کریں کتاب تاسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام (علامہ صدر) ص۲۸۲ ط عراق۔

کے لئے ہمارے علماء نے کتابیں لکھی ہیں جو انہیں دیکھنا چاہیئے وہ کتب فہرست اور رجال کی طرف رجوع کرے(۴۵۹).

(۳) دوسرے طبقہ یعنی دور تابعین میں شیعوں میں جو صاحبان تالیف گزرے ہیں ان کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں ہوسکتا خصوصاً اس کتاب میں اتنی گنجائش نہیں ہے کہ سب کا تذکرہ ہو.ان مصنفین کے حالات اوران کے اسانید کا تفصیلی جائزہ لینے کے لیے ہمارے علما کی کتب ہائے فہرست اورفن رجال کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے.(۴۶۰)

اس طبقہ کے مصنفین کے زمانہ میں اہل بیت علیہم السلام کے نور سے دنیا منور ہورہی تھی. پہلے تو ظالموں کے ظلم کے بادل اس نور کو چھپانے میں مگن تھے لیکن کربلا کے دردناک المیہ نے دشمنان آل محمدؐ کو پوری طرح رسوا کیا اور ارباب بصیرت کی نگاہوں سے ان کا وقار جاتا رہا محققین کی توجہ اس جانب مبذول ہوئی۔

لوگ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی اہل بیت علیہم السلام پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹنے کی طرف متوجہ ہوئے.آخران مصائب کے اسباب کے متعلق ہر شخص کو کھوج پیدا ہوئی.دنیا جان گئی کہ ان مصائب کی تخم ریزی کیونکر ہوئی اور کہاں سے یہ پودا پروان چڑھا.اسی وجہ سے مسلمان کمربستہ ہوئے کہ اہل بیت علیہم السلام کی حیثیت ومنزلت پر کوئی آنچ نہ آنے پائے.کیونکہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے اور وہ فطری طور پر مظلوم کا ساتھ دیتی ہے اور ظالم سے نفرت کرتی ہے.کربلا کے خونین واقعہ سے مسلمان

---

(۴۵۹) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۲-۷، تأسیس الشیعۃ لعلوم الاسلام (علاّمہ صدر) ص ۲۷۸-۲۹۱، مؤلفوا الشیعۃ فی صدر الاسلام (سیّد شرف الدین موسوی عاملی) والذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ (شیخ آغا بزرگ تہرانی)۔

(۴۶۰) رجوع کریں رجال (نجاشی)، الفہرست (شیخ طوسی)، معالم العلماء (ابن شہر آشوب)، الفہرست (منتجب الدین)، الذریعۃ الی تصانیف الشیعۃ ۔اوران کے علاوہ کتب فہرست اور شرح حال۔

ایک نئے دور میں داخل ہوئے.

دل میں امام علی ابن الحسین علیہ السلام زین العابدین علیہ السلام کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوا اور اصول وفروع دین، قرآن وحدیث اور تمام فنونِ اسلام میں انھیں کی طرف رجوع کرنا شروع کیا گیا. ان کے بعد ان کے فرزند امام محمد باقر علیہ السلام سے وابستگی اختیار کی. ان دو اماموں یعنی امام زین العابدین علیہ السلام وامام محمد باقر علیہ السلام کے ہزار ہا اصحاب تھے، ان کی تعداد کا اندازہ کرنا ممکن نہیں لیکن ایسے افراد جن کے اسما اور حالات رجال کی کتابوں میں مدوّن ہو سکے وہ تقریباً چار ہزار جلیل القدر اور صاحب علم اصحاب ہیں. ان حضرات کی تصنیفات کم وبیش دس ہزار تک ہیں.

ہمارے محدثین نے ہر دور میں صحیح اسناد کے ساتھ ان سے روایتیں کیں ان میں اکثر ایسے خوش نصیب افراد بھی تھے جنھوں نے امام زین العابدین علیہ السلام وامام محمد باقر علیہ السلام کا زمانہ بھی پایا. اور امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بھی باریاب ہوئے.

ان میں سے ایک ابوسعید ابان بن تغلب بن ریاح الجریری مشہور قاری، فقیہ، محدث، مفسر، اصولی اور لغوی ہیں. یہ ثقہ ترین لوگوں میں سے ہیں انھیں تین اماموں سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور انھوں نے تینوں اماموں سے بکثرت علوم کی روایت کی مختصراً اسی سے اندازہ کر لیجیے کہ منہج المقال میں علامہ میرزا محمد نے ابان کے حالات میں ابان بن عثمان کی اسناد کے ساتھ تحریر فرمایا ہے کہ انھوں نے صرف امام جعفر صادق علیہ السلام سے تیس؛ ۳۰؛ ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔ (۴۶۱).

انھیں ائمہ کی خدمت میں بڑا تقرب اور مخصوص منزلت حاصل تھی. امام محمد باقر علیہ السلام نے مدینے میں ابان سے فرمایا تھا کہ:

---

(۴۶۱) اس فن کے ماہرین نے اسی معنی کی تصریح کی ہے اسی طرح ''شیخ بہائی'' نے کتاب ''وجیزہ'' وغیرہ میں ذکر کیا ہے۔ رجوع کریں منہج المقال (میرزا محمد استر آبادی)۔ درشرح حال ابان۔ ورجال (نجاشی) ص۹۔

اِجْلِسْ فِی الْمَسْجِدِ وَاَفْتِ النَّاسَ فَاِنِّی اُحِبُّ اَنْ یُریٰ فِی شِیعَتِی مِثْلُکَ.

مسجد میں بیٹھو اور لوگوں کو فتویٰ دو. میری دلی تمنّا ہے کہ میں اپنے شیعوں میں تمھارے جیسا شخص دیکھوں (۴۶۲)

اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان سے فرمایا تھا کہ:

نَاظِرْ اَهْلَ الْمَدِینَةِ فَاِنِّی اُحِبُّ اَنْ یَکُونَ مِثْلُکَ مِنْ رُوَاتِی وَرِجَالِی.

اہل مدینہ سے بحث و گفتگو کرو. مجھے یہ بہت ہی محبوب ہے کہ میں تمھارے جیسا شخص اپنے مخصوصین اور راویوں میں دیکھوں۔ (۴۶۳)

ابان جب مدینہ آتے تو حلقے ٹوٹ کر ان کے گرد آجاتے اور مسجد نبویؐ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جہاں بیٹھا کرتے تھے وہ جگہ ان کے لیے خالی کردی جاتی.

امام جعفر صادق علیہ السلام نے سلیم ابن ابی حبة سے فرمایا کہ:

تم ابان بن تغلب کے پاس جاؤ. انھوں نے مجھ سے بہت زیادہ حدیثیں سُنی ہیں. وہ جس حدیث کی تم سے روایت کریں تم میری طرف سے اس کی روایت کرو (۴۶۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابان بن عثمان سے فرمایا کہ:

---

(۴۶۲) رجوع کریں رجال (نجاشی)۔ ص ۷ و الفہرست (شیخ طوسی) ص ۱۳۱ ط ۲۔

(۴۶۳) رجوع کریں رجال (نجاشی)۔

(۴۶۴) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۱۰ و اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی) ص ۳۳۱ ح ۶۰۴۔

ابان بن تغلب نے مجھ سے تیس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں تم ان حدیثوں کو سیکھو اور ان سے روایت کرو (۴۶۵)

جب ابان امام علیہ السلام کی خدمت میں آتے تو امام جعفر صادق علیہ السلام ان سے معانقہ فرماتے، مصافحہ کرتے اور ان کے لئے مسند بچھانے کا حکم دیتے اور پوری طرح متوجہ ہوتے (۴۶۶).

جب امام علیہ السلام نے ان کے انتقال کی خبر سُنی تو فرمایا:

اَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ اَوْجَعَ قَلْبِی مَوْتُ اَبَانَ.

خدا کی قسم ابان کی موت نے میرے دل کو بیحد صدمہ پہنچایا۔ (۴۶۷)

ان کی وفات ۱۴۱ھ میں ہوئی. (۴۶۸)

ابان نے انس بن مالک، اعمش، محمد بن منکدر، سماک بن حرب، ابراہیم نخعی، فضیل بن عمرو اور حکم سے بھی روایتیں بیان کی ہیں. (۴۶۹) اس طرح مسلم اور اصحاب سنن اربعہ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے آبان سے روایات نقل کرنے کیساتھ ساتھ ان کی روایات سے استدلال بھی کیا ہے اور اگر امام بخاری نے ان سے روایت نہیں کی تو اس سے آبان کو کوئی نقصان نہیں ہے.

کیونکہ بخاری نے ائمہ اہل بیت علیہم السلام امام جعفر صادق علیہ السلام، امام موسیٰ کاظمؑ، امام رضا علیہ السلام، امام

---

(۴۶۵) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۹۔

(۴۶۶) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۸۔

(۴۶۷) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۷، الفہرست (شیخ طوسی) ص ۱۴۱ ط ۲ و اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی) ص ۳۳۰ ح ۶۰۱۔

(۴۶۸) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۱۰ و الفہرست (شیخ طوسی) ص ۴۲۔

(۴۶۹) ''ذہبی'' نے میزان الاعتدال۔ ج ۱ ص ۵ میں اسے ان لوگوں سے شمار کیا ہے جن کی روایتوں سے مسلم اور کتب اربعہ۔ ابوداوود، ترمذی، نسائی و ابن ماجہ وغیرہ استدلال کرتے ہیں۔

محمد تقی علیہ السلام وامام محمد علی نقی علیہ السلام، حسن عسکری علیہ السلام کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا ہے. اس نے ائمہ اہل بیتؑ میں سے کسی کی حدیث بھی نقل نہیں کی. حد تو یہ ہے کہ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جوانان جنت کے سردار امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی حدیثیں بھی نہیں لیں. ہاں! مروان بن حکم، عمر بن حطان عکرمہ بربری وغیرہ جیسے لوگوں کی حدیث درج کی ہے. انا للہ و انا الیہ راجعون(۴۷۰).

ابان کی کئی مفید تصانیف ہیں ان میں ایک تفسیر غرایب القرآن ہے. اس میں کلام مجید کی آیتوں کے شواہد میں (ادبی لحاظ سے) بکثرت عرب کے اشعار درج کیے ہیں.(۴۷۱)

ان کے بعد عبدالرحمٰن بن محمد ازدی کوفی گزرے ہیں. انھوں نے ابان بن تغلب، محمد بن سائب کلبی اور ابن روق عطیہ بن حارث کی کتابوں کو جمع کر کے ایک کتاب کی شکل دی. جن مسائل میں ان حضرات نے اختلاف کیا ہے اسے بھی لکھا اور جن مسلکوں میں یہ سب متفق رہے اس کی بھی وضاحت کی لہٰذا اسی بنا پر کبھی ابان کی کتاب کا جداگانہ مشاہدہ کیا جاتا ہے اور کبھی دوسری کتابوں کیساتھ. یہ سب عبدالرحمٰن کے کام کی بدولت ہے. ہمارے اصحاب نے ان دونوں کتابوں سے معتبر اسناد اور مختلف طریقوں سے روایتیں کیں.

ابان کی دو اور کتابیں بھی ہیں ایک کتاب الفضائل ہے دوسری کتاب صفین ہے انھوں نے اصول میں بھی ایک کتاب لکھی جو انہی چار سو معروف اصولوں میں سے ایک اصل ہے۔ ایک کتاب فرقہ امامیہ کے نزدیک مسلم طور پر احکام شرعیہ کے عنوان سے مانی جاتی ہے. اس کی تمام کتابیں اسکی اسناد کیساتھ نقل ہوئی ہیں. تفصیل دیکھنا ہو تو رجال کی کتابیں ملاحظہ فرمائیے.(۴۷۲)

---

(۴۷۰) رجوع کریں کتاب العتب الجمیل علی اہل الجرح والتعدیل (سید محمد بن عقیل) ص ۵۸ ط بیروت۔

(۴۷۱) رجوع کریں الفہرست (شیخ طوسی) ص ۱۴۱۔

(۴۷۲) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۸ والفہرست (شیخ طوسی) ص ۱۴۱ ط ۲۔

اس گروہ میں ابوحمزہ ثمالی، ثابت بن دینار کا نام بھی لیا جا سکتا ہے. یہ ہمارے سلف صالحین کے ثقات وعلمائے اعلام میں سے ہیں. انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام وامام محمد باقر علیہ السلام وامام زین العابدین علیہ السلام سے علم حاصل کیا اور بس انہی سے وابستہ رہے. اور ان کی بارگاہ میں انھیں بڑا تقرب حاصل تھا (۴۷۳).

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان کی اس طرح مدح وثنا فرمائی ہے.

ابوحمزہ اپنے زمانہ میں سلمان فارسی جیسے ہیں۔ (۴۷۴)

انکے بارے میں حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

ابوحمزہ اپنے زمانے میں لقمان جیسے ہیں۔ (۴۷۵)

ان کی ایک کتاب تفسیر القرآن ہے. علامہ طبرسی نے اپنی تفسیر مجمع البیان میں اس تفسیر سے نقل کیا ہے (۴۷۶). انہی کی کتاب النوادر ہے اور زہد کے متعلق بھی ایک کتاب ہے۔ اور رسالۂ حقوق بھی ہے. جسے انھوں نے امام زین العابدین علیہ السلام سے روایت کیا ہے (۴۷۷).

آنحضرت کی دعائے سحر ماہ رمضان بھی انھوں نے نقل کی ہے جو چاند سورج سے درخشندہ تر ہے. انھوں نے انس اور شعبی سے بھی روایتیں کی ہیں اور ان سے وکیع، ابونعیم اور اس طبقہ کی ایک جماعت

---

(۴۷۳) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص۸۳ والفہرست (شیخ طوسی) ص۶۶ ط۲۔

(۴۷۴) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص۸۳۔

(۴۷۵) رجوع کریں اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی) ص۲۰۳ ح ۳۵۷۔

(۴۷۶) رجوع کریں: تفسیر ''مجمع البیان'' ذیل آیہ ﴿قُلْ لا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ﴾ (سورہ شوری (۴۲) آیہ ۲۳) نے اسے تفسیر ابوحمزہ سے نقل کیا ہے۔

(۴۷۷) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص۸۳۔۸۴ والفہرست (شیخ طوسی) ص۶۶ ط۲۔

کے شیعہ وسنی علماء نے حدیثیں بیان کیں.(۴۷۸)

چند نامور اصحاب ایسے ہیں جنھوں نے امام زین العابدین علیہ السلام کا زمانہ تو نہ پایا لیکن امام محمد باقر علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں باریابی سے شرف یاب ہوئے ان میں ابوالقاسم برید بن معاویہ عجلی، ابوبصیر لیث بن مراد بختری مرادی، ابوالحسن زرارہ بن اعین، ابوجعفر محمد بن مسلم بن رباح کوفی طائفی ثقفی ہیں. ان کے علاوہ ایک اور جماعت ہے. اتنی گنجائش نہیں کہ سب کا ذکر کیا جائے (۴۷۹). البتہ یہ چار حضرات بڑے جلیل القدر اور عظیم ترین شخصیت کے مالک ہیں. یہاں تک کہ خود حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ان حضرات کے تذکرہ کے ضمن میں فرمایا کہ:

هٰوُلاءِ اُمَنَاءُ اللّٰهِ عَلٰى حَلالِهِ وَحَرَامِهِ.

یہ حضرات خدا کے حلال وحرام پر خدا کے امین ہیں (۴۸۰)

ایک اور موقع پر فرمایا کہ:

مَا اَجِدُ اَحَداً اَحيىٰ ذِكْرَنَا اِلآّ زُرَارَةَ ، وَاَبُو بَصِير لَيث، وَمُحَمدَ بنَ مُسْلِم ، وَ بُرَيد، وَلَولا هٰوُلاءِ مَا كَانَ اَحد يَستَنبِطُ هٰذَا.

میں کسی کو نہیں پاتا جس نے ہمارے ذکر کا احیاء کیا ہو سوائے زرارہ، ابو

---

(۴۷۸) ''ذہبی'' میزان الاعتدال۔ ج ۱ ص ۳۶۳ میں انہیں ان لوگوں سے شمار کرتا ہے جن سے ترمذی اپنی روایات کو ذکر کرتے ہیں اور ان کے نام کیساتھ ترمذی بھی لگا دیا ہے۔ نیز رجوع کریں صحیح (بخاری) کتاب بدء الخلق باب صفۃ النبی ج ۴ ص ۱۶۷ و سنن (ابی داوود) ج ۴ ص ۲۳۷ ح ۴۷۶۲۔

(۴۷۹) رجوع کریں رجال (برقی) ص ۹۔۱۸ طا ایران و رجال (شیخ طوسی) ص ۱۰۲۔۳۴۲۔

(۴۸۰) رجوع کریں اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی) ص ۱۷۰ ح ۲۸۶۔

بصیر لیث، محمد بن مسلم و برید ہ کے. اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو کوئی بھی ہمارے ذکر کو تازہ نہ کرتا۔

پھر ان کے متعلق فرمایا:

هٰـؤُلَاءِ حُـفَـاظُ الـدِّينِ، اُمَنَاءُ اَبِي عَلٰى حَلَالِ اللّٰهِ وَحَرَامِهِ، وَهُمْ السَّابِقُونَ اِلَيْنَا فِي الدُّنيَا وَالسَّابِقُونَ اِلَينَا فِي الآخِرَةِ.

یہ حضرات دین کے محافظ اور میرے والد ماجد کے مقرر کردہ حلال وحرام الٰہی پر امین اور دنیا میں بھی ہماری طرف سبقت کرنے والے ہیں اور آخرت میں بھی۔ (۴۸۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: خاشعین کو بہشت کی بشارت دو اور اس کے بعد ان چاروں حضرات کا ذکر کیا. (۴۸۲)

ایک اور طولانی گفتگو میں ان کا ذکر فرماتے ہوئے امام علیہ السلام نے فرمایا:

میرے والد بزرگوار نے ان حضرات کو حلال وحرام الٰہی پر امین بنایا تھا یہ حضرات میرے والد بزرگوار کے علم کے خزانہ ہیں اسی طرح آج بھی یہ حضرات میرے نزدیک وہی منزلت رکھتے ہیں اور میرے رازوں کے خزانہ ہیں. میرے والد بزرگوار کے برحق صحابی ہیں اور یہ میرے شیعوں کے لیے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ستارے ہیں. انھی کے ذریعہ خدا ہر بدعت کو دور کرے گا اور باطل کاروں کی اتہام تراشی کو زائل کرے گا اور ان سے غالیوں کی تاویلیں باطل ہوں گی۔ (۴۸۳)

---

(۴۸۱) رجوع کریں اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی) ص۱۳۶ ح۲۱۹۔

(۴۸۲) رجوع کریں اختیار معرفہ الرجال (رجال کشی) ص۱۷۰ ح۲۸۶۔

(۴۸۳) رجوع کریں اختیار معرفہ الرجال (رجال کشی) ص۱۳۷ ح۲۲۰۔

اس کے علاوہ بھی امامؑ کے بے شمار ارشادات ہیں جن سے ان کا فضل وشرف اور کرامت و ولایت پوری طرح ثابت ومحقق ہے. اتنی گنجائش نہیں کہ مفصلاً بیان کیا جائے.

امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہد میں علم بیش از حد پھیل چکا تھا اور ہر طرف سے شیعیان محمد وآل محمدؐ امام علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ رہے تھے. امام علیہ السلام پوری خندہ جبینی سے پیش آتے، بڑی توجہ فرماتے، ان کو استوار بنانے میں آپ نے تمامتر کوشش کی اور علم کے رموز، حکمت کی باریکیوں، حقائق امر سے آگاہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا.

علامہ شہرستانی اپنی کتاب ملل ونحل میں جہاں بھی امام علیہ السلام کا ذکر فرماتے وہاں اعتراف کرتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام دین کا بے پایاں علم رکھنے کے ساتھ ساتھ حکمت میں پوری طرح دسترسی رکھتے تھے نیز دنیا سے انتہائی بے غرض اور خواہشوں سے مکمل طور پر بے نیاز بزرگ تھے۔

اس کے بعد لکھتے ہیں:

آپ ایک مدت تک مدینہ میں مقیم رہے اور اپنے شیعوں کو فیض پہنچاتے رہے اور اپنے دوستوں کو رموز واسرار علم تعلیم فرماتے رہے. (۴۸۴)

امام جعفر صادق علیہ السلام کے بے شمار اصحاب ہمہ گیر شہرت کے مالک ہوئے. وہ سب کے سب ائمہ ہدایت، تاریکیوں کے چراغ، علم کے دریا اور ہدایت کے نجوم تھے. جن اصحاب کے نام اور حالات، تراجم اور رجال کی کتابوں میں مدون ہوسکے ان کی تعداد چار ہزار تک پہنچتی ہے. اس میں عراق کے رہنے والے تھے اور حجاز وفارس وشام کے بھی.

یہ اصحاب بڑی مشہور مصنفات والے ہیں. ان کی مصنفات فرقہ امامیہ میں انتہائی شہرت رکھتی ہیں. ان مصنفات میں سے صرف اصول میں چار سو کتابیں ہیں. یہ چار سو مصنفین کی چار سو تصانیف

---

(۴۸۴) رجوع کریں الملل والنحل (شہرستانی) ج ۱ ص ۱۶۶ ط دار المعرفہ بیروت۔

ہیں جو امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہد میں ان کے فتاویٰ جمع کر کے لکھی گئیں اور امام علیہ السلام کے بعد انھیں پر عمل کا دارومدار رہا. یہاں تک کہ بعض علمائے اعلام نے سہولت کے لیے ان کا خلاصہ کر ڈالا. ان میں چار کتابیں بہت عمدگی سے مرتب ہوئیں۔ وہ صدر اول سے لے کر آج کے دن تک اصول وفروع میں شیعوں کا مرجع قرار پائیں. وہ چار کتابیں یہ ہیں. کافی. تہذیب. استبصار، من لایحضرہ الفقیہ .(۴۸۵)

یہ چاروں کتابیں متواتر ہیں اوران کا صحیح ہونا قطعی ویقینی ہے. ان چاروں میں کافی مقدم اور عظیم تر ہے اور بہت سی خوبیوں کی جامع انتہائی ٹھوس کتاب ہے اس میں سولہ ہزار ایک سو ننانوے حدیثیں درج ہیں جو تعداد میں کل صحاح ستہ (اہلسنت کی چھ کتابوں) کی حدیثوں سے کہیں زیادہ ہیں. جیسا کہ شہید ثانی نے ذکریٰ (۴۸۶) میں تحریر فرمایا ہے نیز اور علمائے اعلام نے بھی اس کی وضاحت کی ہے.

ہشام بن حکم جو امام جعفر صادق علیہ السلام وامام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھے انھوں نے بکثرت کتابیں تالیف کیں. ان میں انتیس کتابیں بہت مشہور ہوئیں ان تمام انتیس کتابوں کو ہمارے اصحاب نے اپنی اسناد کیساتھ ہشام بن حکم سے نقل کیا ہے (۴۸۷)۔

---

(۴۸۵) کتاب اربعہ سے مراد: ا۔ ''الکافی'' از ثقۃ الاسلام کلینی (متوفی ۳۲۸ یا ۳۲۹ ھ) ۸ جلد (الاصول والفروع والروضۃ)، ۲۔ ''من لایحضرہ الفقیہ'' از شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ ھ) ۴ جلد، ۳۔ ''تہذیب الاحکام'' از شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ ھ) ۱۰ جلد، ۴۔ ''الاستبصار'' از شیخ طوسی ۴ جلد۔

(۴۸۶) رجوع کریں الذکری (شہید اوّل) ص ۶ ط ایران۔

(۴۸۷) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۳۰۴، الفہرست (شیخ طوسی) ص ۲۰۴ مختصر الکلام فی مؤلفی الشیعۃ من صدر الاسلام (علامہ سیّد شرف الدین موسوی عاملی)۔

یہ تمام کتابیں نادر اور بہت ہی مفید تصانیف ہیں. اور متعدد فنون میں لکھی گئی ہیں. ہشام بن حکم نے جہاں اصول، فروع، توحید میں کتابیں لکھی ہین وہاں فلسفہ عقلیہ میں زنادقہ، ملحدین، طبعی مسالک، قضاوقدر کے معتقدان، جبائرہ، امیر المومنین علیہ السلام اور اہل بیت علیہم السلام کے متعلق غلو کرنے والے خوارج، نواصب، حضرت علی علیہ السلام کے وصی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے سے انکار کرنے والے، آپ کو مؤخر رکھنے والے، آپ سے جنگ کرنے والے اور وہ لوگ جو مفضول کی افضل پر تقدیم جائز سمجھتے ہیں، ان یہ سب کتابیں ردّ میں لکھی گئی ہیں.

ہشام قرن ثانی کے لوگوں میں بڑے پایہ کے بزرگ ہیں اور انہیں علم کلام، حکمت الٰہیہ اور علوم و فنوں میں تقدم حاصل تھا. یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے امامت پر بحث کر کے حقیقت کو اشکار کیا اور تفکر اور دقت نظر سے مذہب کی تبلیغ کی (۴۸۸). انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام و امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت کی. ان حضرات کے نزدیک ان کی بڑی منزلت تھی. ان کی مدح وثنا میں زبان امامت سے ایسے الفاظ بیان ہوئے ہیں کہ ان کے علوئے مرتبت کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا.

شروع شروع میں یہ فرقہ جہمیہ (گمراہ فرقہ) سے تعلق رکھتے تھے. پھر امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں باریابی کا شرف حاصل ہوا اور آپ کی ہدایت سے معرفت وبصیرت کے حامل ہوئے.

آپ کے بعد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا زمانہ پایا اور آپ کے تمام صحابیوں میں فائق وممتاز ہوئے.

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، حضرت امام علی رضاؑ، حضرت امام محمد تقیؑ، حضرت امام علی نقیؑ، حضرت امام حسن عسکریؑ کے زمانہ میں تصنیف وتالیف کا سلسلہ بہت وسیع ہو چکا تھا، بے شمار کتابیں لکھی

---

(۴۸۸) رجوع کریں ہشام بن الحکم (شیخ عبداللہ نعمۃ)، فلاسفۃ الشیعہ (شیخ عبداللہ نعمۃ) ص۵۶۲ ط بیروت، اختیار معرفۃ الرجال (رجال کشی) ص۲۵۵۔۲۸۰ والامام الصادق والمذاہب الاربعہ (علّامہ اسد حیدر) ج۳ ص۷۹۔۱۱۰۔

گئیں. ہر ہر شہر میں ائمہ طاہرین اور اصحاب ائمہ معصومین علیہ السلام سے روایت کرنے والے پھیل چکے تھے. انھوں نے علم کی اشاعت پر کمر باندھی اور علم کی تدوین میں کوئی کسر باقی نہ رکھی. علوم و معارف جمع کرنے میں اپنی ساری صلاحیتوں سے کام لیا. محقق علیہ الرحمۃ کتاب معتبر میں فرماتے ہیں کہ:

امام محمد تقی علیہ السلام کے تلامذہ میں بڑے نامور افاضل گزرے جیسے حسین بن سعید اور ان کے بھائی حسن، احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی، احمد بن محمد بن خالد برقی، شاذان، ابوالفضل العمی، ایوب بن نوح، احمد بن محمد بن عیسیٰ وغیرہ ہیں۔ ان کی فہرست بہت طولانی ہے۔

محقق مزید فرماتے ہیں کہ: ان حضرات کی کتابیں آج تک علماء میں نقل ہوتی چلی آ رہی ہیں جو کہ ان کے بے پایاں علم و دانش پر دلالت کرتی ہیں. (۴۸۹) آپ کی جاننے کیلئے فقط یہی کافی ہے کہ صرف برقی کی ایک سو سے زیادہ کتابیں ہیں. (۴۹۰) بزنطی کی ایک کتاب بڑی عظیم الشان کتاب ہے جو جامع کے نام سے مشہور ہے. حسین بن سعید کی تیس مصنفات ہیں. (۴۹۱)

امام جعفر صادق علیہ السلام کی اولاد کے تلامذہ نے جتنی کتابیں تالیف کی ہیں ان کا احصاء ممکن نہیں ہے لہذا اس سلسلے میں آپ کو تراجم، شرح حال راویان اور فہارست کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ (۴۹۲)

---

(۴۸۹) رجوع کریں المعتبر (محقق حلی) ص ۵ ط ایران، رجال (برقی) ص ۵۵ ط ایران و رجال (شیخ طوسی) ص ۳۹۷۔

(۴۹۰) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۵۵۔۵۶ و الفہرست (شیخ طوسی) ص ۴۴۔۴۶ ط ۲۔

(۴۹۱) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۴۳ و الفہرست (شیخ طوسی) ص ۸۳۔

(۴۹۲) رجوع کریں رجال (نجاشی)، الفہرست (شیخ طوسی)، معالم العلماء (ابن شہر آشوب) و الفہرست (منتجب الدین)۔

ان میں ان چند حضرات کے حالات ملاحظہ فرمایئے محمد بن سنان، علی بن مہز یار، حسن بن محبوب، حسن بن محمد بن سماعة، صفوان بن یحیی، علی بن یقطین، علی بن فضال، عبدالرحمٰن بن نجران، فضل بن شاذان جن کی دوسو مصنفات ہیں (۴۹۳) محمد بن مسعود عیاشی جن کی مصنفات دوسو سے بھی زیادہ ہیں۔(۴۹۴)

محمد بن ابی عمیر، احمد بن محمد بن عیسٰی، انھوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک سو اصحاب سے حدیثوں کو سنا اور بیان کیا (۴۹۵) محمد بن علی بن محبوب، طلحہ بن طلحہ بن زید، عمار بن موسیٰ ساباطی، علی بن نعمان، حسین بن عبداللہ، احمد بن عبداللہ بن مہران جو ابن خانہ کے نام سے مشہور ہیں. صدقة بن منذر قمی، عبیداللہ بن علی حلبی، جنھوں نے اپنی تالیف امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی اور امام علیہ السلام نے اس کو صحیح قرار دیا اور اسے اچھے انداز میں یاد کیا اور فرمایا تھا کہ:

کیا تم نے ان لوگوں (اہلسنت) کی بھی کوئی ایسی کتاب دیکھی ہے؟(۴۹۶)

ابو عمر و طبیب، عبداللہ بن سعید جنھوں نے اپنی کتاب امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی. یونس بن عبدالرحمٰن جنھوں نے اپنی تالیف امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی.(۴۹۷)

اگر شیعیان آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسلاف صالحین کے حالات میں تتبع کیا جائے کہ حضرت امام

---

(۴۹۳) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۲۱۷، الفہرست (شیخ طوسی) ص ۱۵۰ و معالم العلماء (ابن شہر آشوب) ص ۹۰۔

(۴۹۴) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۲۸۴، الفہرست (شیخ طوسی) ص ۱۶۳۔۱۶۵ و معالم العلماء (ابن شہر آشوب) ص ۹۹ ط ۲۔

(۴۹۵) رجوع کریں الفہرست (شیخ طوسی) ص ۱۶۸۔

(۴۹۶) رجوع کریں الفہرست (شیخ طوسی) ص ۱۳۲ اور جال (نجاشی) ص ۱۶۰۔

(۴۹۷) رجوع کریں رجال (نجاشی) ص ۳۱۲۔

حسین علیہ السلام کی نسل سے بقیہ نو اماموں میں سے ہر امام علیہ السلام کے کتنے کتنے صحابی تھے اور ہر امام علیہ السلام کے عہد میں کتنے صحابیوں نے کتنی کتنی کتابیں لکھیں اور حساب لگایا جائے کہ وہ لوگ کتنے ہزار تھے جنھوں نے ان کتابوں کے مضامین دوسروں سے بیان کیے اور اصول و فروع دین کے متعلق جو آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثیں تھیں ان کے عالم بنے.

پھر اس پر غور کیا جائے کہ یہ علوم ایک جماعت سے دوسری جماعت میں، ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اماموں کے زمانے سے نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتے ہوئے آج ہمارے پاس پہنچے.

تب یقین پیدا ہوگا، کہ

ائمہ اہل بیت علیہم السلام کا مذہب کس قدر متواتر ہے

پھر کوئی شک نہ رہے گا. کہ ہم اصول و فروع دین میں جس طریقہ پر اطاعت الٰہی کرتے ہیں وہ طریقہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل کیا ہوا ہے اور اہل بیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماخوذ ہے.

ہاں ہٹ دھری اور خواہ مخواہ کا بغض رکھنے والے یا انتہائی جاہل و کودن انسان کے علاوہ کوئی اس حقیقت کا منکر نہ ہوگا.

اَلْحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی ھَدٰانَا لِھٰذا وَ مَا کُنَّا لِنَھْدِیَ لَوْ لَا ھَدٰنا اللّٰہُ

متلاشی

(۱) گواہی دیتا ہوں کہ شیعہ اسی راہ کے راہی ہیں جس پر ائمہ آلِ رسول علیہم السلام تھے۔

(۲) میں اس بحث اور تحقیق کے بعد حق تک پہنچ گیا ہوں اور کامیاب و کامران ٹھہرا ہوں۔

(۱) میں گواہی دیتا ہوں کہ شیعہ حضرات اصول وفروع میں اسی مسلک پر ہیں جس پر اہل بیت علیہم السلام پیغمبرؐ تھے.

آپ نے اس چیز کو واضح کر کے بخوبی روشن کر دیا اور ڈھکی چھپی باتیں واضح کر دیں.

لہذا شک کرنا ناانصافی ہے اور شک وشبہ میں ڈالنا محض گمراہی ہے.

میں نے آپ کے مذہب کو اچھی طرح دیکھا بھالا ان پر ہونے والے نامناسب اشکالات ملاحظہ کیئے تو اس نے مجھے تعجب وحیرت کے دریا میں حیران وپریشان چھوڑ دیا. بہر حال میں اس لطیف و پاکیزہ ہوا کے راز کی تلاش میں مگن رہا. یہ مقدس نسیم بہار میرے مشام میں جگہ بناتی رہی. اور اسی نے مجھے زندہ رکھا۔

(۲) میں آپ سے تعلق وارتباط سے پہلے شیعوں کے متعلق بڑی غلط فہمی میں مبتلا تھا کیونکہ اب تک میرے کانوں میں بہتان باندھنے والوں اور افترا پردازوں ہی کی آوازیں پہنچائی گئیں تھیں. جب خدا نے مجھے آپ کی ملاقات کی توفیق عطا فرمائی تو میں آپ کے ذریعے ہدایت کے جھنڈے کے نیچے آ گیا اور تاریکیوں میں روشنی کے چراغ تک پہنچ گیا اور آپ کے پاس سے میں فلاح یافتہ اور رستگار ہو کر اپنی خواہشات میں کامیاب واپس ہوا. خدا نے آپ کی ملاقات کے ذریعے مجھ پر کتنی عنایت کی اور آپ نے کتنی محبت اور گرانبہا نعمت عطا فرمائی.

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ العَالَمِینَ

حق شناس

(۱) راہ راست کی ہدایت پر خدا کی حمد وستائش۔

خداوند متعال نے آپ کو اپنے دین کی طرف ہدایت نصیب فرمائی ہے، اس سلسلے میں اللہ کی حمد وستائش بجالاتا ہوں اور توفیق عطا کرنے پر بھی اللہ کا شکر گزار رہوں.

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَاٰخِراً وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَسَلَّم.

مترجم کی دیگر تألیفات اورتراجم

کتاب	زبان اصلی	مؤلف/مترجم	محتوی
(۱)عدالت اجتماعی ۲ جلد	فارسی	آیت اللہ ہاشمی رفسنجانی دام ظلہ	خطبات جمعہ
(۲)عقاید امامیہ	عربی	شیخ محمد رضا مظفرؒ	شیعہ عقاید مع حواشی
(۳)علیؑ صراط مستقیم	عربی	آقای ضیاء جواہری دام ظلہ	حضرت علیؑ کی سیرت
(۴)تلاش حق	عربی	علامہ شرف الدین موسویؒ	مناظرہ
(۵)نسیم بہشت	عربی	شیخ صدوقؒ	اعمال کی سزاوجزا
(۶)چشمہ اشک (زیر طبع)	اردو	سید محمد نجفی	حضرت زہراؑ کی مظلومیت
(۷)جرعہ کوثر (زیر طبع)	اردو	سید محمد نجفی	اسماء، فضائل، خواص اور موضوعات سوَر
(۸)دروس مکاسب (زیر طبع)	اردو	سید محمد نجفی	آیۃ اللہ حافظ سید ریاض حسین نجفی دام ظلہ کے مکاسب کے دروس کا خلاصہ
(۹)تفسیر انوار الجت (زیر طبع)	اردو	سید محمد نجفی مع گروہ	الحمد تا آیت ۳۹ سورہ بقرہ
(۱۰)تفسیر خمسہ	اردو	سید محمد نجفی وسید علی نقوی	چار قل اور الحمد کی تفسیر
(۱۱)اوضح المسائل	عربی	آیۃ اللہ حافظ بشیر حسین نجفی دام ظلہ	مسائل حج
(۱۲)خلاصۃ الرسائل (زیر طبع)	اردو	سید محمد نجفی	شیخ مرتضیٰ انصاریؒ کی رسائل کا خلاصہ
(۱۳)دروس کفایہ (زیر طبع)	اردو	سید محمد نجفی	آیۃ اللہ حافظ سید ریاض حسین نجفی دام ظلہ کے کفایہ کے دروس کا خلاصہ
(۱۴)ترجمۃ الاصول (زیر طبع)	اردو	سید محمد نجفی	شیخ محمد رضا مظفرؒ کی اصول کا ترجمہ وخلاصہ
(۱۵)امام علیؑ (زیر طبع)	فارسی	آیت اللہ ہاشمی رفسنجانی دام ظلہ	سیرت امیر المؤمنینؑ

مؤسسہ امام المنتظر خیابان چہار مردان

کوچہ ۱۷ مقابل مسجد گذر قلعہ قم۔ایران

فون: ۰۲۵۱:۷۷۳۶۷۶۰ موبائل: ۰۹۱۱۲۱۲۰۹۳۵